www.KitaboSunnat.com

فتاویٰ امن پوری

Part 151-170

مصنف

شیخ غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

حفظہ اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

library@mohaddis.com

www.KitaboSunnat.com

فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۵۱)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: اللہ کہاں ہے؟

جواب: اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہے، جیسا کہ اس کے شایان شان ہے۔ اس کی کیفیت کا علم اللہ کے پاس ہے۔

❀ علامہ سجزی رحمہ اللہ (۴۴۴ھ) فرماتے ہیں:

اِعْتِقَادُ أَهْلِ الْحَقِّ أَنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ فَوْقَ الْعَرْشِ بِذَاتِهٖ مِنْ غَيْرِ مُمَاسَّةٍ .

''اہل حق کا عقیدہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنی ذات کے اعتبار سے عرش سے اوپر ہے، وہ (عرش سے) ملا ہوا نہیں ہے۔''

(الرّدّ على من أنكر الحرف والصّوت، ص 188)

سوال: کیا بے وضو شخص قرآن کریم کو پکڑ سکتا ہے؟

جواب: قرآنِ مجید کو بے وضو ہاتھ میں پکڑ کر تلاوت کرنا درست نہیں۔ سلف صالحین نے قرآن وسنت کی نصوص سے یہی سمجھا ہے۔ قرآن وسنت کا وہی فہم معتبر ہے جو اسلافِ امت نے لیا ہے۔ مسلک اہل حدیث اسی کا نام ہے۔ آیئے تفصیل ملاحظہ فرمائیے:

❀ علامہ سجزی رحمہ اللہ (۴۴۴ھ) فرماتے ہیں:

اَلْفُقَهَاءُ مُجْمِعُونَ عَلٰى أَنَّ مَسَّ الْمُحْدِثِ إِيَّاهُ لَا يَجُوزُ .

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

”فقہا کا اجماع ہے کہ بے وضو شخص کا مصحف کو چھونا جائز نہیں۔“

(الرّدّ علی من أنکر الحرف والصّوت، ص 308)

❀ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ فُقَهَاءُ الْأَمْصَارِ الَّذِينَ تَدُورُ عَلَيْهِمُ الْفَتْوٰى وَعَلٰى أَصْحَابِهِمْ بِأَنَّ الْمُصْحَفَ لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الطَّاهِرُ .

”تمام علاقوں کے فقہا اور ان کے اصحاب، جن کا فتویٰ چلتا ہے، کا اجماع ہے کہ مصحف کو صرف باوضو آدمی چھوئے۔“

(الاستذکار: 472/2)

❀ علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ (۶۲۰ھ) فرماتے ہیں:

لَا يَمَسُّ الْمُصْحَفَ إِلَّا طَاهِرٌ يَعْنِي طَاهِرًا مِّنَ الْحَدَثَيْنِ جَمِيعًا، رُوِيَ هٰذَا عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَالْحَسَنِ وَعَطَاءٍ وَّطَاوُسٍ وَالشَّعْبِيِّ وَالْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ وَهُوَ قَوْلُ مَالِكٍ وَالشَّافِعِيِّ وَأَصْحَابِ الرَّأْيِ، وَلَا نَعْلَمُ مُخَالِفًا لَهُمْ إِلَّا دَاوُدَ .

”مصحف کو وہی شخص چھوئے، جو دونوں حدثوں سے پاک ہو۔ یہ بات سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، حسن بصری، عطاء بن ابی رباح، طاوس، شعبی اور قاسم بن محمد رحمہم اللہ سے مروی ہے، نیز امام مالک، امام شافعی رحمہما اللہ اور اصحاب رائے کا بھی یہی موقف ہے، ہمارے علم کے مطابق ان کی مخالفت صرف داود ظاہری رحمہ اللہ نے کی ہے (داود ظاہری رحمہ اللہ کی مخالفت اجماع کے لیے مضر نہیں)۔“

(المُغني: 108/1)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

① ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ﴾(الواقعة : ٧٩)

''اس (قرآنِ کریم) کو پاک لوگ ہی چھوتے ہیں۔''

اس آیتِ کریمہ میں پاک لوگوں سے مراد اگرچہ فرشتے ہیں، لیکن اشارۃ النص سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ انسان بھی پاک ہو کر ہی اسے چھوئیں۔

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

''یہ ایک قسم کی تنبیہ اور اشارہ ہے کہ جب آسمان میں موجود صحیفوں کو صرف پاک فرشتے ہی چھوتے ہیں، تو ہمارے پاس جو قرآن ہے، اسے بھی صرف پاک لوگ ہاتھوں میں لیں۔''

(التبيان في أقسام القرآن لابن القيّم، ص 338)

❀ علامہ طیبی رحمہ اللہ (۷۴۳ھ) اس آیت کے متعلق لکھتے ہیں:

''ضمیر یا تو قرآنِ کریم کی طرف لوٹے گی یا لوحِ محفوظ کی طرف۔ اگر قرآنِ کریم کی طرف لوٹے تو مراد یہ ہے کہ لوگ اسے طہارت کی حالت میں ہی ہاتھ لگائیں۔ اگر لوحِ محفوظ کی طرف ضمیر لوٹے تو ''لا'' نفی کے لیے ہوگا اور پاک لوگوں سے مراد فرشتے ہوں گے۔ حدیثِ نبوی نے بتا دیا ہے کہ پہلی بات ہی راجح ہے۔ اس بات کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ قرآن کو کریم بھی کہا گیا ہے اور اس کا لوحِ محفوظ میں ہونا ثابت بھی کیا گیا ہے، اس طرح نہ چھونے کے حکم کا اطلاق قرآن کریم کی دونوں حالتوں (لوحِ محفوظ اور زمینی مصحف) پر ہوگا۔''

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(تحفة الأحوذي لمحمّد عبد الرحمٰن المباركفوري : 137/1)

② سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے:

إِنَّهٗ كَانَ لَا يَمَسُّ الْمُصْحَفَ إِلَّا وَهُوَ طَاهِرٌ .

”آپ رضی اللہ عنہ قرآنِ کریم کو صرف طہارت کی حالت میں چھوتے تھے۔“

(مصنف ابن أبي شيبة : 321/2، وسندهٗ صحيحٌ)

③ مصعب بن سعد بن ابی وقاص رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كُنْتُ أُمْسِكُ الْمُصْحَفَ عَلٰى سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، فَاحْتَكَكْتُ، فَقَالَ لِي سَعْدٌ : لَعَلَّكَ مَسِسْتَ ذَكَرَكَ ؟، قَالَ : قُلْتُ : نَعَمْ، فَقَالَ : فَقُمْ، فَتَوَضَّأْ، فَقُمْتُ، فَتَوَضَّأْتُ، ثُمَّ رَجَعْتُ .

”میں اپنے والد سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے پاس قرآنِ کریم کا نسخہ پکڑے ہوئے تھا۔ میں نے جسم پر خارش کی۔ انہوں نے پوچھا: کیا آپ نے اپنی شرمگاہ کو چھوا ہے؟ میں نے عرض کی: جی ہاں، تو انہوں نے فرمایا: جائیے اور وضو کیجئے۔ میں نے وضو کیا، پھر واپس آیا۔“

(الموطّا للإمام مالك : 42/1، وسندهٗ صحيحٌ)

④ غالب ابو ہذیل رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

أَمَرَنِي أَبُو رَزِينٍ (مَسْعُودُ بْنُ مَالِكٍ) أَنْ أَفْتَحَ الْمُصْحَفَ عَلٰى غَيْرِ وُضُوءٍ، فَسَأَلْتُ إِبْرَاهِيمَ، فَكَرِهَهٗ .

”مجھے ابورزین مسعود بن مالک اسدی رحمہ اللہ نے بغیر وضو مصحف کو کھولنے کا کہا تو میں نے اس بارے میں ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے سوال کیا۔ انہوں نے اسے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

مکروہ جانا۔“

(مصنف ابن أبي شيبة : 321/2، وسندهٗ حسنٌ)

⑤ امام وکیع بن جراح رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ سُفْيَانُ يَكْرَهُ أَنْ يَمَسَّ الْمُصْحَفَ، وَهُوَ عَلٰى غَيْرِ وُضُوءٍ .

”امام سفیان (ثوری) رحمہ اللہ بغیر وضو مصحف کو چھونا مکروہ سمجھتے تھے۔“

(كتاب المَصاحف لابن أبي داوٗد : 740، وسندهٗ صحيحٌ)

⑥،⑦ حکم بن عتیبہ اور حماد بن ابی سلیمان سے بے وضو انسان کے قرآنِ کریم کو پکڑنے کے بارے میں پوچھا گیا، تو اُن کا فتویٰ تھا:

إِذَا كَانَ فِي عِلَاقَةٍ، فَلَا بَأْسَ بِهٖ .

”جب قرآنِ کریم غلاف میں ہو، تو ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں۔“

(كتاب المصاحف لابن أبي داوٗد : 762، وسندهٗ صحيحٌ)

ثابت ہوا کہ بغیر غلاف کے بے وضو چھونا ان ائمہ کے ہاں بھی درست نہیں۔

⑧ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يَحْمِلُ الْمُصْحَفَ بِعِلَاقَتِهٖ، وَلَا عَلٰى وِسَادَةٍ أَحَدٌ إِلَّا وَهُوَ طَاهِرٌ .

”قرآنِ پاک کو غلاف کے ساتھ یا تکیے پر رکھ کر بھی کوئی پاک شخص ہی اٹھائے۔“

(الموطّا : 199/1)

⑨۔⑪ امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق بن راہویہ رحمہم اللہ کا بھی یہی موقف تھا۔

✿ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

”بہت سے اہل علم صحابہ وتابعین کا یہی کہنا ہے کہ بے وضو آدمی قرآنِ کریم کی زبانی تلاوت تو کرسکتا ہے، لیکن مصحف سے تلاوت صرف طہارت کی حالت میں کرے۔ امام سفیان ثوری، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق بن راہویہ رحمہم اللہ کا یہی مذہب ہے۔“

(سنن الترمذي، تحت الحديث : 146)

❀ علامہ محمد عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ (۱۳۵۳ھ) فرماتے ہیں:

”میرے نزدیک جمہور فقہا کا قول راجح ہے۔ قرآنِ کریم کی تعظیم واکرام بھی اسی کا متقاضی ہے۔ اس حدیث میں طاہر کے لفظ کا متبادر معنی وضو والا شخص ہی ہے اور باوضو شخص کامل طاہر ہوتا ہے، واللہ اعلم!“

(تحفة الأحوذي :137/1)

الحاصل:

قرآنِ کریم کو بغیر وضو زبانی پڑھا جاسکتا ہے لیکن بے وضو شخص ہاتھ میں پکڑ کر اس کی تلاوت نہیں کرسکتا۔ یہی قول راجح ہے کیونکہ سلف صالحین کی تصریحات کی روشنی میں قرآن وسنت کی نصوص سے یہی ثابت ہوتا ہے۔

سوال: کیا ابوعبیدہ بن عبداللہ بن مسعود کا اپنے والد ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے سماع ہے؟

جواب: ابوعبیدہ کا اپنے والد سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں۔

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّ أَبَا عُبَيْدَةَ لَمْ يَسْمَعْ أَبَاهُ، وَلَمْ يُدْرِكْهُ بِاتِّفَاقِهِمْ .

”اہل علم کا اجماع ہے کہ ابوعبیدہ نے اپنے والد سے سماع نہیں کیا، نہ ان کا

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

زمانہ پایا ہے۔“

(خلاصة الأحكام: 436/1)

سوال: ابوصالح باذام کے متعلق کیا کہتے ہیں؟

جواب: ابوصالح باذام جمہور ائمہ حدیث کے نزدیک ضعیف اور مختلط ہے۔

حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَالَ الْأَكْثَرُونَ : لَا يُحْتَجُّ بِهٖ .

”اکثر محدثین کا کہنا ہے کہ ابوصالح باذام سے حجت پکڑنا جائز نہیں۔“

(البدر المنير: 349/5)

سوال: تین دن سے پہلے قرآن کریم مکمل کرنا کیسا ہے؟

جواب: تین دن سے پہلے قرآن کریم مکمل کرنا جائز ہے، بشرطیکہ تلاوت کے آداب کو ملحوظ خاطر رکھا جائے۔

❀ شارحِ سنن ترمذی، علامہ محمد عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَوْ تَتَبَّعْتَ تَرَاجِمَ أَئِمَّةِ الْحَدِيثِ؛ لَوَجَدْتَّ كَثِيرًا مِّنْهُمْ أَنَّهُمْ كَانُوا يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ فِي أَقَلَّ مِنْ ثَلَاثٍ، فَالظَّاهِرُ أَنَّ هٰؤُلَاءِ الْأَعْلَامَ لَمْ يَحْمِلُوا النَّهْيَ عَنْ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ فِي أَقَلَّ مِنْ ثَلَاثٍ عَلَى التَّحْرِيمِ .

”اگر آپ ائمہ حدیث کی سیرت کی ورق گردانی کریں گے، تو آپ کو ان میں بہت سے ایسے ائمہ ملیں گے، جو تین دنوں سے پہلے قرآنِ کریم کی قرأت مکمل کرلیا کرتے تھے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ کبار محدثین تین دن سے پہلے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

قرآنِ کی تکمیل کے بارے میں وارد ہونے والی ممانعت کو تحریمی نہیں سمجھتے تھے۔“

(تحفة الأحوذي : 4/63)

لیکن تکمیل کی جو بھی صورت ہو، آدابِ تلاوت کو ملحوظِ خاطر رکھنا چاہیے۔

❀ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلتَّرْتِيلُ فِي الْقِرَاءَةِ أَحَبُّ إِلَى أَهْلِ الْعِلْمِ .

”قرأت میں ترتیل اہل علم کے ہاں زیادہ پسندیدہ ہے۔“

(سنن الترمذي، تحت الحديث : 2946)

سوال: تلبینہ کیا ہے؟

جواب: تلبینہ ایک کھانا ہے، جو دودھ، آٹا، کھجور اور شہد وغیرہ کو پکا کر بنایا جاتا ہے۔ تلبینہ فرحت بخش چیز ہے۔

❀ سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اَلتَّلْبِينَةُ مُجِمَّةٌ لِفُؤَادِ الْمَرِيضِ، تَذْهَبُ بِبَعْضِ الْحُزْنِ .

”تلبینہ مریض کے دل کو فرحت بخشتا ہے اور حزن وملال کو دور کرتا ہے۔“

(صحيح البخاري : 5417، صحيح مسلم : 2216)

سوال: رؤیت باری تعالیٰ کے بارے میں اہل سنت کا کیا عقیدہ ہے؟

جواب: اہل سنت الجماعت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ روز آخرت اللہ تعالیٰ اپنے مؤمن بندوں کو اپنا دیدار کرائیں گے۔ قرآن، احادیث اور امت کا اجماع اس پر دلیل ہے۔

❀ علامہ ابن الفرس رحمہ اللہ (۵۹۷ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا وُقُوعُ الرُّؤْيَةِ فَأَهْلُ السُّنَّةِ مُتَّفِقُونَ عَلٰى أَنَّهٗ تَعَالٰى يُرٰى فِي الْآخِرَةِ .

”اہل سنت کا اتفاق کا ہے کہ روز آخرت اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا۔“

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

(أحكام القرآن : 13/3)

سوال: کیا قرآنی تعویذ لٹکانا جائز ہے؟

جواب: قرآنی تعویذ لٹکانا جائز ہے۔ یہ علاج ہے، اس سے منع نہیں کیا گیا، جس طرح دَم جائز ہے، اسی طرح تعویذ بھی جائز ہے۔ دَم اور تعویذ میں کوئی فرق نہیں۔ جس طرح دَم شرکیہ ہوتا ہے، اسی طرح تعویذ بھی شرکیہ ہوتے ہیں، جن کے متعلق احادیث میں ممانعت وارد ہوئی ہے۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

لَيْسَتِ التَّمِيمَةُ مَا تَعَلَّقَ بِهٖ بَعْدَ الْبَلَاءِ إِنَّمَا التَّمِيمَةُ مَا تَعَلَّقَ بِهٖ قَبْلَ الْبَلَاءِ.

”جو (قرآنی تعویذ) بیماری واقع ہونے کے بعد لٹکایا جائے، وہ (ممنوع) تمیمہ نہیں، البتہ (ممنوع) تمیمہ وہ ہے، جو بیماری واقع ہونے سے پہلے (سیپی وغیرہ کی صورت میں) لٹکایا جائے۔“

(شرح مَعاني الآثار للطّحاوي : 325/4، المُستدرك للحاكم : 217/4، واللفظ لهٗ، وسندهٗ صحيحٌ)

امام حاکم رحمہ اللہ نے اس اثر کو امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ کی شرط پر صحیح کہا ہے۔
سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا یہ بتانا چاہتی ہیں کہ بیماری کے واقع ہونے کے بعد بطور علاج اگر (قرآنی) تعویذ لٹکا لیا جائے، تو یہ ممنوع تمیمہ نہیں، جس کی ممانعت مختلف احادیث میں وارد ہوئی ہے۔ اس سے مراد وہ ڈوری اور دھاگہ ہے، جو نظر بد سے بچنے کے لیے باندھی جاتی ہے، یا وہ سیپیاں مراد ہیں، جو حصول شفا کے لیے لٹکائی جاتی ہیں یا وہ جاہلی تعویذ مراد ہیں،

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

جن پر شیاطین کے نام درج ہوتے تھے یا ایسے تعویذ مراد ہیں، جو مبہم کلام پر مشتمل ہوں۔

❀ ابوجعفر محمد بن علی باقر رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

إِنَّهُ كَانَ لَا يَرٰى بَأْسًا أَنْ يَكْتُبَ الْقُرْآنَ فِي أَدِيمٍ ثُمَّ يُعَلِّقُهُ .

''آپ رحمہ اللہ اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے کہ کوئی شخص قرآنی آیات لکھ کر چمڑے میں باندھ کر لٹکا لے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 38/8، وسندهٗ حسنٌ)

❀ ایوب سختیانی رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

إِنَّهُ رَأَى فِي عَضُدِ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ خَيْطًا .

''آپ رحمہ اللہ نے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عمر رحمہ اللہ کے بازو میں دھاگا دیکھا (جس سے تعویذ باندھا ہوا تھا)۔''

(مُصنّف ابن أبي شيبة : 39/8، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ نافع بن یزید رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّهُ سَأَلَ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ عَنِ الرُّقٰى وَتَعْلِيقِ الْكُتُبِ، فَقَالَ : كَانَ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ يَأْمُرُ بِتَعْلِيقِ الْقُرْآنِ وَقَالَ : لَا بَأْسَ بِهٖ .

''میں نے یحییٰ بن سعید رحمہ اللہ سے دم اور تعویذ لٹکانے کے متعلق سوال کیا، تو آپ رحمہ اللہ نے فرمایا: سعید بن مسیّب رحمہ اللہ قرآنی تعویذ لٹکانے کا حکم دیتے تھے، نیز فرمایا کرتے تھے: اس میں کوئی حرج نہیں۔''

(السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 351/9، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ عمرو بن دینار رحمہ اللہ تعویذ لٹکانے میں کوئی حرج خیال نہیں کرتے تھے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(النّفقة على العِيال لابن أبي الدّنيا : 665، وسندهٗ حسنٌ)

❁ عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے ایسی حائضہ عورت کے بارے میں پوچھا گیا، جس کے گلے میں تعویذ ہے، فرمایا:

إِنْ كَانَ فِي أَدِيمٍ فَلْتَنْزِعْهُ وَإِنْ كَانَ فِي قَصَبَةٍ مُصَاغَةٍ مِنْ فِضَّةٍ، فَلَا بَأْسَ إِنْ شَاءَ تْ وَضَعَتْ، وَإِنْ شَاءَ تْ لَمْ تَفْعَلْ .

''اگر وہ (قرآنی) تعویذ کسی چمڑے میں ہے، تو وہ (دورانِ حیض) اسے اُتار دے اور اگر لکڑی میں (سوراخ کر کے رکھا گیا) ہے اور اسے چاندی کے ساتھ بند کر دیا گیا ہے، تو اس کی مرضی پر ہے، خواہ اُتار دے، خواہ نہ اُتارے، ہر صورت جائز ہے۔''

(سنن الدّارمي : 1212، وسندهٗ حسنٌ)

❁ علی بن حسن بن شقیق رحمہ اللہ ایک آیت کے متعلق فرماتے ہیں:

يُكْتَبُ فِي كَاغَدَةٍ فَيُعَلَّقُ عَلٰى عَضُدِ الْمَرْأَةِ .

''اسے ایک کاغذ میں لکھ کر عورت کے بازو سے باندھ دیا جائے۔''

(مَجموع الفتاوىٰ لابن تيمية : 19/65، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام ابوداود رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رَأَيْتُ عَلَى ابْنٍ لِأَحْمَدَ، وَهُوَ صَغِيرٌ تَمِيمَةً فِي رَقَبَتِهٖ فِي أَدِيمٍ .

''میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے ایک چھوٹے بیٹے کو دیکھا کہ اس کے گلے میں چمڑے کا تعویذ لٹکا ہوا تھا۔''

(مسائل أبي داود : 1670)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

يَجُوزُ أَنْ يَكْتُبَ لِلْمُصَابِ وَغَيْرِهِ مِنَ الْمَرْضٰى شَيْئًا مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ وَذِكْرِهِ بِالْمِدَادِ الْمُبَاحِ وَيُغْسَلُ وَيُسْقٰى كَمَا نَصَّ عَلٰى ذٰلِكَ أَحْمَدُ وَغَيْرُهُ.

''مصیبت زدہ یا کسی بھی مریض کے لیے قرآنی آیات یا اللہ کے ذکر پر مبنی کلمات کو مباح چیز سے تحریر کرنا اور اسے دھو کر مریض کو پلا دینا جائز ہے۔ جیسا کہ امام احمد رحمہ اللہ وغیرہ نے صراحت کی ہے۔''

(مجموع الفتاوی: 64/19)

❀ علامہ خازن حنفی رحمہ اللہ (۷۴۱ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا الرُّقٰى وَالتَّعَاوِيذُ فَقَدِ اتَّفَقَ الْإِجْمَاعُ عَلٰى جَوَازِ ذٰلِكَ إِذَا كَانَ بِآيَاتٍ مِّنَ الْقُرْآنِ، أَوْ إِذْ كَانَتْ وَرَدَتْ فِي الْحَدِيثِ.

''اگر دم اور تعویذ قرآن آیات پر مشتمل ہو یا حدیث سے ثابت ہو، تو اس کے جواز پر اجماع واقع ہو چکا ہے۔''

(تفسیر الخازن: 501/4)

سوال: مصنوعی طریقہ تولید کا کیا حکم ہے؟

جواب: مصنوعی طریقہ تولید کی دور حاضر میں سات صورتیں ہیں۔

① شوہر اور غیر عورت کا مادہ تولید لے کر بیوی کی رحم میں رکھا جائے۔

② غیر مرد اور بیوی کا مادہ تولید بیوی کی رحم میں رکھا جائے۔

③ شوہر اور بیوی کا مادہ تولید لے کر کسی غیر عورت کے رحم میں رکھا جائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

④ غیر مرد اور غیر عورت کا مادہ تولید لے کر بیوی کی رحم میں رکھا جائے۔

⑤ شوہر اور بیوی کا مادہ تولید لے کر دوسری بیوی کی رحم میں رکھا جائے۔

⑥ شوہر اور بیوی کا مادۂ تولید افزائش کے لئے ٹیوب میں رکھا جائے، اس کے بعد بیوی کے رحم میں منتقل کر دیا جائے۔ رحم مادر میں ارتقائی مراحل سے گزرے اور بچہ پیدا ہو جائے، اس طریقہ تولید کو طبی اصطلاح میں (Test tube fertilization) کہا جاتا ہے۔

⑦ شوہر کا مادہ تولید سرنج کے ذریعہ بیوی کی رحم تک پہنچا دیا جائے۔

پہلی پانچ صورتیں ناجائز اور حرام ہیں۔ ان میں کئی شرعی قباحتیں موجود ہیں۔

آخری دو صورتیں کو مرض اور عذر کی بنا پر بالکل درست اور جائز تسلیم کیا گیا ہے۔ بچہ باپ کا جزو ہوتا ہے۔ لیکن باپ کی طرف نسبت کے لئے شرط ہے کہ نکاح شرعی کے بعد تعلق قائم ہو، یہی وجہ ہے کہ بیوی کی ناجائز اولاد زانی یا خاوند کی طرف منسوب نہیں ہوتی۔ گویا دو جہ سے بچے کی نسبت باپ کی طرف ہو سکتی ہے۔

① وجود کا حصہ ہونا

② نکاح شرعی کے بعد تعلق قائم ہونا

اس سائنسی طریقہ علاج میں یہ دونوں وجوہات بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں، لہٰذا اس سے پیدا ہونے والی اولاد کی نسبت ماں باپ کی طرف درست ہوگی۔

مناسب ہوگا کہ مسئلہ رضاعت کو اس کی دلیل بنا لیا جائے، رضاعت کے رشتے دودھ کی وجہ سے ثابت ہوتے ہیں، بچہ ایک عورت کا دودھ پیتا ہے اور وہ بچے کا جزو بدن بنتا ہے، اس دودھ میں رضاعی باپ کے اجزاء بھی شامل ہوتے ہیں، اسی لئے باپ کی طرف بھی نسبت رضاعت قائم ہو جاتی ہے۔ یعنی وہ رضاعی باپ بن جاتا ہے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

بے بی ٹیسٹ ٹیوب جو کہ ایک انسان کا اپنا نطفہ ہے اور بچے نے پرورش بھی اس کی بیوی کے رحم میں پائی ہے، شریعت کی دونوں قیود نکاح شرعی اور ماں باپ کے وجود کا حصہ ہونا، اس میں موجود ہیں، لہٰذا اس طریقہ میں کوئی قباحت نہیں۔

طریقہ علاج توقیفی نہیں ہوتا، جو بھی بہتر ہو اپنایا جا سکتا ہے، بشرطیکہ اصول شریعت سے متصادم نہ ہو، ٹیسٹ ٹیوب بے بی چوں کہ اصول شریعت سے ممنوع نہیں لہٰذا اس سے پیدا ہونے والا بچہ حلال اور صحیح النسب ہوگا۔

سائنسی طریقہ تولید کے صحیح ہونے پر ایک اور دلیل ملاحظہ ہو:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

”عتبہ بن ابی وقاص (کافر) نے اپنے بھائی سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو وصیت کی تھی کہ زمعہ کی لونڈی کا بچہ میرے نطفے سے ہے، آپ اس کو اپنی نگہداشت میں لے لینا، فتح مکہ کے سال سعد رضی اللہ عنہ نے وہ بچہ اٹھا لیا اور دعوی کیا کہ یہ بچہ میرے بھائی عتبہ کا ہے، عبد بن زمعہ نے احتجاج کیا کہ یہ بچہ تو میرے باپ زمعہ کی لونڈی سے میرے باپ کے بستر پر پیدا ہوا ہے، لہٰذا میرے باپ کی اولاد ہے۔ جھگڑا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور پیش ہوا، سعد رضی اللہ عنہ کہنے لگے، اللہ کے رسول! یہ میرے بھائی کا بیٹا ہے، انہوں نے مجھے وصیت کی تھی کہ اسے اپنی پرورش میں لے لوں، عبد بن زمعہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے، یہ میرے باپ کی لونڈی کا بچہ ہے اور اس نے میرے باپ کے بستر پر جنم لیا ہے۔ لہٰذا یہ میرے باپ زمعہ ہی کا بیٹا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عبد بن زمعہ! یہ لڑکا آپ کے پاس رہے گا، پھر فرمایا: بچہ اس کا ہوگا، جس کے بستر پر پیدا ہوا اور زانی رجم ہو گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے محسوس کیا کہ اس لڑکے کی مشابہت عتبہ کے ساتھ ہے،

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

اس لئے ام المومنین، سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا جو زمعہ کی بیٹی تھیں اور اس لڑکے کی بہن بنتی تھیں، کو حکم دیا کہ اس لڑکے سے پردہ کریں، لہٰذا وہ لڑکا تا وقت وفات سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کو دیکھ نہیں سکا۔“

(صحيح البخاري : 2053، صحيح مسلم : 1457)

ذرا غور فرمائیں کہ اس مشابہت کے باوجود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نومولود کو زمعہ کا بیٹا قرار دیا، حالانکہ اس کی مشابہت عتبہ کے ساتھ تھی، مقصود یہ قاعدہ سمجھانا تھا کہ بچہ اسی کی طرف منسوب ہوتا ہے، جس کے بستر پر پیدا ہو، البتہ زانی کو کوڑے ضرور لگیں گے۔

جبکہ بے بی ٹیسٹ ٹیوب باپ کے بستر پر پیدا ہوتا ہے، نطفہ بھی اسی کا ہوتا ہے، تو اس کی نسبت کیوں کر نہ درست ہوگی؟

بیسیوں چیزیں، جو فطرت سے ہٹ کر ہیں، مثلاً آپریشن کے ذریعے بچے کی پیدائش، بچے کو حقیقی ماں کی بجائے دوسری ماں کا دودھ پلانا، بچے کی پرورش گائے، بکری یا ڈبے کے دودھ پر کرنا وغیرہ۔ ہم انہیں جائز کہتے ہیں، لہٰذا عذر کی وجہ سے سائنسی طریقہ تولید کو اختیار کرنا فطرت سے ہرگز بغاوت نہیں، بلکہ بہترین طریقہ علاج ہے۔

سوال: بعض لوگ اجناس کو منڈی میں داخل ہونے سے پہلے ہی خرید لیتے ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: بعض لوگ باہر یا دیہات سے آنے والے تجارتی قافلوں کو منڈی میں داخل ہونے سے پہلے ہی مل لیتے ہیں، ان سے منڈی کے بھاؤ سے سستا سامان خرید لیتے ہیں، پھر منڈی میں اپنی مرضی سے بھاؤ مقرر کر دیتے ہیں، فقہ کی اصطلاح میں اسے تَلَقِّي بِالرُّكْبَانِ کہتے ہیں۔ شریعت اسلامیہ نے اس سے منع کیا ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى أَنْ تُلَقَّى السِّلَعُ حَتّٰى تَدْخُلَ الْأَسْوَاقَ .

”رسول اللہ ﷺ نے بازار پہنچنے سے پہلے تجارتی قافلے سے سامان خریدنا ممنوع قرار دیا ہے۔“

(صحيح البخاري : 2165 ، صحيح مسلم : 1412 ، المنتقى لابن الجارود : 572)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

لَا يَبِيعُ حَاضِرٌ لِّبَادٍ .

”کوئی شہری کسی دیہاتی کا سامان نہ بیچے۔“

(صحيح البخاري : 2160 ، صحيح مسلم : 1520 ، المنتقى لابن الجارود : 573)

❁ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَا يَبِيعُ حَاضِرٌ لِّبَادٍ دَعُوا النَّاسَ يُصِيبُ بَعْضُهُمْ مِنْ بَعْضٍ .

”کوئی شہری کسی دیہاتی کا سامان نہ بیچے، لوگوں کو چھوڑ دو کہ وہ ایک دوسرے سے (فائدہ) حاصل کریں۔“

(صحيح مسلم : 1522 ، المنتقى لابن الجارود : 574)

سوال: سیدنا داؤد علیہ السلام کی رات کی نماز کیسی تھی؟

جواب: سیدنا داؤد علیہ السلام کی تہجد اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب تھی۔

❁ سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول ﷺ نے فرمایا:

أَحَبُّ الصَّلَاةِ إِلَى اللّٰهِ، صَلَاةُ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَأَحَبُّ الصِّيَامِ إِلَى اللّٰهِ صِيَامُ دَاوُدَ، وَكَانَ يَنَامُ نِصْفَ اللَّيْلِ وَيَقُومُ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ثُلُثَهُ، وَيَنَامُ سُدُسَهُ، وَيَصُومُ يَوْمًا، وَيُفْطِرُ يَوْمًا .

”اللہ کو سب سے محبوب نماز داود علیہ السلام کی ہے، محبوب روزے بھی داوٗد علیہ السلام کے ہیں۔ آپ علیہ السلام آدھی رات سوتے، پھر تہائی رات قیام کرتے، اور پھر دو تہائی رات سوجاتے۔ نیز ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن چھوڑ دیتے تھے۔“

(صحيح البخاري : 1131؛ صحيح مسلم : 181/1159)

سوال: کیا تراویح اور تہجد ایک ساتھ پڑھنا ثابت ہے؟

جواب: ائمہ محدثین کے نزدیک نماز تہجد اور تراویح میں کوئی فرق نہیں، یہ ایک نماز کے دو نام ہیں۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ تراویح اور تہجد دونوں علیحدہ نمازیں ہیں۔ تو ان کی یہ بات محل نظر ہے۔

❀ علامہ انور شاہ کاشمیری صاحب فرماتے ہیں:

لَمْ يَثْبُتْ فِي رِوَايَةٍ مِّنَ الرِّوَايَاتِ أَنَّهُ صَلَّى التَّرَاوِيحَ وَالتَّهَجُّدَ عَلٰى حِدَةٍ فِي رَمَضَانَ، بَلْ طَوَّلَ التَّرَاوِيحَ، وَبَيْنَ التَّرَاوِيحِ وَالتَّهَجُّدِ فِي عَهْدِهٖ لَمْ يَكُنْ فَرْقٌ فِي الرَّكْعَاتِ، بَلْ فِي الْوَقْتِ وَالصِّفَةِ، أَيِ اَلتَّرَاوِيحَ تَكُونُ بِالْجَمَاعَةِ فِي الْمَسْجِدِ بِخِلَافِ التَّهَجُّدِ، وَإِنَّ الشُّرُوعَ فِي التَّرَاوِيحِ يَكُونُ فِي أَوَّلِ اللَّيْلِ وَفِي التَّهَجُّدِ فِي آخِرِ اللَّيْلِ .

”ایسی کوئی روایت ثابت نہیں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں نماز تہجد اور تراویح الگ الگ پڑھی ہوں، بلکہ عہد رسالت میں رکعات کے اعتبار سے تراویح اور تہجد میں کوئی فرق نہیں تھا، البتہ وقت اور طریقے میں کچھ فرق تھا کہ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

تہجد کے برعکس تراویح مسجد میں باجماعت ادا کی جاتی تھی۔اسی طرح تراویح رات کے اول حصے میں پڑھی جاتی تھی اور نماز تہجد رات کے آخری حصہ میں ادا کی جاتی تھی۔‘‘

(العَرف الشّذي :1/166)

سوال: قعدۂ اخیرہ میں تورک کا کیا حکم ہے؟

جواب: آخری تشہد میں تورک جائز اور مشروع ہے، حدیث کے عمومی دلائل سے یہی ثابت ہوتا ہے۔

سوال: کن اُمور میں دائیں طرف کو اختیار کرنا چاہیے؟

جواب: تمام عمدہ اُمور میں دائیں جانب کو اختیار کرنا چاہیے، مثلاً کھانے، پینے، وضو، غسل، جوتا، کپڑا پہنتے وقت، کوئی چیز دینے یا پکڑنے کے وقت، وغیرہ وغیرہ۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْجِبُهُ التَّيَمُّنُ، فِي تَنَعُّلِهِ، وَتَرَجُّلِهِ، وَطُهُورِهِ، وَفِي شَأْنِهِ كُلِّهِ .

’’نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کنگھی کرنے، جوتا پہننے، وضو کرنے یا کوئی سا بھی کام سر انجام دینے میں دائیں جانب سے ابتداء کرنا پسند تھا۔‘‘

(صحيح البخاري : 168؛ صحيح مسلم : 268)

❀ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَجْعَلُ يَمِينَهُ لِطَعَامِهِ وَشَرَابِهِ وَثِيَابِهِ، وَيَجْعَلُ شِمَالَهُ لِمَا سِوَى ذٰلِكَ .

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

”نبی کریم ﷺ کھانے پینے اور پہننے میں دایاں ہاتھ استعمال کرتے اور دوسرے کاموں کے لئے بایاں ہاتھ استعمال کرتے۔“

(سنن أبي داود : 32؛ وسندهٗ حسنٌ)

امام حاکم رحمہ اللہ (109/4) نے اس حدیث کو ”صحیح“ کہا ہے۔

سوال: تیمّم کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر پاک پانی میسر نہ ہوئے، یا بیماری اور عذر کی وجہ سے پانی استعمال کرنا ممکن نہ ہو، تو وضو اور غسل کے لیے تیمّم کیا جا سکتا ہے۔

❁ سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

”ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر میں تھے کہ آپ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے، تو (دیکھا) ایک آدمی الگ بیٹھا تھا، جس نے لوگوں کے ساتھ نماز نہیں پڑھی تھی۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: فلاں! آپ نے لوگوں کے ساتھ نماز کیوں نہ پڑھی؟ کہنے لگے: اللہ کے رسول! میں جنبی ہو گیا ہوں اور پانی دستیاب نہیں، فرمایا: مٹی استعمال کر لیں، یہی کافی ہے۔“

(صحيح البخاري : 344، صحيح مسلم : 682، المنتقى لابن الجارود : 122)

❁ عبدالرحمن بن ابزی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

”ایک آدمی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کہنے لگا: میں جنبی ہوں، پانی نہیں ملا، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: نماز ہی نہ پڑھیے، سیدنا عمار رضی اللہ عنہ کہنے لگے: امیر المومنین! یاد نہیں، جب میں اور آپ ایک قافلہ میں (سفر کر رہے) تھے؟ ہم جنبی ہو گئے اور پانی نہ ملا، آپ نے نماز نہ پڑھی، مگر میں نے (جانوروں کی

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

طرح) زمین پر لوٹ پوٹ ہو کر نماز پڑھ لی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا: آپ کے لیے اتنا ہی کافی تھا کہ اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارتے، پھر پھونک مار کر اپنے چہرے اور دونوں ہاتھوں پر مل لیتے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: عمار! اللہ سے ڈریے! سیدنا عمار رضی اللہ عنہ کہنے لگے: اگر آپ چاہتے ہیں، تو میں یہ حدیث بیان نہیں کروں گا۔

حکم رحمہ اللہ کہتے ہیں: عبدالرحمٰن بن ابزیٰ رحمہ اللہ نے مجھے بھی یہ حدیث اسی طرح بیان کی ہے، نیز حکم والی سند میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمار رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ اپنی بیان کردہ روایت کے خود ذمہ دار ہیں۔''

(صحيح البخاري: 339، صحيح مسلم: 112/368، المنتقى لابن الجارود: 125)

سوال: کن چیزوں سے تیمّم ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: جن چیزوں کی وجہ سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، انہیں سے تیمّم ٹوٹ جاتا ہے، کیونکہ تیمّم وضو اور غسل کا بدل ہے۔

سوال: کیا تیمّم میں نیت شرط ہے؟

جواب: ہر مشروع عمل کے لیے نیت شرط ہے، تیمّم کے لیے نیت شرط ہے۔

سوال: کیا تیمّم سے پہلے ''بسم اللہ'' کہنی چاہیے؟

جواب: وضو کی طرح تیمّم سے پہلے بھی ''بسم اللہ'' پڑھنی چاہیے۔

❀❀❀❀❀❀❀

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۵۲)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا ٹھنڈے پانی کے متعلق روز قیامت سوال ہوگا؟

جواب: قدرتی ٹھنڈا پانی اللہ تعالیٰ کی بہترین نعمتوں میں سے ہے، جسے اللہ تعالیٰ بطور احسان ذکر کرے گا۔ اس کا حساب ہوگا۔ (سنن ترمذی: ۳۳۵۸، وسندہ صحیح)

سوال: کیا کسی صحابی نے قبر سے سورت ملک پڑھنے کی آواز سنی؟

جواب: اس طرح کی روایت سنن ترمذی (۲۸۹۰) میں آتی ہے۔ اس کی سند ضعیف اور غیر ثابت ہے۔ عمرو بن مالک نکری کی حدیث ابوالجوزاء سے غیر محفوظ ہوتی ہے۔

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَالَ ابْنُ عَدِيٍّ : حَدَّثَ عَنْهُ عَمْرُو بْنُ مَالِكٍ قَدْرَ عَشْرَةِ أَحَادِيثَ غَيْرِ مَحْفُوظَةٍ .

''ابن عدی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ابوالجوزاء سے عمرو بن مالک نے تقریباً دس غیر محفوظ احادیث بیان کی ہیں۔''

(تهذيب التّهذيب: 336/1)

یہ جرح مفسر ہے، مذکورہ روایت بھی عمرو بن مالک نکری نے اپنے استاذ ابوالجوزاء سے بیان کی ہے، لہٰذا غیر محفوظ ہے

سوال: کیا مباہلہ کا حکم اب بھی باقی ہے؟

www.KitaboSunnat.com

(جواب): مباہلہ جائز ہے، یہ نبی کریم ﷺ کا خاصہ نہیں، بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور بعد کے اہل علم سے بھی غیر نبی کے لیے مباہلہ کا جواز ثابت ہے۔

ماضی قریب میں ایک مشہور مباہلہ ہوا، جو شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ اور مرزا غلام احمد قادیانی کے مابین طے ہوا، پھر چشم فلک نے دیکھا کہ مرزا کس طرح رسوا ہو کر واصل جہنم ہوا اور شیخ الاسلام رحمہ اللہ کئی سال بعد سرگودھا میں فوت ہوئے۔

❁ ''مہر منیر'' کے مؤلف فیض احمد بریلوی صاحب لکھتے ہیں:

''اسی طرح مرزا صاحب نے مولوی ثناء اللہ امرتسری کے خلاف بھی ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء کو اشتہار دے کر اللہ تعالیٰ کی جناب میں ایک مضطرب دعا شائع کی تھی کہ اگر میں مفسد و کذاب ہوں، تو مولوی ثناء اللہ کی زندگی میں مجھے ہلاک کر اور اگر مولوی ثناء اللہ ان تہمتوں میں، جو وہ مجھ پر لگاتا ہے، حق پر نہیں، تو میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ میری زندگی میں ان کو نابود کر ...... میں ان کے ہاتھ سے بہت ستایا گیا اور صبر کرتا رہا، مگر میں دیکھتا ہوں کہ ان کی بدزبانی حد سے گزر گئی ہے، وہ مجھے ان چوروں اور ڈاکوؤں سے بھی بدتر سمجھتے ہیں، جن کا وجود دنیا کے لیے سخت خطرناک ہوتا ہے، وغیرہ وغیرہ۔ مرزا صاحب نے بحوالہ اخبار بدر مؤرخہ ۲۵ اپریل ۱۹۰۷ء اپنی اس دعا کے متعلق دعویٰ کیا تھا کہ ''ثناء اللہ کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے، یہ دراصل ہماری طرف سے نہیں، بلکہ خدا ہی کی طرف سے اس کی بنیاد رکھی گئی ہے۔''

پھر اس دعا کا نتیجہ تمام دنیا پر روشن ہے کہ مولوی ثناء اللہ ۱۵ مارچ ۱۹۴۸ء کو پاکستان میں آ کر فوت ہوئے اور عمر بھر قادیانیت کے خلاف تحریری اور تقریری

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جہاد میں مصروف رہے۔“

(مہر منیر، ص183)

سوال: قرآن کریم کی خرید وفروخت جائز ہے؟

جواب: جی ہاں، قرآن پاک کی خرید وفروخت جائز ہے۔

قرآن کریم کی خرید وفروخت پر صحیح بخاری (۵۷۳۷ براویۃ ابن عباس رضی اللہ عنہما)، صحیح بخاری (۵۷۳۶) اور صحیح مسلم (۲۲۰۱ بروایۃ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ) کی حدیث کو دلیل بناتے ہوتے ہوئے حافظ خطابی رحمہ اللہ (۳۸۸ھ) لکھتے ہیں:

”حدیث سے قرآن کریم کی خرید وفروخت اور اسے لکھنے پر اجرت لینے کا جواز ملتا ہے، نیز یہ حدیث اسمائے حسنیٰ کے ساتھ دم کرنے اور طبیب و معالج کے لیے علاج کرنے پر اجرت کا جواز فراہم کرتی ہے، کیوں کہ قرآن کی قرأت، دم اور پھونک مارنا مباح کام ہیں، یوں اس پر اجرت لینا بھی مباح ہے۔“

(مَعالم السّنن : 101/3)

سوال: کیا صفات باری تعالیٰ والی آیات متشابہات میں سے ہیں؟

جواب: آیات صفات کو متشابہات قرار دینا حقیقت میں مفوضہ کا مذہب ہے۔ وہ صفات والی نصوص کو متشابہ کہتے ہیں، ان کی مراد ہوتی ہے کہ صفات باری تعالیٰ اور اسمائے حسنیٰ کا معنی اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ سلف صالحین اور ائمہ اہل حدیث اس سے بری تھے۔ وہ ان کی کیفیت کا علم اللہ کے سپرد کرتے تھے، وہ استواء علی العرش، نزول وغیرہ کے معانی سے واقف تھے۔ صفات والی آیات کو متشابہات قرار دینا، توحید سے روگردانی ہے اور سلف صالحین کی مخالفت ہے۔ سلف کی مخالفت میں کوئی عقیدہ معتبر نہیں۔ توحید والی آیات کو

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

متشابہات قرار دے کر قدریہ، جبریہ، جہمیہ، اشاعرہ، ماتریدہ، رافضیہ، مفوضہ اور خوارج نے خوب فائدہ اٹھایا ہے۔ یوں بہت ساری آیات بینات کو مہمل (بے معنی) بنا کر معطلہ بن گئے۔ ہر صاحب علم جانتا ہے کہ صفات باری تعالیٰ عقیدہ توحید کی اساس ہیں اور محکم آیات سے ثابت ہیں۔

❀ شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

''یہ تاویلات کلام اللہ کی صریح تحریف اور آیات بینات میں الحاد ہے۔ اللہ، اس کے رسول اور قرآن پر جھوٹ ہے۔ آپ کو کہا جائے کہ ان صفات کے معانی اللہ نے اپنے پاس رکھے ہیں، تو آپ اسے حق مت سمجھیں، بل کہ یہ بالکل باطل ہے۔ جیسے جھوٹی گواہی اور کفار کے کفر کو اللہ جانتا ہے کہ یہ باطل ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بھی کچھ اسباب کے ذریعے ان کا بطلان عیاں کر دیتا ہے۔ مثلاً دلائل وغیرہ۔ گمراہوں کی تحریف میں وقوع کی اصل وجہ یہ ہے کہ انہوں نے کتاب اللہ کو ایسے نہیں سمجھا، جیسے صحابہ کرام اور تابعین عظام نے سمجھا تھا، دوسری بڑی وجہ یہ ہے کہ کتاب وسنت کے مدلولات سے معارضہ کرنا ہے۔ یہ بھی (کفار) کی طرح اللہ اور رسول کریم ﷺ کے دشمن ہیں، بس فرق یہ ہے کہ ان کی دشمنی نفاق اور دھوکہ کی بنا پر ہے۔''

(درء تعارض العقل والنقل: ۳۸۳/۵)

نیز فرماتے ہیں:

تَأْوِيلُ هٰؤُلَاءِ الْمُتَأَخِّرِينَ عِنْدَ الْأَئِمَّةِ تَحْرِيفٌ بَاطِلٌ .

''ائمہ حق کے مطابق ان متاخرین کی تاویل، باطل تحریف ہے۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(مجموع الفتاویٰ : ۲۹۵/۱۳)

سوال: مثلہ کا کیا حکم ہے؟

جواب: مثلہ کا معنی ہے؛ انسان کے اعضا مثلاً ناک، کان، آنکھ، عضو خاص یا کسی بھی حصے کو کاٹ دینا۔ انسانی وجود مسلمان کا ہو یا کافر ہے، اس کا مثلہ جائز نہیں، حتیٰ کہ کفر واسلام کا معرکہ، کہ جس میں بہت سے ناجائز اُمور بھی جائز ہو جاتے ہیں، اس میں بھی کفار کے مقتولین کا مثلہ کرنے کی اجازت نہیں۔ نبی کریم ﷺ جب بھی جنگی مہم روانہ کرتے، تو انہیں کچھ نصیحتیں فرماتے تھے، جن میں سے ایک یہ ہوتی کہ کسی کا مثلہ نہیں کرنا۔

❀ سیدنا بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ جب کسی لشکر کو یا سریہ کا امیر مقرر فرماتے تو اسے بالخصوص اپنے اور اپنے مسلمان ساتھیوں کے ساتھ بھلائی کی وصیت کرتے، پھر فرماتے: اللہ کا نام لے کر اس کے راستے میں جہاد کریں، اللہ کے منکروں سے لڑائی کریں، دھوکہ نہ دینا، خیانت نہ کرنا، مثلہ نہ کرنا، بچوں کو قتل نہ کرنا......۔''

(صحیح مسلم :1731، المنتقی لابن الجارود : 1042)

سوال: مندرجہ ذیل حدیث کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❀ سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے منسوب ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَا قَوَدَ إِلَّا بِالسَّيْفِ .

''قصاص صرف تلوار سے لیا جائے۔''

(سنن ابن ماجہ : 2667)

جواب: روایت سخت ضعیف ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

① جابر بن یزید جعفی ''متروک وکذاب'' ہے۔

② ابو عازب مجہول ہے۔

اس حدیث کو بہت سے اہل علم نے ''ضعیف'' قرار دیا ہے۔

اس حدیث کی اور بھی سندیں ہیں، سب کی سب ضعیف ہیں۔

❀ حافظ بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كُلُّهَا ضَعِيفٌ .

''سب کی سب سندیں ضعیف ہیں۔''

(مَعرِفة السّنن والآثار : 80/12)

سوال: مجوس کے ذبیحہ کا کیا حکم ہے؟

جواب: مجوس مشرک قوم ہے، ان کا ذبیحہ حلال نہیں، تو جس طرح مشرک کافر کا ذبیحہ حرام ہے، اسی طرح مجوسی کا ذبیحہ بھی حرام ہے، کفار میں سے صرف اہل کتاب کا ذبیحہ حلال کیا گیا ہے۔

❀ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعُوا عَلٰى أَنَّ ذَبَائِحَ الْمَجُوسِ حَرَامٌ لَا تُؤْكَلُ .

''(تقریباً تمام) اہل علم کا اجماع ہے کہ مجوس کے ذبیحے حرام ہیں، انہیں کھایا نہیں جا سکتا۔''

(الإجماع : 225)

سوال: مجوسی کی شکار کی ہوئی مچھلی وغیرہ کا کیا حکم ہے؟

جواب: مچھلی اور ٹڈی وغیرہ کو چونکہ ذبح نہیں کیا جاتا، اس لیے اگر اس کا شکار مجوسی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بھی کرے، تو کھایا جا سکتا ہے۔

❀ حافظ ابن قطان رحمہ اللہ (٦٢٨ ھ) فرماتے ہیں:

لَا بَأْسَ بِأَكْلِ الْحِيتَانِ يَصِيدُهَا الْمَجُوسِيُّ، وَعَلَيْهِ جُمْهُورُ الْعُلَمَاءِ .

''اس مچھلی کو کھانے میں کوئی حرج نہیں، جسے مجوسی نے شکار کیا ہو، جمہور علما کا یہی فتوی ہے۔''

(الإقناع : 1788)

سوال: کیا مجوس کی پاکدامن عورتوں سے نکاح جائز ہے؟

جواب: مجوس کا حکم مشرکوں والا ہے، ان کی عورتوں سے نکاح جائز نہیں، یہ اجازت صرف اہل کتاب کی پاک دامن عورتوں سے ہے اور مجوس اہل کتاب نہیں ہیں۔

سوال: مدینہ افضل ہے یا مکہ؟

جواب: اہل سنت والجماعت کے نزدیک مکہ اور مدینہ دونوں حرم ہیں، مگر مکہ مدینہ سے افضل ہے۔ جبکہ بعض کا کہنا ہے کہ مکہ اس وقت تک افضل تھا، جب تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت نہ کی تھی، ہجرت کے بعد مدینہ افضل ہو گیا، یہ بے دلیل بات ہے۔

سوال: کیا مدینہ حرم ہے؟

جواب: مدینہ حرم ہے۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''اگر میں مدینہ میں ہرن دیکھوں، تو انہیں کبھی نہ چھیڑوں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: مدینہ کے دونوں پتھریلے میدانوں کی درمیانی زمین حرم ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں: حرم مدینہ، مدینہ کے چاروں طرف ایک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک برید (بارہ بارہ میل) ہے۔لابتان سے مراد حرتان ہی ہیں۔''

(صحيح البخاري : 1873، صحيح مسلم : 1372، المنتقى لابن الجارود : 510)

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَرَّمَ مَا بَيْنَ لَابَتِي الْمَدِينَةِ لَا يُعْضَدُ شَجَرُهَا وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے دونوں پتھریلے میدانوں کی درمیانی زمین کو حرم قرار دیا ہے، نہ اس کے درخت کاٹے جائیں اور نہ اس کے شکار کو بھگایا جائے۔''

(صحيح البخاري : 1873، صحيح مسلم : 1372، المنتقى لابن الجارود : 511)

سوال: کیا دجال مدینہ میں داخل ہوگا؟

جواب: دجال مدینہ میں داخل ہونے کی کوشش کرے گا، مگر وہاں فرشتے پہرہ دے رہے ہوں گے، جو اسے مدینہ میں داخل ہونے سے روکیں گے۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''دجال مدینہ منورہ میں داخل نہیں ہو سکے گا، البتہ وہ خندق میں داخل ہو جائے گا۔ مدینہ منورہ کے ہر راستے پر فرشتے اس کی حفاظت پر مامور ہوں گے۔ سب سے پہلے عورتیں اور لونڈیاں دجال کی پیروی کریں گی۔ دجال مدینہ منورہ کی طرف جائے گا اور لوگ اس کے پیچھے ہوں گے، لیکن فرشتے اسے روک دیں گے۔ وہ غصے سے واپس آ کر خندق میں پڑاؤ ڈال لے گا۔ اسی وقت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام آسمان سے اتریں گے۔''

(المُعجم الأوسط للطّبراني : 5465، وسندهٗ حسنٌ)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

''میں رو رہی تھی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے، فرمایا: آپ کیوں رو رہی ہیں؟ عرض کیا: اللہ کے رسول! کیونکہ (کل) آپ نے دجال کا ذکر کیا تھا، فرمایا: روئیے مت، اگر میرے جیتے جی وہ نکل آیا، تو میں تمہیں اس سے کافی ہو جاؤں گا اور اگر میں فوت ہو گیا، تو (یہ یاد رکھنا کہ) تمہارا رب کانا نہیں ہے، دجال نکلے گا اور اس کے ساتھ اصبھان کے یہودی ہوں گے، پھر وہ چلے گا حتی کہ مدینہ کے بیرونی کنارے پر پڑاؤ ڈالے گا، اس وقت مدینہ کے بُرے لوگ اس کے ساتھ مل جائیں گے، پھر وہ چلے گا حتی کہ مقام لد (بیت المقدس کے قریب ایک بستی) تک پہنچ جائے گا، سیدنا عیسیٰ علیہ السلام (آسمان سے) نازل ہو کر اسے قتل کر دیں گے، پھر آپ زمین پر چالیس سال تک یا چالیس سال کے قریب ایک امامِ عادل اور حاکمِ منصف کی حیثیت سے رہیں گے۔''

(مصنف ابن أبي شيبة : 134/15، مسند الإمام أحمد : 75/6، السّنّة لعبد اللّه بن أحمد : 996، وسندہٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (6822) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❁ علامہ ہیثمی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

رِجَالُهٗ رِجَالُ الصَّحِيحِ غَيْرُ الْحَضْرَمِيِّ بْنِ لَاحِقٍ، وَهُوَ ثِقَةٌ.

''اس کے تمام راوی صحیح بخاری کے ہیں، سوائے حضرمی بن لاحق کے۔ وہ ثقہ ہیں۔''

(مَجمع الزّوائد : 338/7)

سوال: کیا مسجد نبوی کے کسی حصہ کو ''جنت کا باغیچہ'' کہا گیا ہے؟

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

جواب: منبر رسول اور نبی کریم ﷺ کے گھر کے درمیانی حصے کو ''جنت کا باغیچہ'' کہا گیا ہے۔

❁ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَا بَيْنَ بَيْتِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِّنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ .

''میرے گھر اور میرے منبر کا درمیانی حصہ جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ ہے۔''

(صحيح البخاري: 1196، صحيح مسلم: 1391)

سوال: کیا مذی نجس ہے؟

جواب: مذی سے مراد وہ سفید رقیق مادہ ہے، جو شہوت کے وقت مرد یا عورت کے عضو خاص سے نکلتا ہے۔ اس کے نجس ہونے پر اجماع ہے۔

❁ حافظ بغوی رحمہ اللہ (٥١٦ھ) فرماتے ہیں:

اِتَّفَقُوا عَلٰى نَجَاسَةِ الْمَذِيِّ وَالْوَدْيِ .

''اہل علم کا اتفاق ہے کہ مذی اور ودی نجس ہیں۔''

(شرح السّنة: 90/2)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَتِ الْأُمَّةُ عَلٰى نَجَاسَةِ الْمَذْيِ وَالْوَدْيِ .

''امت کا اجماع ہے کہ مذی اور ودی نجس ہیں۔''

(المَجموع شرح المهذّب: 552/2)

سوال: حدیث میں آیا ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کے حضور پیٹ کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خراب ہونے کی شکایت کی، تو آپ ﷺ نے شہد پینے کا حکم دیا......۔ جبکہ شہد سے تو مزید پیچش لگ جاتے ہیں، نبی کریم ﷺ نے شہد پینے کا حکم کیوں دیا؟

جواب: سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک صحابی نے آ کر عرض کی:

أَخِي يَشْتَكِي بَطْنَهٗ، فَقَالَ: اسْقِهِ عَسَلًا ثُمَّ أَتَى الثَّانِيَةَ، فَقَالَ: اسْقِهِ عَسَلًا ثُمَّ أَتَاهُ الثَّالِثَةَ فَقَالَ: اسْقِهِ عَسَلًا ثُمَّ أَتَاهُ فَقَالَ: قَدْ فَعَلْتُ، فَقَالَ: صَدَقَ اللّٰهُ، وَكَذَبَ بَطْنُ أَخِيكَ، اسْقِهِ عَسَلًا فَسَقَاهُ فَبَرَأَ.

''میرے بھائی کا پیٹ خراب تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو شہد پلائیں، میں دوبارہ آیا، فرمایا: اس کو شہد پلائیں، پھر تیسری مرتبہ آیا، عرض کیا: پلایا ہے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سچ کہتے ہیں اور آپ کے بھائی کا پیٹ خطا پر ہے، جائیے اسے شہد پلائیے، انہوں نے شہد پلایا، تو شفایاب ہو گیا۔''

(صحيح البخاري: 5684، صحيح مسلم: 2217)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (852ھ) لکھتے ہیں:

''علامہ خطابی وغیرہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اہل حجاز ''کذب'' کو ''خطا'' کے معنی میں بھی استعمال کرتے ہیں، کہا جاتا ہے کہ كَذَبَ سَمْعُكَ '' آپ کے کانوں نے خطا کی۔'' اس حقیقت کو نہیں پا سکے، جو ان سے عرض گزار کی جا رہی ہے۔ كَذَبَ بَطْنُهٗ کا معنی ہے کہ وہ تھوڑا غلطی پر جا پڑا، (ابھی) شفایابی کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ بعض ملاحدہ اس پر اعتراض کرتے ہیں کہ شہد تو خود اسہال

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لگا تا ہے، اس سے اسہال ختم ہونا کیسے ممکن ہے؟

جواب: یہ ان کی جہالت ہے، جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے: یہ لوگ اس چیز کو جھٹلا دیتے ہیں، جس کے علم کا احاطہ نہیں کر پاتے۔ اطبا کا اتفاق ہے کہ ایک ہی مرض کا علاج عمر، عادت، وقت، غذا، موسم، تدبیر اور طبیعت کے لحاظ سے ہر مریض کے لئے مختلف ہوتا ہے۔ نیز اطبا کا اتفاق ہے کہ پیچش مختلف بیماریوں سے لاحق ہوتے ہیں، مثلاً بدہضمی سے ہونے والے ہیضہ کی وجہ سے۔ اطبا کا اتفاق ہے کہ اس ہیضے کا علاج مزاج کے مطابق اور مخالف اشیا کے استعمال سے ہوتا ہے۔ اگر اس مریض کو اسہال (پیچش) کی ضرورت ہے، تو اسے (کسی دوا کے ذریعہ) اسہال لگا دیے جاتے ہیں، جب تک مریض میں طاقت موجود رہے۔ ممکن ہے کہ (حدیث میں موجود) اس شخص کا پیٹ بھی ہیضہ کی وجہ سے خراب ہو، تو نبی کریم ﷺ نے اسے شہد تجویز کیا، تا کہ اس کے معدہ اور انتڑیوں میں موجود زائد اور فاضل مادہ خارج ہو جائے، کیونکہ شہد میں تاثیر ہوتی ہے اور یہ معدہ کے زائد مادے کو خارج کر دیتا ہے، جو چکنائی کے جم جانے کی وجہ سے معدے پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اس سے معدہ میں خوراک ٹھہر نہیں پاتی۔ معدہ میں (اندرونی سطح کو ڈھانپنے کے لیے) ریشے (جھالر) ہوتے ہیں، جیسا کہ تولیہ کے ریشے ہوتے ہیں۔ ان ریشوں میں جب کوئی چکنی اور پیچیدہ خوراک پھنس جاتی ہے، تو یہ چکناہٹ ان ریشوں کو خراب کر دیتی ہے اور ہر کھائی جانے والی خوراک بھی ضائع کر دیتی ہے۔ اس کے علاج میں وہی چیز استعمال کی جائے گی، جو اس ملغوبے کو خارج کر دے۔ اس سلسلہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں شہد سے اچھی کوئی چیز نہیں ہو سکتی، خصوصاً جب اسے نیم گرم پانی میں ملا کر استعمال کیا جائے۔ اور اس کا فائدہ ایک ہی بار استعمال کرنے سے تھوڑا ہو جائے گا، کیونکہ دوا کی مقدار مرض کے مطابق ہونی ضروری ہے۔ اگر دوا کی مقدار کم ہوگی، تو اس سے مکمل طور پر فائدہ نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح اگر دوا کی مقدار مرض کے اعتبار زیادہ ہوگی، تو کمزوری کا باعث بنے گی اور مزید کسی بیماری کا سبب بھی بن سکتی ہے۔ گویا (نبی کریم ﷺ کے پاس آنے والے) اس شخص (کے بھائی) نے شروع میں اتنی مقدار میں شہد پیا کہ جو مرض کے لحاظ سے کم تھا، تو نبی کریم ﷺ نے مسلسل شہد پینے کا حکم دیا۔ جب اس نے مرض کے مطابق تسلسل کے ساتھ شہد پیا، تو اللہ کے حکم سے شفایاب ہو گیا۔ فرمان نبوی: كَذَبَ بَطْنُ أَخِيكَ ''تیرے بھائی کا پیٹ خطا کر گیا۔'' میں اشارہ ہے کہ یہ دوا (شہد) نفع مند ہے۔ جو ابھی بیماری باقی ہے، اس کا سبب یہ نہیں کہ دوا میں تاثیر نہیں، بلکہ وجہ یہ ہے کہ (معدے میں) فاسد مادہ بہت زیادہ ہے۔ اسی لیے نبی کریم ﷺ نے اسے حکم دیا کہ وہ لگا تار شہد پیتا رہے، تاکہ یہ فاسد مادہ زائل ہو جائے۔ ایسا ہی ہوا اور وہ اللہ کے حکم سے تندرست ہو گیا۔''

(فتح الباري : 10/169)

سوال: کیا بیماری ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب ہوتی ہے؟

جواب: اگر بیمار آدمی صحیح العقیدہ اور نیک و صالح ہے، تو یہ بیماری اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے لیے آزمائش ہے، وہ اس پر صبر کرے، تو کئی بھلائیاں سمیٹ سکتا ہے، جیسا کہ انبیائے کرام علیہم السلام پر بیماریاں آئی ہیں، اگر ہر بیماری اللہ کا عذاب ہوتی، تو کسی نبی پر بیماری

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہ آتی۔ البتہ اگر بیمار شخص فاسد العقیدہ ہے یا برے اعمال کرنے والا ہے، تو یہ بیماری اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب بھی ہو سکتی ہے۔ الغرض بیماری آنے کے بعد انسان کو اپنے اعمال پر غور کرنا چاہیے اور اپنے کردہ گناہوں کی معافی مانگی چاہیے، نیز اس بیماری پر صبر کر کے نیکیاں کمانی چاہییں، مصائب کی عبادت یہی ہے۔

سوال: کیا بیمار شخص بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہے؟

جواب: بیماری کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے۔ اس پر مکمل ثواب ملتا ہے۔

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے سے گر گئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے داہنے پہلو پر خراشیں آگئیں، ہم آپ کی عیادت کرنے گئے، تو نماز کا وقت ہو گیا، آپ نے بیٹھ کر نماز پڑھائی، تو ہم نے بھی (آپ کے پیچھے) بیٹھ کر نماز پڑھی۔"

(صحيح البخاري : 689، صحيح مسلم : 411، المنتقى لابن الجارود : 229)

سوال: کیا نوافل بغیر عذر کے بیٹھ کر پڑھے جا سکتے ہیں؟

جواب: نوافل بلا عذر بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے، مگر اس سے آدھا ثواب ملے گا۔

❁ سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیٹھ کر نماز پڑھنے کے متعلق پوچھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ صَلّٰى قَائِمًا فَهُوَ أَفْضَلُ وَمَنْ صَلّٰى قَاعِدًا فَلَهٗ نِصْفُ أَجْرِ الْقَائِمِ وَمَنْ صَلّٰى نَائِمًا فَلَهٗ نِصْفُ أَجْرِ الْقَاعِدِ .

"کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والا افضل ہے، جو بیٹھ کر نماز پڑھتا ہے، اسے کھڑا ہونے والے سے آدھا ثواب ملتا ہے اور جو لیٹ کر نماز پڑھتا ہے، اسے بیٹھنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

والے سے آدھا ثواب ملتا ہے۔‘‘

(صحيح البخاري : 1115، المنتقى لابن الجارود : 230)

سوال: کیا مسبوق (جس کی جماعت سے ایک یا زائد رکعات رہ گئی ہوں) سجدہ سہو میں بھی امام کی اقتدا کرے گا؟

جواب: اگر دوران نماز امام سے کوئی سہو ہو جائے اور وہ آخر میں سجدہ سہو کرے، تو خواہ امام کی غلطی کے وقت مسبوق جماعت میں شامل ہو چکا ہو یا بعد میں شامل ہوا ہو، ہر صورت وہ امام کی اقتدا میں سجدہ سہو کرے گا، پھر جب امام سلام پھیر دے، تو مسبوق اپنی بقیہ نماز ادا کرے۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ.

’’امام اس لیے بنایا جاتا ہے، تاکہ اس کی اقتدا کی جائے۔‘‘

(صحيح البخاري : 688، صحيح مسلم : 412)

سوال: کیا مساجد کو کسی کی طرف منسوب کرنا جائز ہے؟

جواب: مسجد کو کسی شخص یا قبیلے کی طرف منسوب کیا جا سکتا ہے، ایسا تعارف اور پہچان کے لیے کیا جاتا ہے، لہٰذا اس میں کوئی حرج نہیں، عہد نبوی میں بعض مساجد کو منسوب کیا جاتا تھا، جیسے مسجد بنی زریق وغیرہ۔ آج بھی مساجد کو انبیائے کرام علیہم السلام، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یا علمائے دین میں سے کسی کی طرف منسوب کیا جا سکتا ہے۔

سوال: مسجد کی تعمیر کے لیے کافروں سے تعاون لینا کیسا ہے؟

جواب: تعمیر مسجد میں کافروں سے تعاون لینے میں کوئی حرج نہیں۔ مشرکین مکہ نے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

بھی بیت اللہ کی تعمیر کی تھی، وہ شرعی اُصولوں کے مطابق حلال وحرام کے پابند نہیں تھے۔

سوال: حرام مال سے تعمیر شدہ مسجد کا کیا حکم ہے؟

جواب: حرام مال سے مسجد تعمیر کرنا جائز ہے، اگر کسی نے حرام مال سے مسجد تعمیر کر دی، تو اسے ثواب نہیں ملے گا، اللہ تعالیٰ طیب ہے اور وہ طیب مال ہی قبول کرتا ہے۔ البتہ اس مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہے۔

سوال: کیا مساجد کی توہین کفر ہے؟

جواب: مساجد اللہ کے شعائر ہیں اور شعائر اللہ کی توہین کفر ہے۔

سوال: مسجد کی تعمیر کرنے والے کا کیا ثواب ہے؟

جواب: مسجد کی تعمیر کرنے والے کے لیے اللہ تعالیٰ جنت میں گھر تیار کر دیتا ہے۔

(صحيح البخاري : 450، صحيح مسلم : 533)

سوال: مساجد کی تزئین وآرائش کا کیا حکم ہے؟

جواب: مساجد کو خوبصورت بنانا چاہیے، اس میں جائز حد تک تزئین وآرائش کا بندوبست بھی کرنا چاہیے، تاکہ لوگ آرام وسکون کے لیے ساتھ نماز ادا کر سکیں۔

سوال: مسجد میں داخل ہوتے وقت کیا دعا پڑھنی چاہیے؟

جواب: مسجد میں داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھیں:

اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ .

”اللہ! میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔“

(صحيح مسلم : 713)

مسجد سے نکلتے وقت یہ دعا پڑھیں:

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ .

”اے اللہ! میں تجھ سے تیرے فضل کا سوال کرتا ہوں۔“

(صحیح مسلم : 713)

سوال: مباہلہ کا کیا حکم ہے؟

جواب: مباہلہ شرعا جائز ہے، ہر منحرف، ملحد اور باطل پرست سے مباہلہ کیا جا سکتا ہے۔

❀ علامہ ابن الاثیر رحمہ اللہ (٦٠٦ ھ) فرماتے ہیں:

اَلْمُبَاهَلَةُ الْمُلَاعَنَةُ، وَهُوَ أَنْ يَجْتَمِعَ الْقَوْمُ إِذَا اخْتَلَفُوا فِي شَيْءٍ فَيَقُولُوا : لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظَّالِمِ مِنَّا .

”مباہلہ اور ملاعنہ یہ ہے کہ جب کسی جماعت کا کسی مسئلہ میں اختلاف ہو جائے، تو اکٹھے ہو کر یہ کہنا: ہم میں سے جو ظالم ہے، اس پر اللہ کی لعنت ہو۔“

(النّهاية في غريب الحديث : 167/1، لسان العَرب لابن منظور : 72/11)

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ﴾(آل عمران : ٦١)

”(اے نبی!) علم آ جانے کے باوجود کوئی جھگڑے، تو اسے کہہ دیں: آئیے! ہم اپنی آل واولاد کے ساتھ آتے ہیں، آپ اپنی آل واولاد کے ساتھ آ جائیں، مباہلہ کرتے ہیں اور جھوٹے پر اللہ کی لعنت بھیجتے ہیں۔“

❀ سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

”اہل نجران کے دو بندے عاقب اور سید ملاعنہ (مباہلہ) کے ارادے سے رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے، تو ایک ساتھی نے دوسرے سے کہا: ایسا نہ کرو، اللہ کی قسم! اگر وہ نبی ہوئے اور ہم نے ان سے ملاعنہ (مباہلہ) کر لیا، تو نہ ہم بچ پائیں گے اور نہ ہمارے پچھلے۔“

(صحيح البخاري: 4380، واللّفظ لهٗ، صحيح مسلم: 2420)

❁ شارح بخاری، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) لکھتے ہیں:

”اس میں دلیل ہے کہ حق واضح ہونے کے بعد اگر مخالف اصرار کرے، تو اس سے مباہلہ کرنا مشروع ہے۔......اہل علم کی ایک جماعت نے مباہلہ کیا ہے۔ یہ بات تجربہ سے معلوم ہے کہ جس باطل پرست نے مباہلہ کیا، تو اس پر ایک سال نہیں گزرتا، (وہ مر جاتا ہے۔) میرا بھی ایک متعصب ملحد کے ساتھ مباہلہ ہوا، اس کے بعد وہ صرف دو ماہ زندہ رہا۔“

(فتح الباري: 95/8)

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

لَوْ خَرَجَ الَّذِينَ يُبَاهِلُونَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَرَجَعُوا لَا يَجِدُونَ مَالًا وَلَا أَهْلًا.

”جو لوگ رسول اللہ ﷺ سے مباہلہ کے لیے آئے، اگر وہ مباہلہ کے لیے باہر نکل آتے، تو واپس لوٹنے پر انہیں مال ومتاع اور اہل وعیال (صحیح سلامت) نہ ملتے۔“

(مسند الإمام أحمد: 2225، السّنن الكبرىٰ للنّسائي: 10995، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ فرماتے ہیں:

www.KitaboSunnat.com

وَدِدْتُ أَنَّ هٰؤُلَاءِ الَّذِينَ يُخَالِفُونِي فِي الْفَرِيضَةِ نَجْتَمِعُ فَنَضَعُ أَيْدِيَنَا عَلَى الرُّكْنِ، ثُمَّ نَبْتَهِلُ فَنَجْعَلُ لَعْنَةَ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ .

''جو لوگ مجھ سے وراثت (کے مسئلہ عول) میں اختلاف کرتے ہیں، میرا دل کرتا ہے کہ ہم جمع ہوں، رکن یمانی پر ہاتھ رکھیں اور مباہلہ کرتے ہوئے جھوٹوں پر اللہ کی لعنت کریں۔''

(الفقيه والمتفقّة للخطيب : 123/2، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ عکرمہ رحمہ اللہ آیت تطہیر کے بارے میں فرماتے ہیں:

مَنْ شَاءَ بَاهَلْتُهٗ أَنَّهَا نَزَلَتْ فِي أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''میں اس پر مباہلے کو تیار ہوں کہ یہ آیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کے بارے میں نازل ہوئی۔''(تفسير ابن كثير : 411/6، وسندهٗ حسنٌ)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) کا بعض اتحادی صوفیوں سے مباہلہ ثابت ہے۔

(مَجموع الفتاویٰ : 4/82-83)

❁ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

''اہل باطل سے مجادلہ کرنے میں سنت طریقہ یہ ہے کہ جب ان پر اللہ کی حجت قائم ہو جائے، وہ حق کی طرف نہ پلٹیں، بلکہ عناد پر رہیں، تو انہیں مباہلہ کی دعوت دی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مباہلہ کا حکم دیا اور یہ نہیں فرمایا کہ مباہلہ آپ کے بعد امت کے لیے جائز نہیں ہے۔ نبی کریم رضی اللہ عنہما کے چچا زاد سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ایک شخص کو مباہلہ کی دعوت دی، جس نے ایک فروعی مسئلہ کا انکار کیا تھا، اس دعوت مباہلہ کی وجہ سے سیدنا عبد اللہ بن

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

عباس رضی اللہ عنہما پر صحابہ نے نکیر نہیں کی۔''

(زاد المَعاد : 3/561)

❀ علامہ محمد صدیق حسن خان رحمہ اللہ (۱۳۰۷ھ) فرماتے ہیں:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی مباہلہ جائز ہے، مگر کسی اہم شرعی مسئلہ میں، جس پر (مخالف کو) اس قدر اشتباہ اور عناد واقع ہو چکا ہو کہ اسے مباہلہ سے ہی دور کیا جا سکتا ہو۔ بعض اسلاف نے مباہلہ کیا بھی ہے، مثلاً حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے صفات باری تعالیٰ کے مسئلہ پر مباہلہ کیا۔ اسی طرح حافظ ابن حجر رحمہ اللہ وغیرہ نے مقلدین کی ایک جماعت سے مباہلہ کیا، وہ ٹھہر نہ پائے اور شکست خوردہ ہو گئے، وللہ الحمد۔ جس نے یہ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت کے لیے مباہلہ کرنا جائز نہیں، اس کی بات درست نہیں، اس پر اس کے پاس کوئی دلیل نہیں، وہ تو گویا دینی مسائل سے جاہل ہے۔''

(حسن الأسوة، ص 62)

❀❀❀❀❀❀❀

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۵۳)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: مسجد میں سونا کیسا ہے؟

جواب: مسجد میں سویا جا سکتا ہے، اس کی ممانعت نہیں ہے۔

❁ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مسجد میں سویا کرتے تھے۔

(صحيح البخاري : 3738، صحيح مسلم : 2479)

سوال: کیا ہوا خارج ہونے پر استنجا ہے؟

جواب: ہوا خارج ہونے پر استنجا نہیں، ایسا کرنا بدعت ہے۔

❁ فقہ حنفی میں ہے:

بِدْعَةٌ وَّهُوَ الْاِسْتِنْجَاءُ مِنَ الرِّيحِ .

”ہوا خارج ہونے پر استنجا کرنا بدعت ہے۔“

(فتاویٰ عالمگیری: 1/50)

سوال: گھر میں مسجد بنانا کیسا ہے؟

جواب: گھر کے ایک مخصوص حصہ کو جائے نماز (مسجد) بنانا مستحب ہے۔

❁ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے:

اِبْتَنٰى مَسْجِدًا بِفِنَاءِ دَارِهٖ، وَكَانَ يُصَلِّي فِيهِ، وَيَقْرَأُ الْقُرْآنَ .

”آپ رضی اللہ عنہ نے گھر کے صحن میں مسجد بنائی تھی، آپ اس میں نماز پڑھتے تھے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

اور قرآن کی تلاوت کرتے تھے۔“

(صحيح البخاري: 3905)

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

صَلَّيْتُ أَنَا وَيَتِيمٌ فِي بَيْتِنَا خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأُمِّي أُمُّ سُلَيْمٍ خَلْفَنَا.

”میں اور ایک لڑکے نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں اپنے گھر نماز پڑھی۔ میری والدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا ہمارے پیچھے تھیں۔“

(صحيح البخاري: 727، صحيح مسلم: 658)

سوال: کیا مصافحہ کرتے ہوئے یَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ کہنا مستحب ہے؟

جواب: مصافحہ کرتے وقت یَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ کہنا ثابت نہیں۔

سوال: انسانوں میں سے سب سے افضل کون ہیں؟

جواب: انسانوں میں سب سے افضل ہستیاں انبیائے کرام علیہم السلام ہیں اور ان میں سے سب سے افضل محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

❁ علامہ ابوالحسن علی بن یحییٰ زوندویستی حنفی (۳۸۲ھ) لکھتے ہیں:

أَجْمَعَتِ الْأُمَّةُ عَلٰى أَنَّ الْأَنْبِيَاءَ أَفْضَلُ الْخَلِيقَةِ وَأَنَّ نَبِيَّنَا عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَفْضَلُهُمْ.

”امت کا اجماع ہے کہ مخلوق میں سب سے افضل انبیائے کرام ہیں اور ہمارے نبی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) انبیا میں سب سے افضل ہیں۔“

(البحر الرائق لابن نُجيم: 353/1، حاشية الطّحطاوي: 184/1، فتاویٰ شامی: 527/1)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

❁ شیخ الاسلام، ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

اَلْأَنْبِيَاءُ أَفْضَلُ الْخَلْقِ بِاتِّفَاقِ الْمُسْلِمِينَ .

”مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ انبیائے کرام مخلوق میں سب سے افضل ہیں۔“

(مِنهاج السُّنّة : 417/2)

سوال: ”مسند ابی حنیفہ“ کے متعلق کیا کہتے ہیں؟

جواب: مسند ابی حنیفہ نامی کتاب مقبول نہیں۔

❁ علامہ فخر رازی رحمہ اللہ (۶۰۶ھ) لکھتے ہیں:

أَمَّا مُسْنَدُ أَبِي حَنِيفَةَ، فَظَاهِرٌ أَنَّ عُلَمَاءَ الْحَدِيثِ، وَأَكَابِرَ هٰذِهِ الصَّنْعَةِ، لَا يَقْبَلُونَهُ أَلْبَتَّةَ، وَأَيْضًا، فَأَبُو حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ لَمْ يَسْتَقِلْ بِجَمْعِهِ، وَإِنَّمَا أَصْحَابُهُ لَمَّا شَاهَدُوا كِتَابَ الْمُوَطَّإِ لِمَالِكٍ، وَكِتَابَ الْمُسْنَدِ لِلشَّافِعِي، تَكَلَّفُوا جَمْعَ ذٰلِكَ الْمُسْنَدِ لَهُ .

””مسند ابی حنیفہ“ کے متعلق صحیح بات یہ ہے کہ محدثین اور فن حدیث کے ماہرین نے اسے بالکل بھی قبول نہیں کیا، نیز یہ بات بھی ظاہر ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے خود اس کتاب کو جمع نہیں کیا، بلکہ جب حنفی اصحاب نے دیکھا کہ امام مالک رحمہ اللہ کی ”مؤطا“ ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کی ”مسند“ ہے، تو انہوں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے منسوب کر کے مسند جمع کر دی۔“

(مَناقب الإمام الشّافعي، ص 226)

سوال: کیا وضو میں پاؤں کو دھونا فرض ہے؟

جواب: وضو میں پاؤں دھونا واجب ہے۔ یہ اہل سنت والجماعت کا اجماعی مسئلہ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ہے اور اسی پر امت کا عمل ہے۔قرآن وسنت کے دلائل اسی پر شاہد ہیں۔اس بارے میں اجماعِ امت اور قرآن وسنت کے دلائل فہم سلف کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں:

اجماعِ امت:

① عبدالملک بن ابی سلیمان رحمہ اللہ نے امام عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے پوچھا:

هَلْ عَلِمْتَ أَحَدًا مِّنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَمْسَحُ قَدَمَيْهِ؟

''کیا آپ صحابہ میں سے کسی کو جانتے ہیں کہ وہ (ننگے) پاؤں پر مسح کرتا ہو؟''

فرمایا:

لَا، وَاللّٰهِ! مَا أَعْلَمُهُ . ''اللہ کی قسم! نہیں جانتا۔''

(الطّهور لأبي عبيد القاسم بن سلّام : 357، وسندهٗ حسنٌ، شرح مَعاني الآثار للطّحاوي :34/1، وسندهٗ صحيحٌ)

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

أَدْرَكْتَ أَحَدًا مِّنْهُمْ يَمْسَحُ عَلَى الْقَدَمَيْنِ؟

''کیا آپ نے کسی صحابی کو پاؤں پر مسح کرتے دیکھا ہے؟''فرمایا:

مُحْدَثٌ . ''یہ صحابہ کرام کے بعد والوں کی ایجاد کردہ بدعت ہے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة :19/1، وسندهٗ حسنٌ)

② امام حکم بن عتیبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَضَتِ السُّنَّةُ مِنْ رَّسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُسْلِمِينَ،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

يَعْنِي بِغَسْلِ الْقَدَمَيْنِ .

''وضو میں پاؤں دھونا نبی ﷺ اور مسلمانوں کی متواتر سنت ہے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 19,18/1، وسندہٗ حسنٌ)

③ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۲۴۲۔۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ أَجْمَعَ عَوَامُّ أَهْلِ الْعِلْمِ عَلٰى أَنَّ الَّذِي يَجِبُ عَلٰى مَنْ لَّا خُفَّ عَلَيْهِ غَسْلُ الْقَدَمَيْنِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ، وَقَدْ ثَبَتَتِ الْأَخْبَارُ بِذٰلِكَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَعَنْ أَصْحَابِهٖ .

''تمام اہل علم کا اجماع ہے کہ جس نے موزے نہ پہنے ہوں، اس پر ٹخنوں تک پاؤں دھونا فرض ہے۔ اس بارے میں رسول اللہ ﷺ کی احادیث اور آثار صحابہ ثابت ہیں۔'' (الأوسط : 413/1)

④ امام طحاوی رحمہ اللہ (۳۲۱ھ) لکھتے ہیں:

هٰذِهِ الْآثَارُ قَدْ تَوَاتَرَتْ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهٗ غَسَلَ قَدَمَيْهِ فِي وُضُوئِهٖ لِلصَّلَاةِ .

''یہ (گذشتہ بیان کردہ) احادیث (میں) رسول اللہ ﷺ سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے کہ آپ ﷺ نماز کے لیے وضو کرتے ہوئے پاؤں کو دھوتے تھے۔''

(شرح معاني الآثار : 36/1)

⑤ ابن العربی مالکی رحمہ اللہ (۵۴۳ھ) فرماتے ہیں:

هٰذِهٖ سُنَّةٌ، اتَّفَقَ الْمُسْلِمُونَ عَلَيْهَا، رَوٰى أَئِمَّةُ الْأَحَادِيثَ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

الصِّحَاحَ فِيهَا .

”یہ نبی اکرم ﷺ کی سنت ہے، اس پر مسلمانوں کا اتفاق ہے۔ محدثین نے اس بارے میں صحیح احادیث روایت کی ہیں۔“

(عارضة الأحوذي :58/1)

⑥ ابن ہُبیرہ رحمہ اللہ (۵۶۰ھ) فرماتے ہیں:

اِتَّفَقُوا (أَيِ الْإِمَامُ أَحْمَدُ وَالشَّافِعِيُّ وَمَالِكٌ وَأَبُو حَنِيفَةَ) عَلٰى وُجُوبِ غَسْلِ الْوَجْهِ كُلِّهٖ، وَغَسْلِ الْيَدَيْنِ مَعَ الْمِرْفَقَيْنِ، وغَسْلِ الرِّجْلَيْنِ مَعَ الْكَعْبَيْنِ، وَمَسْحِ الرَّأْسِ .

”امام احمد، امام شافعی، امام مالک اور امام ابوحنیفہ سب کا اتفاق ہے کہ وضو میں پورا چہرہ، کہنیوں سمیت ہاتھ اور ٹخنوں سمیت پاؤں دھونا نیز سر کا مسح فرض ہے۔“(الإفصاح :72/1)

⑦ علامہ کاسانی حنفی رحمہ اللہ (۵۸۷ھ) لکھتے ہیں:

”تواتر کے ساتھ ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وضو میں پاؤں کو دھویا ہے، کوئی مسلمان اس کا انکار نہیں کرسکتا۔“

(بدائع الصنائع :6/1)

⑧ حافظ نووی رحمہ اللہ (۶۷۶ھ) فرماتے ہیں:

”وضو میں چہرہ، دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں مکمل دھونا واجب ہے، اس پر علما کا اجماع ہے، لیکن رافضی اس مسئلے میں اہل علم سے جدا ہو گئے ہیں، کہتے ہیں کہ وضو میں دونوں پاؤں کا مسح واجب ہے۔ یہ ان کی خطا ہے۔“

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

(شرح صحیح مسلم : 3/107)

نیز فرماتے ہیں:

''ہر دور اور ہر علاقے کے اہل فتویٰ فقہائے کرام کے جم غفیر کا مذہب ہے کہ وضو میں ٹخنوں سمیت پاؤں دھونا فرض ہے، پاوں کا مسح کافی نہیں ہوگا، نیز مسح اور غسل بیک وقت فرض نہیں۔ اس کے خلاف کوئی بات کسی ایسے عالم سے ثابت نہیں، جسے اجماع کے انعقاد میں کوئی حیثیت دی جاتی ہو۔ اس کے برعکس شیعہ کہتے ہیں کہ دونوں پاؤں کا مسح فرض ہے، جبکہ محمد بن جریر اور معتزلہ کے بڑے جبائی کا کہنا ہے کہ وضو کرنے والے کو اختیار ہے، وہ پاؤں پر مسح کر لے یا انہیں دھولے۔'' (شرح صحیح مسلم : 3/129)

تنبیہ بلیغ: اس عبارت میں مذکور محمد بن جریر سے مراد سنی مفسر ابن جریر طبری رحمہ اللہ نہیں، بلکہ ابن جریر شیعہ ہے، کیونکہ سنی مفسر ابن جریر طبری رحمہ اللہ تو وضو میں پاؤں دھونا فرض سمجھتے تھے اور اسے فرض نہ سمجھنے والوں کا خوب ردّ بھی کرتے تھے، جیسا کہ آئندہ سطور میں ہم ان سے نقل بھی کریں گے، جبکہ علامہ نووی رحمہ اللہ نے اس ابن جریر کا ذکر کیا ہے، جو وضو میں پاؤں دھونے یا مسح کرنے میں اختیار کا قائل تھا۔

بعض بھائیوں کو ابن جریر طبری رحمہ اللہ کی ایک عبارت سے دھوکا لگا اور انہوں نے پاؤں پر مسح کرنے یا دھونے کا اختیار دینے والے ابن جریر کو سنی مفسر، ابن جریر طبری رحمہ اللہ خیال کر لیا۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۰۰۔۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

''اہل علم کہتے ہیں کہ ابن جریر دو ہیں؛ ایک شیعہ اور اسی کی طرف ایسی باتیں

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

منسوب ہیں۔ یہ اہل علم ابو جعفر (طبری رحمہ اللہ) کو ان صفات سے پاک قرار دیتے ہیں۔ وضو میں بیک وقت پاؤں دھونے اور مسح کرنے کی فرضیت کے بارے ان کی جس عبارت سے دلیل لی گئیہے، اس میں دَلْك ''دھوتے وقت پاؤں ملنے'' کو مسح سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اکثر لوگ ان کی بات صحیح سمجھ نہ پائے اور ان سے نقل کرنا شروع کر دیا کہ وہ وضو میں بیک وقت پاؤں دھونا اور مسح کرنا واجب سمجھتے تھے۔''(البداية والنّهاية: 167/11)

علامہ عبیداللہ مبارکپوری رحمہ اللہ (۱۳۲۷۔۱۴۱۴ھ) وضو کے سلسلہ میں اہل علم کی طرف غلط باتوں کی نسبت کے متعلق فرماتے ہیں:

''یہی معاملہ امام محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ، مصنف تاریخ کبیر و تفسیر کی طرف اس نسبت کا ہے کہ وضو میں پاؤں دھونے اور مسح کرنے میں اختیار ہے۔ یہ خود تراشیدہ جھوٹ شیعہ رواۃ نے پھیلائے ہیں اور صحت وسقم کی تمیز نہ رکھنے والے بعض سنیوں نے یہ جھوٹ بلا تحقیق وسند نقل کر کے بے گناہ کو مجرم بنا دیا ہے۔ جو محمد بن جریر وضو میں پاؤں دھونے یا مسح کے اختیار کا قائل ہے، وہ غالباً محمد بن جریر بن رستم شیعہ، مصنف اَلْإِیْضَاحُ لِلْمُتَرَشِّدِ فِي الْإِمَامَةِ ہے، نہ کہ عظیم اہل سنت عالم، ابو جعفر محمد بن جریر بن غالب طبری شافعی، ان کی تفسیر میں صرف پاؤں دھونے کا ذکر ہے، مسح کرنے کا نہیں، نہ ہی بیک وقت دونوں کام کرنے کا۔ شیعہ نے خواہ مخواہ ان کے ذمہ یہ بات لگائی ہے۔''

(مرعاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح: 102/2)

✿ علامہ نووی رحمہ اللہ ایک مقام پر فرماتے ہیں:

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

”مسلمانوں کا وضو میں پاؤں دھونے کی فرضیت پر اجماع ہے۔ اس حوالے سے کسی ایسے عالم نے مخالفت نہیں کی، جس کی کوئی علمی حیثیت ہو۔“

(المجموع شرح المهذّب: 417/1)

⑨ علامہ ابن الجزری رحمہ اللہ (۸۳۳ھ) نے وضو میں پاؤں دھونے کے بارے میں روایات کو متواتر قرار دیا ہے۔

(مناقب الأسد الغالب، ص 73)

⑩ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ (۸۵۵ھ) لکھتے ہیں:

”وضو میں پاؤں دھونے کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو قولی یا فعلی وضاحت مروی ہے، ہم سمجھتے ہیں کہ (قرآن میں) اللہ تعالیٰ کی مراد بھی وہی ہے۔ وضو میں پاؤں دھونے کا بیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قولی و فعلی حدیث میں منقول ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل تو متواتر و مشہور حدیث سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو میں پاؤں کو دھویا، نیز اس میں ائمہ کا بھی کوئی اختلاف نہیں۔“

(عمدة القاري: 237/2)

⑪ ابن نُجَیم حنفی (970ھ) لکھتے ہیں:

إِنَّ الْإِجْمَاعَ انْعَقَدَ عَلٰى غَسْلِهِمَا، وَلَا اعْتِبَارَ بِخِلَافِ الرَّوَافِضِ .

”وضو میں پاؤں دھونے پر اجماع ہو چکا ہے۔ روافض کی مخالفت کا کوئی اعتبار نہیں۔“ (البحر الرّائق: 14/1)

فائدہ: ابوالمحاسن، مفضل بن محمد تنوخی، حنفی، معتزلی، شیعی (م: ۴۴۲ھ) نے وضو میں پاؤں دھونے کے وجوب پر ایک رسالہ وُجُوبُ غَسْلِ الْقَدَمَيْنِ بھی لکھا ہے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

(تاريخ دِمَشق لابن عساكر : 92/60، وسندهٗ صحيحٌ)

مشہور فقیہ و ادیب ابوالفتح، رازی (م: 447ھ) نے بھی غَسْلُ الرِّجْلَیْنِ کے عنوان سے کتاب لکھی ہے۔(سير أعلام النّبلاء للذّهبي : 647/17)

علامہ ابوالولید باجی مالکی (۴۷۴ھ) نے بھی غَسْلُ الرِّجْلَیْنِ نامی کتاب تصنیف کی ہے۔(طبقات المفسّرين للدّاودي :210/1)

سوال: موت کی تمنا کرنا کیسا ہے؟

جواب: پریشانی سے گھبرا کر موت کی تمنا کرنا مکروہ ہے، البتہ دین میں فساد کا اندیشہ ہو، تو تمنا کی جاسکتی ہے۔

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”تکلیف کی وجہ سے موت کی تمنا نہ کریں، کرنی ہی ہو، تو یوں کہیں:

اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِي مَا كَانَتِ الْحَيَاةُ خَيْرًا لِي، وَتَوَفَّنِي إِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِي .

”اللہ! جب تک زندگی بہتر ہو، مجھے زندہ رکھنا اور جب موت بہتر ہو، مجھے اپنے پاس بلا لینا۔“

(صحيح البخاري :5671؛ صحيح مسلم : 2680)

اہل علم کہتے ہیں، موت طلب کرنے کی یہ صورت تب تو درست ہوگی، جب کوئی تکلیف یا پریشانی ہو، البتہ اس وجہ سے موت کی تمنا کرنا کہ زمانہ بگڑ چکا ہے، دین کو خطرہ لاحق ہے یا فتنے کا اندیشہ ہے، تو یہ درست نہیں۔

سوال: تالیف قلبی کے لیے زکوۃ دینا کیسا ہے؟

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

جواب: زکوٰۃ کے آٹھ مصارف میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کمزور ایمان والوں کو مالی تعاون کے ساتھ اسلام کی طرف مانوس کیا جائے۔ اسے مؤلفۃ قلوب کہتے ہیں۔

سوال: قرآن کریم کی قسم اٹھانا کیسا ہے؟

جواب: قرآن کریم کی قسم اٹھانا جائز ہے، کیوں کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا علم اور اس کا کلام ہے، مخلوق نہیں۔

❁ امام اندلس، حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) لکھتے ہیں:

اَلَّذِي أَجْمَعَ عَلَيْهِ الْعُلَمَاءُ فِي هٰذَا الْبَابِ هُوَ أَنَّهٗ مَنْ حَلَفَ بِاللّٰهِ أَوْ بِاسْمٍ مِّنْ أَسْمَاءِ اللّٰهِ أَوْ بِصِفَةٍ مِّنْ صِفَاتِهٖ أَوْ بِالْقُرْآنِ أَوْ بِشَيْءٍ مِّنْهُ فَحَنِثَ فَعَلَيْهِ كَفَّارَةُ يَمِينٍ عَلٰى مَا وَصَفَ اللّٰهُ فِي كِتَابِهٖ مِنْ حُكْمِ الْكَفَّارَةِ وَهٰذَا مَا لَا خِلَافَ فِيهِ عِنْدَ أَهْلِ الْفُرُوعِ وَلَيْسُوا فِي هٰذَا الْبَابِ بِخِلَافٍ وَّأَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلٰى أَنَّ تَصْرِيحَ الْيَمِينِ بِاللّٰهِ هُوَ قَوْلُ الْحَالِفِ بِاللّٰهِ أَوْ وَاللّٰهِ أَوْ تَاللّٰهِ .

”اس پر اجماع ہے کہ جس نے اللہ، اللہ کے کسی نام، اس کی کسی صفت، قرآن کریم یا اس کے کسی حصے کی قسم اٹھائی اور نبھا نہ سکا، تو اس پر قسم کا وہ کفارہ واجب ہے، جو اللہ نے قرآن مجید میں بیان کیا ہے، اہل فرع کے ہاں اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ اہل علم کا اجماع ہے کہ اللہ کی قسم کی تصریح ان الفاظ میں ہے؛ باللہ، تاللہ، واللہ۔“

(التّمهيد لما في المؤ طّأ من المعاني والأسانيد : ١٤/٣٦٩)

❁ امام ابو جعفر احمد بن سنان واسطی رحمہ اللہ (۲۵۹ھ) فرماتے ہیں:

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

مَنْ زَعَمَ أَنَّ الْقُرْآنَ شَيْئَيْنَ أَوْ أَنَّ الْقُرْآنَ حِكَايَةٌ فَهُوَ وَاللّٰهِ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ زِنْدِيقٌ كَافِرٌ بِاللّٰهِ هٰذَا الْقُرْآنُ هُوَ الْقُرْآنُ الَّذِي أَنْزَلَهُ اللّٰهُ عَلٰى لِسَانِ جِبْرِيلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ لَّا يُغَيَّرُ وَلَا يُبَدَّلُ لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ كَمَا قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ : ﴿قُلْ لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰى أَنْ يَّأْتُوا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ﴾ (الْإِسْرَاء : ٨٨)، وَلَوْ أَنَّ رَجُلًا حَلَفَ أَنْ لَّا يَتَكَلَّمَ الْيَوْمَ ثُمَّ قَرَأَ الْقُرْآنَ أَوْ صَلّٰى وَقَرَأَ الْقُرْآنَ أَوْ سَلَّمَ فِي الصَّلَاةِ لَمْ يَحْنِثْ لَا يُقَاسُ بِكَلَامِ اللّٰهِ شَيْءٌ، اَلْقُرْآنُ كَلَامُ اللّٰهِ مِنْهُ بَدَأَ وَإِلَيْهِ يَعُودُ لَيْسَ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى شَيْءٌ مَّخْلُوقٌ وَّلَا صِفَاتُهُ وَلَا أَسْمَاؤُهُ وَلَا عِلْمُهُ.

”جس کا یہ عقیدہ ہو کہ قرآن دو ہیں یا موجودہ قرآن حکایت ہے، تو وحدہ لاشریک اللہ کی قسم! وہ زندیق کافر ہے۔ یہ قرآن وہی ہے، جو اللہ نے جبریل کے ذریعے محمد ﷺ پر نازل کیا، اس میں تغیر وتبدل نہیں ہوسکتا کہ باطل اس میں نہ سامنے سے آسکتا ہے، نہ پیچھے سے، یہ حکمت والے اور تعریف کیے گئے (رب) کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے۔ اللہ کا فرمان ہے: ﴿قُلْ لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰى أَنْ يَّأْتُوا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ﴾ (الْإِسْرَاء : ٨٨) (کہہ دیجئے کہ جن وانس اگر اس لئے جمع ہو

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

جائیں کہ اس قرآن جیسا کلام لے آئیں گے، تو ایسا ممکن نہیں۔) ایک شخص قسم اٹھالے کہ آج کوئی بات نہیں کرے گا، پھر نماز پڑھ لے یا قرآن پڑھ لے یا نماز میں سلام کہہ دے، تو قسم کا کفارہ لازم نہیں ہوگا، کیوں کہ قرآن کو کسی دوسرے کلام پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ قرآن اللہ کا کلام ہے، اسی سے ابتدا اور اسی پر انتہا ہے۔ اللہ کے اسما اس کی صفات یا اس کا علم کوئی بھی مخلوق نہیں ہے۔''

(اختصاص القرآن للضّياء المقدسي، ص 32، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ امام شافعی رحمہ اللہ (۲۰۴ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ حَلَفَ بِاسْمٍ مِّنْ أَسْمَاءِ اللّٰهِ فَحَنِثَ، فَعَلَيْهِ الْكَفَّارَةُ؛ لِأَنَّ اسْمَ اللّٰهِ غَيْرُ مَخْلُوقٍ، وَّمَنْ حَلَفَ بِالْكَعْبَةِ أَوْ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، فَلَيْسَ عَلَيْهِ الْكَفَّارَةُ؛ لِأَنَّهٗ مَخْلُوقٌ، وَّذَاكَ غَيْرُ مَخْلُوقٍ.

''جس نے اللہ کے کسی نام کی قسم کھائی اور اسے نبھا نہ سکا، اس پر کفارہ ہے، کیوں کہ اللہ کے نام مخلوق نہیں ہیں۔ جس نے کعبہ یا صفا و مروہ کی قسم اٹھائی، اس پر کفارہ نہیں ہے، کیوں کہ یہ مخلوق ہیں اور اللہ کا نام مخلوق نہیں ہے۔''

(آداب الشّافعي ومناقبه لابن أبي حاتم، ص 193، حلية الأولياء لأبي نعيم: 113/9، السّنن الكبرٰى للبيهقي: 28/10، مناقب الشّافعي للبيهقي: 405/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (۲۴۱ھ) فرماتے ہیں:

أَسْمَاءُ اللّٰهِ فِي الْقُرْآنِ، وَالْقُرْآنُ مِنْ عِلْمِ اللّٰهِ، فَمَنْ زَعَمَ أَنَّ الْقُرْآنَ مَخْلُوقٌ فَهُوَ كَافِرٌ، وَّمَنْ زَعَمَ أَنَّ أَسْمَاءَ اللّٰهِ مَخْلُوقَةٌ فَقَدْ كَفَرَ.

''قرآن میں اللہ کے نام ہیں اور قرآن اللہ کا علم ہے، جس کا یہ عقیدہ ہو کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قرآن مخلوق ہے، وہ کافر ہے۔ جس کا یہ عقیدہ ہو کہ اللہ کے نام مخلوق ہیں، وہ بھی کافر ہے۔“

(المِحنة لأبي الفضل صالح بن أحمد بن حنبل، ص 69)

❁ حافظ بیہقی رحمہ اللہ (۴۵۸ھ) ایک روایت کے تحت لکھتے ہیں:

فِيهِ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ الْحَلِفَ بِالْقُرْآنِ يَكُونُ يَمِينًا فِي الْجُمْلَةِ .

”اس میں دلیل ہے کہ قرآن کی قسم بہر حال منعقد ہو جاتی ہے۔“

(السنن الكبرىٰ: 75/10)

❁ صاحب ہدایہ (۵۹۳ھ) لکھتے ہیں:

مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ لَمْ يَكُنْ حَالِفًا كَالنَّبِيِّ وَالْكَعْبَةِ ...... وَكَذَا إِذَا حَلَفَ بِالْقُرْآنِ لِأَنَّهُ غَيْرُ مُتَعَارَفٍ .

”جو غیر اللہ کی قسم اٹھائے، اس کی قسم بے اثر ہے، مثلاً، نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا کعبہ کی قسم اٹھانا...... قرآن کی قسم بھی غیر متعارف ہے اس لئے نہیں اٹھانی چاہیے۔“

(الهداية: 318/2)

❁ شارح ہدایہ، ابن ہمام (۸۶۱ھ) لکھتے ہیں:

ثُمَّ لَا يَخْفٰى أَنَّ الْحَلِفَ بِالْقُرْآنِ الْآنَ مُتَعَارَفٌ فَيَكُونُ يَمِينًا كَمَا هُوَ قَوْلُ الْأَئِمَّةِ الثَّلَاثَةِ، وَتَعْلِيلُ عَدَمِ كَوْنِهِ يَمِينًا بِأَنَّهُ غَيْرُهُ تَعَالٰى؛ لِأَنَّهُ مَخْلُوقٌ؛ لِأَنَّهُ حُرُوفٌ وَّغَيْرُ الْمَخْلُوقِ هُوَ الْكَلَامُ النَّفْسِيُّ مُنِعَ بِأَنَّ الْقُرْآنَ كَلَامُ اللّٰهِ مُنَزَّلٌ غَيْرُ مَخْلُوقٍ، وَّلَا يَخْفٰى أَنَّ الْمُنَزَّلَ فِي الْحَقِيقَةِ لَيْسَ إِلَّا الْحُرُوفُ الْمُنْقَضِيَةُ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

الْمُنْعَدِمَةُ وَمَا ثَبَتَ قِدَمُهُ اسْتَحَالَ عَدَمُهُ، غَيْرَ أَنَّهُمْ أَوْجَبُوا ذٰلِكَ؛ لِأَنَّ الْعَوَامَّ إِذَا قِيلَ لَهُمْ الْقُرْآنُ مَخْلُوقٌ تَعَدَّوْا إِلَى الْكَلَامِ مُطْلَقًا، وَأَمَّا الْحَلِفُ بِكَلَامِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَيَجِبُ أَنْ يَّدُورَ مَعَ الْعُرْفِ .

''یہ مخفی نہیں کہ قرآن کی قسم اٹھانا اب متعارف ہو چکا ہے، اب اسے قسم تصور کیا جائے گا، جیسا کہ ائمہ ثلاثہ کا مذہب ہے۔ صاحب ہدایہ نے جو کہا کہ قرآن کی قسم اٹھانا درست نہیں، اس کی یہ علت بیان کرنا جائز نہیں کہ قرآن اللہ کا غیر ہے، قرآن مخلوق ہے، غیر مخلوق تو کلام نفسی ہے، گو یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ اللہ کی طرف سے نازل ہونے والا قرآن تو صرف وہ حروف ہیں، جن کا اپنا وجود تو عالم اسباب میں نہیں، البتہ موجودہ قرآن میں استعمال ہونے والے حروف پر دلالت کناں ضرور ہیں، سو اگر موجودہ حروف ہی کو کلام اللہ مان لیا جائے، تو حقیقی کلام الٰہیہ کو معدوم کہنا ناممکن ہو جائے گا۔ (ثابت ہوا کہ موجودہ حروف مخلوق ہی ہیں)، لیکن اگر عوام سے کہا جائے کہ قرآن مخلوق ہے، تو وہ یہی سمجھیں گے کہ مطلقا کلام اللہ ہی کو مخلوق کہا جا رہا ہے، (اس لئے نہیں کہتے) اب رہا مسئلہ قرآن کی قسم کا تو یہ قسم اٹھاتے وقت عرف پر محمول کرنا واجب ہوگا۔''

(فتح القدير : 69/5، البحر الرّائق لابن نجيم : 311/4)

❁ علامہ ابن ابی العز رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) لکھتے ہیں:

يَنْبَغِي أَنْ يَّكُونَ الْحَلِفُ بِالْقُرْآنِ يَمِينًا لِّأَنَّهُ قَدْ صَارَ مُتَعَارَفًا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فِي هٰذَا الزَّمَانِ، كَمَا هُوَ مَذْهَبُ الْأَئِمَّةِ الثَّلَاثَةِ وَغَيْرِهِمْ، وَلَا يُلْتَفَتُ إِلٰى مَنْ عَلَّلَ كَوْنَهٗ لَيْسَ يَمِينًا بِأَنَّهٗ غَيْرُ اللّٰهِ عَلٰى طَرِيقَةِ الْمُعْتَزِلَةِ وَقَوْلِهِمْ بِخَلْقِهٖ فَإِنَّ ذٰلِكَ لَازِمُهُ الْكُفْرُ عَلٰى مَا عُرِفَ أَنَّ الْقُرْآنَ كَلَامُ اللّٰهِ مُنَزَّلٌ غَيْرُ مَخْلُوقٍ .

”قرآن کی قسم اٹھانا جائز ہے، جیسا کہ ائمہ ثلاثہ کا موقف ہے، کیونکہ یہ ہمارے زمانے میں متعارف ہو چکا ہے۔ اس کی بات قابل التفات نہیں، جو کہتا ہے کہ قرآن کی قسم نہیں اٹھائی جاسکتی کہ یہ مخلوق ہے، قرآن کو مخلوق کہنا معتزلہ کا مذہب ہے اور یہ کفر ہے، کیوں کہ معلوم ہے کہ قرآن اللہ کی مخلوق نہیں کلام ہے۔“

(التّنبيه على مُشكِلات الهِداية : 4/86-87)

سوال: صحابہ کی تنقیص کرنے والا کون ہے؟

جواب: علامہ سجزی رحمہ اللہ (۴۴۴ھ) فرماتے ہیں:

كُلُّ مَنْ يُبْغِضُ أَبَا بَكْرٍ وَّعُمَرَ وَعُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ أَوْ وَاحِدًا مِّنْهُمْ، وَأَنْكَرَ إِمَامَتَهٗ وَتَقَدُّمَهٗ وَفَضْلَهٗ فَهُوَ رَافِضِيٌّ، وَكُلُّ مَنْ تَنَقَّصَ عُثْمَانَ أَوْ عَلِيًّا وَّعَائِشَةَ وَمُعَاوِيَةَ وَأَبَا مُوسٰى وَعَمْرَو بْنَ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ فَهُوَخَارِجِيٌّ، وَمَنْ تَنَقَّصَ بَعْضَهُمْ وَلَمْ يَتَنَقَّصْ عُثْمَانَ وَعَلِيًّا فَهُوَ ضَالٌّ عَلٰى أَيِّ مَذْهَبٍ كَانَ .

”جس نے بھی ابوبکر صدیق، عمر بن خطاب اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم سے یا ان

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

میں سے کسی ایک سے بغض رکھا یا سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی امامت، اولیت اور افضلیت کا انکار کیا، تو وہ رافضی ہے۔ جس نے سیدنا عثمان، سیدنا علی، سیدہ عائشہ، سیدنا معاویہ، سیدنا ابوموسیٰ اشعری یا سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم کی شان میں تنقیص کی، وہ خارجی ہے، جس نے سیدنا عثمان اور سیدنا علی رضی اللہ عنہما کی شان میں تو تنقیص نہ کی، مگر (مذکورہ صحابہ میں سے) کسی صحابی کی گستاخی کی، تو وہ گمراہ ہے، خواہ وہ کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتا ہو۔''

(الرّدّ على من أنكر الحرف والصّوت، ص 335)

سوال: طلاق یا ظہار کی نیت کی، کیا واقع ہوئے؟

جواب: طلاق یا ظہار کی نیت کی، مگر الفاظ نہیں بولے، تو طلاق یا ظہار نہیں ہوگا۔

❀ حافظ خطابی رحمہ اللہ (۳۸۸ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ أَجْمَعُوا عَلٰى أَنَّهٗ لَوْ عَزَمَ عَلَى الظِّهَارِ لَمْ يَلْزَمْهُ حَتّٰى يَلْفَظَ بِهٖ وَهُوَ بِمَعْنَى الطَّلَاقِ وَكَذٰلِكَ لَوْ حَدَّثَ نَفْسَهٗ بِالْقَذْفِ لَمْ يَكُنْ قَذْفًا وَلَوْ حَدَّثَ نَفْسَهٗ فِي الصَّلَاةِ لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ إِعَادَةٌ وَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالَى الْكَلَامَ فِي الصَّلَاةِ فَلَوْ كَانَ حَدِيثُ النَّفْسِ بِمَعْنَى الْكَلَامِ لَكَانَتْ صَلَاتُهٗ تَبْطُلُ .

''اہل علم کا اجماع ہے کہ اگر کوئی شخص ظہار کا ارادہ کرے، تو ظہار واقع نہیں ہوتا، یہاں تک کہ وہ بول کر ظہار کرے۔ یہ طلاق کی طرح ہی ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص دل میں کسی پر تہمت لگائے، تو وہ تہمت لگانے والا شمار نہ ہوگا۔ اگر کسی شخص کو نماز میں خیال آئے، تو اس پر نماز کا اعادہ نہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے دورانِ نماز کلام کرنا حرام کیا ہے، لہٰذا اگر دل کا خیال بھی کلام ہوتا، تو اس کی نماز باطل ہو جاتی (جبکہ ایسا نہیں ہے)۔“

(مَعالم السّنن: 249/3)

سوال: ایک شخص نے قسم اٹھائی کہ وہ کلام نہیں کرے گا، پھر دل ہی دل میں بات کی، تو اس کی قسم ٹوٹے گی یا نہیں؟

جواب: یہ محض خیال ہے، خیالات کو کلام نہیں کہتے، لہٰذا اس کی قسم نہیں ٹوٹے گی۔

❁ علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ (۶۲۰ھ) فرماتے ہیں:

اِتَّفَقَ الْفُقَهَاءُ بِأَجْمَعِهِمْ عَلٰى أَنَّ مَنْ حَلَفَ لَا يَتَكَلَّمُ، فَحَدَّثَ نَفْسَهٗ بِشَيْءٍ دُونَ أَنْ يَنْطِقَ بِلِسَانِهٖ، لَمْ يَحْنَثْ، وَلَوْ نَطَقَ، حَنِثَ.

”تمام کے تمام فقہا کا اتفاق ہے کہ جس شخص نے کلام نہ کرنے کی قسم اٹھائی ہو، پھر وہ دل میں کوئی بات کرے، زبان سے نہ بولے، تو اس کی قسم نہیں ٹوٹے گی، اگر زبان سے بول دے، تو قسم ٹوٹ جائے گی۔“

(روضة النّاظر، ص 98)

سوال: فرمان باری تعالیٰ: ﴿وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ﴾ (المائدة: ۶) میں ”کعب“ سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس آیت میں ”کعب“ سے مراد ٹخنہ ہے۔

❁ سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا رُخِ انور ہماری طرف پھیرا اور فرمایا: صفیں قائم کیجئے! تین مرتبہ یہی بات دہرائی، پھر فرمایا:

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

صفوں کو قائم کرلیں، وگرنہ اللہ تعالیٰ آپ کے دلوں میں مخالفت ڈال دے گا۔ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ الرَّجُلَ يُلْزِقُ مَنْكِبَهُ بِمَنْكِبِ صَاحِبِهِ وَرُكْبَتَهُ بِرُكْبَةِ صَاحِبِهِ وَكَعْبَهُ بِكَعْبِهِ .

''میں نے دیکھا کہ اس کے بعد ایک شخص دوسرے ساتھی کے کندھے سے کندھا، گھٹنے سے گھٹنا اور ٹخنے سے ٹخنہ چپکا لیتا تھا۔''

(مسند الإمام أحمد : 276/4؛ سنن أبي داوٗد : 662؛ وسندہٗ صحیحٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ (۱۶۰) اور امام ابن حبان رحمہم اللہ (۲۱۷۶) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسے ''حسن'' قرار دیا ہے۔ (تغليق التّعليق : 302/2)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رَوَاهُ أَبُو دَاوٗدَ وَغَيْرُهُ بِأَسَانِيدَ حَسَنَةٍ .

''اس حدیث کو امام داؤد اور دیگر ائمہ نے ''حسن'' سندوں سے روایت کیا ہے۔''

(خلاصة الأحكام :116/1)

زکریا بن ابی زائدہ نے سنن دارقطنی (۲۸۲/۱) اور صحیح ابن خزیمہ وغیرہ میں سماع کی تصریح کر رکھی ہے۔

❁ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَسْمَعْ مُخَالِفًا فِي أَنَّ الْكَعْبَيْنِ اللَّذَيْنِ ذَكَرَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي الْوُضُوءِ الْكَعْبَانِ النَّاتِئَانِ وَهُمَا مَجْمَعُ مَفْصِلِ السَّاقِ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَالْقَدَمِ وَأَنَّ عَلَيْهِمَا الْغُسْلَ .

''میں نے اس بارے میں کسی کو مخالفت کرتے نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ نے وضو کے بیان میں جو ''کعبین'' کا لفظ ذکر کیا ہے، ان سے مراد دو اُبھری ہوئی ہڈیاں ہیں، جو پنڈلی اور پاؤں کے جوڑ میں ہوتی ہیں، نیز (وضو میں) ان کو بھی دھونا ضروری ہے۔''

(الأمّ: 42/1)

سوال: غیر منقولہ جائیداد سے کیا مراد ہے؟

جواب: ایسی جائیداد جسے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہ کیا جا سکے، مثلاً زمین، پلاٹ، مکان، دکان وغیرہ۔

سوال: مناسک حج سے کیا مراد ہے؟

جواب: حج میں کیے جانے والے اعمال وافعال مناسک حج کہلاتے ہیں۔

سوال: جو جانور گلا گھونٹنے سے ہلاک ہو جائے، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: جس جانور کا گلا گھونٹ جائے اور اسے ہلاک ہونے سے پہلے پہلے ذبح نہ کیا جائے، تو وہ مردار ہے، البتہ اگر مرنے سے پہلے ذبح کر لیا جائے، تو وہ حلال ہے، اسے کھایا جا سکتا ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ نے حرام جانوروں میں گلا گھونٹنے سے مرنے والے جانور کا بھی ذکر فرمایا ہے:

﴿وَالْمُنْخَنِقَةُ﴾ (المائدۃ: ۳)

''(وہ جانور بھی تم پر حرام کر دیا گیا ہے، جو) گلا گھونٹنے سے مر جائے۔''

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۵۴)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

(سوال): عورت کے ذبیحہ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

(جواب): عورت کا ذبیحہ بالاتفاق جائز ہے، خواہ حائضہ ہی ہو۔ قربانی ہو، عقیقہ ہو یا عام گوشت۔

❀ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ﴾ (المائدة : ٣)

”جس جانور کو آپ نے ذبح کیا ہو، وہ حلال ہے۔“

آیت کے عموم سے ثابت ہوا کہ شرعی طریقہ کے مطابق ذبیحہ حلال ہے، خواہ ذبح کرنے والا مرد ہو یا عورت، مسلمان ہو یا کتابی، آزاد ہو یا غلام، حائضہ ہو یا نفاس والی۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : نَاوِلِينِي الْخُمْرَةَ مِنَ الْمَسْجِدِ، قَالَتْ : فَقُلْتُ : إِنِّي حَائِضٌ، فَقَالَ : إِنَّ حَيْضَتَكِ لَيْسَتْ فِي يَدِكِ .

”رسولِ اکرم ﷺ نے مسجد سے مجھے حکم فرمایا: چٹائی پکڑائیں۔ عرض کیا: میں تو ماہواری میں ہوں۔ فرمایا: ماہواری آپ کے ہاتھ میں نہیں ہے۔“

(صحیح مسلم : 298)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ثابت ہوا کہ حیض ذبح میں رکاوٹ نہیں بنتا۔

❀ سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ امْرَأَةً ذَبَحَتْ شَاةً بِحَجَرٍ، فَسُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ، فَأَمَرَ بِأَكْلِهَا .

''ایک عورت نے پتھر سے بکری ذبح کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کھانے کا حکم دیا۔''

(صحيح البخاري : 5504)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) لکھتے ہیں:

''ثابت ہوا کہ عورت آزاد ہو یا لونڈی، چھوٹی ہو یا بڑی، مسلمان ہو یا کتابیہ، حائضہ ہو یا غیر حائضہ، اس کا ذبیحہ کھانا جائز ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کا ذبیحہ کھانے کا حکم دیا ہے اور آپ نے مرد وزن کے ذبیحہ میں فرق نہیں کیا۔''

(فتح الباري : 633/9)

❀ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹیوں کو حکم دیا کہ وہ اپنے ہاتھ سے قربانی کا جانور ذبح کریں۔

(جزء لُوَيْن : 58، وسندهٔ حسنٌ)

❀ حکم بن عتیبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنِّي لَأَذْبَحُ، وَإِنِّي لَجُنُبٌ .

''جنابت میں ذبح کر لیتا ہوں۔''

(مسند علي بن الجعد : 305، وسندهٔ صحيحٌ)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جنبی جانور ذبح کرسکتا ہے،تو حائضہ بھی کرسکتی ہے۔دونوں کے احکام ایک ہیں،الا یہ کہ کسی دلیل سے استثنا ثابت ہوجائے۔

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

”مردوزن کا ذبیحہ جائز ہے۔ذبح کرنے والی عورت خواہ حائضہ ہی ہو، کیونکہ اس کا حیض اس کے ہاتھ میں تو نہیں ہے۔تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ عورت کا ذبیحہ جائز ہے،ایک عورت نے بکری ذبح کی تھی اور نبی کریم ﷺ نے اسے کھانے کا حکم دیا تھا۔“

(مَجموع الفتاوٰی : 35/234)

سوال: کیا نماز جنازہ جلدی ادا کرنا چاہیے؟

جواب: نماز جنازہ جلدی ادا کرنے کا حکم ہے، بلا وجہ تاخیر جائز نہیں۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أَسْرِعُوا بِالْجَنَازَةِ فَإِنْ يَّكُ خَيْرًا فَخَيْرًا تُقَدِّمُونَهٗ وَإِنْ يَّكُ شَرًّا فَشَرًّا تُلْقُونَهٗ عَنْ رِقَابِكُمْ .

”جنازہ کو جلدی لے کر چلیں، کیوں کہ اگر تو وہ نیک ہے،تو آپ اسے بہتر مقام کی طرف پہنچا رہے ہو اور اگر وہ بد ہے،تو وہ شر ہے، جسے آپ اپنے کندھوں سے اتار رہے ہو۔“

(صحيح البخاري : 1315، صحيح مسلم : 944)

سوال: شوہر کو میراث میں سے کتنا حصہ ملے گا؟

جواب: شوہر کی وراثت میں دو حالتیں ہیں، اگر میت کی کوئی اولاد ہے،تو شوہر کو

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ایک چوتھائی حصہ ملے گا اور اگر میت کی اولاد نہیں ہے، تو شوہر کو نصف حصہ ملے گا۔

سوال: بیوی کا میراث میں کیا حصہ ہے؟

جواب: بیوی کی بھی میراث میں دو حالتیں ہیں۔ اگر میت کی اولاد ہے، تو بیوی کو آٹھواں حصہ ملے گا اور اگر میت کی اولاد نہیں ہے، تو بیوی کو چوتھائی حصہ ملے گا۔

سوال: کیا نبی کریم ﷺ کے جسم مبارک پر مکھی نہیں بیٹھتی تھی؟

جواب: فضیلت وہ ہے، جو قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ جھوٹی روایات کی بنیاد پر نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی کے حوالے سے کچھ کہنا انتہائی نامناسب اور سراسر غلو ہے۔

ابو البرکات عبداللہ بن احمد نسفی حنفی (۷۱۰ھ) نے ایک روایت گھڑ کر نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب کر دیا ہے۔

❀ روایت یہ ہے:

إِنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لِرَسُولِ اللّٰهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ: أَنَا قَاطِعٌ بِكَذِبِ الْمُنَافِقِينَ لِأَنَّ اللّٰهَ عَصَمَكَ مِنْ وُّقُوعِ الذُّبَابِ عَلٰى جِلْدِكَ لِأَنَّهٗ يَقَعُ النَّجَاسَاتِ فَيَتَلَطَّخُ بِهَا فَلَمَّا عَصَمَكَ اللّٰهُ مِنْ ذٰلِكَ الْقَذْرِ مِنَ الذَّرِ فَكَيْفَ لَا يَعْصِمُكَ عَنْ صُحْبَةِ مَنْ تَكُونُ مُتَلَطَّخَةً بِمِثْلِ هٰذِهِ الْفَاحِشَةِ وَقَالَ عُثْمَانُ: إِنَّ اللّٰهَ مَا أَوْقَعَ ظِلَّكَ عَلَى الْأَرْضِ لِئَلَّا يَضَعَ إِنْسَانٌ قَدَمَهٗ عَلٰى ذٰلِكَ الظِّلِ فَلَمَّا لَمْ يُمَكِّنْ أَحَداً مِّنْ وَّضْعِ الْقَدَمِ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

عَلٰى ظِلِّكَ كَيْفَ يُمَكِّنُ أَحداً مِّنْ تَلْوِيثِ عِرْضِ زَوْجَتِكَ .

”سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض گزار ہوئے: مجھے منافقوں کے جھوٹا ہونے کا یقین ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے جسم پر گندگی سے لتھڑی ہوئی مکھی بھی بیٹھنے نہیں دیتا، جب اللہ نے آپ کو اس قدر حقیر سی گندگی سے محفوظ رکھا ہے، تو وہ لازمی طور پر آپ کو فحاشی میں لتھڑے ان لوگوں کی صحبت سے بچالے گا۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ زمین پر لگنے نہیں دیا، کہیں کسی کا پاؤں آپ کے سایہ پر نہ آ جائے۔ جب اللہ نے کسی کو اپنا پاؤں آپ کے سائے پر رکھنے کی طاقت نہیں دی، تو وہ اپنی زوجہ کی عزت کو داغ دار کرنے کی صلاحیت کیسے رکھ سکتا ہے؟“

(تفسير النّسفي/ مدارك التّنزيل وحقائق التّأويل : 492/2)

❁ قاضی عیاض نے لکھا ہے:

إِنَّ الذُّبَابَ كَانَ لَا يَقَعُ عَلٰى جَسَدِهٖ وَلَا ثِيَابِهٖ .

”مکھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم پر بیٹھی تھی، نہ کپڑوں پر۔“

(الشفاء بتعريف حقوق المصطفىٰ :368/1)

❁ ان کے رد میں علامہ محمد بن محمد دلجی رحمہ اللہ (۹۴۷ھ) لکھتے ہیں:

لَا عِلْمَ لِي بِمَنْ رَّوَاهُ .

”اس کے راوی کے متعلق مجھے تو کوئی پتہ نہیں!“

(شرح الشّفاء للملا علي القاري :755/1)

سوال: قبر پر نماز جنازہ کا کیا حکم ہے؟

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

(جواب): قبر پر نماز جنازہ پڑھا جا سکتا ہے۔

❁ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''ایک سیاہ فام عورت مسجد میں جھاڑو دیتی تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے غیر حاضر پایا تو اس کے بارے میں پوچھا، صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا، وہ فوت ہوگئی ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَفَلَا كُنْتُمْ آذَنْتُمُونِي قَالَ: فَكَأَنَّهُمْ صَغَّرُوا أَمْرَهَا أَوْ أَمْرَهُ فَقَالَ: دُلُّونِي عَلٰى قَبْرِهَا فَدَلُّوهُ، فَصَلّٰى عَلَيْهَا.

''آپ نے مجھے اطلاع کیوں نہیں دی؟ گویا انہوں نے اس کے معاملہ کو معمولی سمجھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مجھے اس کی قبر کی رہنمائی کریں، صحابہ نے اس کی قبر پر رہنمائی کی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نماز جنازہ پڑھی۔''

(صحيح البخاري: 1337، صحيح مسلم: 956، واللّفظ لهٗ)

(سوال): نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی کرنے والے کا کیا حکم ہے؟

(جواب): گستاخ رسول مرتد ہے اور اس کی سزا قتل ہے، جس کا نفاذ عدالت کا مذہبی وقانونی فریضہ ہے۔

❁ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعُوا عَلٰى أَنَّ مَنْ سَبَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ لَهُ الْقَتْلَ.

''اہل علم کا اجماع ہے کہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو برا کہے، اس کی سزا قتل ہے۔''

(الإجماع: 720، الإقناع: 584/2، الإشراف: 60/8)

❁ علامہ خطابی رحمہ اللہ (۳۸۸ھ) فرماتے ہیں:

www.KitaboSunnat.com

إِنَّ السَّبَّ مِنْهَا لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ارْتِدَادٌ عَنِ الدِّينِ وَلَا أَعْلَمُ أَحَدًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ اخْتَلَفَ فِي وُجُوبِ قَتْلِهِ .

''رسول اللہ ﷺ کو برا بھلا کہنا دین سے ارتداد ہے۔ میں ایسے کسی مسلمان کو نہیں جانتا، جس نے گستاخ رسول کے قتل کے وجوب میں اختلاف کیا ہو۔''

(مَعالم السّنن : 296/3)

❁ قاضی عیاض رحمہ اللہ (۵۴۴ھ) فرماتے ہیں:

''اللہ ہم سب کو توفیق بخشے، جان لیجئے کہ جو بھی نبی کریم ﷺ کو برا بھلا کہے، یا آپ ﷺ پر عیب لگائے یا آپ کی ذات یا نسب یا دین یا کسی خصلت میں نقص داخل کرے یا آپ ﷺ کو برا بھلا کہتے ہوئے یا حقارت کے لیے یا شان میں کمی کرتے ہوئے یا عیب جوئی کرتے ہوئے آپ ﷺ کو کسی چیز کے برابر کرے یا مشابہ کرے، تو وہ آپ ﷺ کو برا بھلا کہنے والا تصور ہوگا، اس کا حکم بھی وہی ہے، جو برا بھلا کہنے والے کا ہے، یعنی اسے قتل کر دیا جائے گا، جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔......اسی طرح (وہ بھی گستاخ رسول ہے اور اس کی سزا بھی قتل ہے،) جو آپ ﷺ پر لعنت کرے، یا آپ پر بددعا کرے، یا آپ کے نقصان کی تمنی کرے یا مذمت کے طور پر آپ کی طرف کچھ ایسا منسوب کرے، جو آپ کی شایان شان نہ ہو، یا آپ کے متعلق نامعقول، گھٹیا، گندی اور جھوٹی بات کرے یا آپ ﷺ کو پیش آنے والے مصائب اور آزمائشوں میں سے کسی کی آپ کو عار دے یا آپ ﷺ کے لائق جائز کسی بشری عارضہ کی وجہ سے آپ ﷺ کو حقیر سمجھے۔ اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اب تک کے تمام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اہل علم اور اہل فتویٰ کا اجماع ہے۔''

(الشّفا بتعریف حقوق المصطفیٰ : 932/2)

❁ نیز فرماتے ہیں:

أَجْمَعَت الْأُمَّة عَلٰى قَتْلِ مُتَنَقِّصِهٖ مِنَ الْمُسْلِمِين وَسَابِّهٖ .

''امت کا اجماع ہے کہ جو مسلمان نبی کریم ﷺ کی شان میں تنقیص کرے یا آپ کو برا بھلا کہے، اسے قتل کر دیا جائے۔''

(الشّفا بتعریف حقوق المصطفیٰ : 211/2)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ السَّابَّ إِنْ كَانَ مُسْلِمًا فَإِنَّهٗ يَكْفُرُ وَيُقْتَلُ بِغَيْرِ خِلَافٍ وَهُوَ مَذْهَبُ الْأَئِمَّةِ الْأَرْبَعَةِ وَغَيْرِهِمْ .

''اگر نبی کریم ﷺ کو برا بھلا کہنے والا مسلمان ہو، تو وہ کافر ہو جائے گا اور اس کی سزا قتل ہے، اس میں کوئی اختلاف نہیں، ائمہ اربعہ وغیرہم کا یہی مذہب ہے۔''

(الصّارم المَسلول على شاتم الرّسول، ص 4)

❁ نیز فرماتے ہیں:

مَعْلُومٌ أَنَّ أَذَى الرَّسُولِ مِنْ أَعْظَمِ الْمُحَرَّمَاتِ فَإِنَّ مَنْ آذَاهُ فَقَدْ آذَى اللّٰهَ وَقَتْلُ سَابِّهٖ وَاجِبٌ بِاتِّفَاقِ الْأُمَّةِ .

''یہ طے شدہ بات ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو ایذا پہنچانا سب سے بڑا حرام کام ہے، کیونکہ جو نبی کریم ﷺ کو ایذا دیتا ہے، وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کو ایذا دیتا ہے۔ امت کا اجماع ہے کہ نبی ﷺ کو برا بھلا کہنے والے کو قتل کرنا واجب ہے۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(مَجموع الفتاوی : 169/15)

سوال: کیا ''الفقہ الا کبر'' امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تصنیف ہے؟

جواب: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے ''الفقہ الا کبر'' نامی کتاب ثابت نہیں ہے۔

کسی کتاب کی نسبت صحیح ہونے کے لیے ضروری ہے کہ وہ مصنف تک باسند صحیح ثابت ہو، اب ہم اس کتاب کی سند کا علمی اور تحقیقی جائزہ پیش کرتے ہیں۔

(ا) اس کی ایک سند یہ ہے:

مُحَمَّدُ بْنُ مَقَاتِلٍ الرَّازِيُّ، عَنْ عِصَامِ بْنِ يُوسُفَ، عَنْ حَمَّادِ بْنِ أَبِي حَنِيفَةَ، عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ .

اس سند کے راویوں کے حالات بالترتیب ملاحظہ فرمائیں:

① محمد بن مقاتل رازی کو حافظ ذہبی رحمہ اللہ (المغني في الضعفاء : 635/2) اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (تقریب التهذیب : 6319) نے ''ضعیف'' کہا ہے۔اس کے بارے میں ادنیٰ کلمہ توثیق بھی ثابت نہیں۔

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ مِنَ الضُّعَفَاءِ الْمَتْرُوكِينَ .

''یہ متروک درجے کے ضعیف راویوں میں سے ہے۔''

(تاریخ الإسلام : 1247/5)

② عصام بن یوسف بلخی راوی کے بارے میں امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَدْ رَوٰى عِصَامٌ هٰذَا عَنِ الثَّوْرِيِّ وَعَنْ غَيْرِهٖ أَحَادِيثَ لَا يُتَابَعُ عَلَيْهَا .

''اس عصام نے امام سفیان ثوری اور دیگر اساتذہ سے ایسی احادیث روایت

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کی ہیں جن کی کسی نے متابعت نہیں کی۔''

(الكامل في ضعفاء الرّجال : 5/371، وفي نسخة : 5/2008)

❁ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ صَاحِبَ حَدِيثٍ، ثَبْتًا فِي الرِّوَايَةِ، رُبَّمَا أَخْطَأَ.

''یہ محدث تھا اور روایت میں قابل اعتماد تھا، کبھی کبھار غلطی کر لیتا تھا۔''

(الثّقات : 8/521)

❁ حافظ خلیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ صَدُوقٌ. ''یہ سچا راوی ہے۔''

(الإرشاد : 3/937)

تنبیہ : حافظ ابن حجر رحمہ اللہ، امام ابن سعد رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں:

كَانَ عِنْدَهُمْ ضَعِيفًا فِي الْحَدِيثِ.

''یہ محدثین کرام کے ہاں حدیث کے معاملے میں کمزور تھا۔''

(لسان الميزان : 4/168)

لیکن یہ حوالہ طبقات ابن سعد سے نہیں مل سکا۔

③ حماد بن ابی حنیفہ ''ضعیف'' راوی ہے۔ اس کے بارے میں توثیق کا ادنیٰ کلمہ بھی ثابت نہیں۔

❁ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا أَعْلَمُ لَهُ رِوَايَةً مُسْتَوِيَةً فَأَذْكُرَهَا.

''میں اس کی ایک بھی درست روایت نہیں جانتا جسے ذکر کر سکوں۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(الكامل: 2/253، وفي نسخة: 2/669)

۞ نیز فرماتے ہیں:

إِسْمَاعِيلُ بْنُ حَمَّادِ بْنِ أَبِي حَنِيفَةَ لَيْسَ لَهُ مِنَ الرِّوَايَاتِ شَيْءٌ، لَيْسَ هُوَ، وَلَا أَبُوهُ حَمَّادٌ، وَلَا جَدُّهُ أَبُو حَنِيفَةَ مِنْ أَهْلِ الرِّوَايَاتِ، وَثَلَاثَتُهُمْ قَدْ ذَكَرْتُهُمْ فِي كِتَابِي هٰذَا فِي جُمْلَةِ الضُّعَفَاءِ.

"اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہ نے کوئی حدیث بیان نہیں کی۔ اسماعیل بن حماد، اس کے والد حماد اور اس کے دادا ابوحنیفہ، تینوں ہی احادیث کے قابل (محدث) نہیں تھے۔ (یہی وجہ ہے کہ) میں نے ان تینوں کو اپنی کتاب میں ضعیف راویوں میں شمار کیا ہے۔"

(الكامل في ضُعفاء الرّجال: 1/314)

۞ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعَّفَهُ ابْنُ عَدِيٍّ وَغَيْرُهُ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهٖ.

"اسے امام ابن عدی رحمہ اللہ وغیرہ نے حافظے کی کمزوری کی بنا پر ضعیف قرار دیا ہے۔"

(ميزان الاعتدال: 1/590)

یہ تو تھا کتاب کی سند کا حال۔ علمی دنیا میں دل کیسے مطمئن ہوسکتا ہے کہ یہ تصنیف امام ابوحنیفہ کی ہے؟ یہ غیر ثابت نسبت ہے، اسی لیے محدثین اور علمائے حق نے اس کتاب کی طرف التفات نہیں کیا۔

پھر اس رسالے میں گمراہ کن اشعری عقیدہ درج ہے۔ یہ اہل سنت والجماعت، اہل حق کے عقائد کے موافق نہیں ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

② (ب) اس کی دوسری سند یہ ہے:

اَلْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ الْكَاشْغَرِيُّ، عَنْ أَبِي مَالِكٍ نَصْرَانُ بْنُ نَصْرٍ الْخَتَلِيُّ، عَنْ أَبِي الْحَسَنِ عَلِيِّ بْنِ أَحْمَدَ الْفَارِسِيِّ، عَنْ نَصْرِ بْنِ يَحْيٰى، عَنْ أَبِي مَطِيعٍ . (مُقَدِّمَةُ كِتَابِ الْعَالِمِ وَالتَّعَلُّمِ لِلْكَوْثَرِيِّ)

اس کے راویوں کا مختصر حال بھی ملاحظہ ہو:

ا۔ حسین بن علی کاشغری جھوٹا راوی ہے۔ یہ خود احادیث گھڑ لیتا تھا۔

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مُتَّهَمٌ بِالْكِذْبِ .

”اس پر جھوٹ کا الزام ہے۔“

(میزان الاعتدال: 544/1)

❀ حافظ سمعانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يَضَعُ الْحَدِيثَ .

”یہ خود حدیث گھڑ لیتا ہے۔“

(لسان المیزان لابن حجر: 305/2)

❀ ابن نجار رحمہ اللہ کہتے ہیں:

كَانَ شَيْخًا صَالِحًا مُتَدَيِّنًا، إِلَّا أَنَّهٗ كَتَبَ الْغَرَائِبَ، وَقَدْ ضَعَّفُوهُ وَاتَّهَمُوهُ بِالْوَضْعِ .

”یہ نیک اور دیندار شیخ تھا لیکن اس نے منکر روایات لکھیں۔ محدثین کرام نے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

اسے ضعیف قرار دیا اور اس کو حدیثیں گھڑنے کے ساتھ متہم کیا۔“

(لسان المیزان : 305/3)

۲۔ نصران بن نصر ختلی ”مجہول“ ہے۔

۳۔ علی بن احمد فارسی بھی ”مجہول“ ہے۔ کتب رجال میں اس کا ذکر نہیں ملا۔

۴۔ نصر بن یحییٰ بلخی بھی نامعلوم ہے۔ اس کا بھی رجال کی کتب میں ذکر نہیں۔

۵۔ ابو مطیع حکم بن عبداللہ بلخی سخت مجروح اور ”ضعیف“ ہے۔

① امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

صَاحِبُ رَأْيٍ ضَعِيفٌ .

”اہل رائے اور ضعیف راوی ہے۔“

(الكامل في ضعفاء الرّجال لابن عدي : ٢١٤/٢)

② امام نسائی رحمہ اللہ اسے ”ضعیف“ قرار دیتے ہیں۔

(الكامل في ضعفاء الرّجال لابن عدي : ٢١٤/٢)

③ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يَنْبَغِي أَنْ يُّرْوٰى عَنْهُ .

”اس سے روایات لینا جائز نہیں۔“

(كتاب العِلَل ومعرفة الرّجال : ٥٣٣١)

④ امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ بِشَيْءٍ . ”یہ فن حدیث میں کچھ بھی نہیں۔“

(تاريخ ابن معين برواية الدّوري : ٤٧٦٠)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

⑤ حافظ ابن سعد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ مُرْجِئًا وَهُوَ ضَعِيْفٌ عِنْدَهُمْ فِي الْحَدِيْثِ .

''یہ مرجی تھا اور محدثین کے ہاں حدیث میں ضعیف تھا۔''

(الطبقات الكبرىٰ: ١٩٨/٦)

⑥ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اسے الضعفاء والمتروکین میں ذکر کیا ہے۔

(كتاب الضّعفاء والمتروكين: ١٦٢)

⑦ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَبُوْ مُطِيْعٍ بَيِّنُ الضُّعْفِ فِي أَحَادِيثِهِ وَعَامَّةُ مَا يَرْوِيهِ لَا يُتَابَعُ عَلَيْهِ .

''ابو مطیع کی احادیث میں واضح ضعف ہے۔اس کی اکثر روایات کی متابعت نہیں کی گئی۔''

(الكامل في ضعفاء الرّجال: ٢١٤/٢)

⑧ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ مِنْ رُؤَسَاءِ الْمُرْجِئَةِ مِمَّنْ يُبْغِضُ السُّنَنَ وَمُنْتَحِلِيْهَا .

''یہ مرجیہ کے ان سرداروں میں تھا، جو احادیث اور اہل حدیث سے بغض رکھتے تھے۔''

(كتاب المَجروحين: ٢٥٠/١)

⑨ امام عبدالرحمٰن بن ابی حاتم رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''میں نے اپنے والد محترم (امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ) سے ابو مطیع بلخی کے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

بارے میں پوچھا، تو انہوں نے فرمایا: یہ بلخ کا قاضی تھا، مرجی تھا، حدیث میں ضعیف تھا۔ وہ (امام ابو حاتم رحمہ اللہ) کتاب الزکاۃ میں اس کی حدیث پر پہنچے، تو پڑھنے سے رُک گئے اور فرمایا: میں اس سے حدیث بیان نہیں کروں گا۔‘‘

(الجرح والتّعديل : ١٢٢/٣)

⑩ امام عمرو بن علی الفلاس رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَبُوْ مُطِيْعِ الْحَكَمُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ ضَعِيْفُ الْحَدِيْثِ .

’’ابو مطیع حکم بن عبداللہ حدیث میں ضعیف ہے۔‘‘

(تاريخ بغداد للخطيب : ٢٢٥/٨، وسندهٗ صحيحٌ)

⑪ حافظ خلیلی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

كَانَ مُرْجِئًا، وَهُوَ صَالِحٌ فِي الْحَدِيثِ، إِلَّا أَنَّ أَهْلَ السُّنَّةِ أَمْسَكُوا عَنْ رِوَايَةِ حَدِيثِهِ .

’’یہ مرجی تھا اور صالح الحدیث تھا، لیکن اہل سنت اس کی حدیث کو روایت کرنے سے رُک گئے ہیں۔‘‘

(الإرشاد في معرفة علماء الحديث : ٢٧٦/١)

⑫ حافظ سیوطی رحمہ اللہ امام حاکم رحمہ اللہ سے ایک روایت کے بارے میں نقل کرتے ہیں:

إِسْنَادُهٗ فِيهِ مُظْلِمَاتٌ وَالْحَدِيْثُ بَاطِلٌ وَالَّذِي تَوَلّٰى كِبْرَهٗ، أَبُو مُطِيعٍ .

’’اس کی سند اندھیروں والی ہے۔ یہ حدیث باطل ہے اور یہ ابو مطیع کی گھڑنت ہے۔‘‘

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

(اللآلي المصنوعة : ١/٣٨)

⑬ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ ابو مطیع وغیرہ کی ایک سند کے متعلق کہتے ہیں:

هٰذَا الْإِسْنَادُ لَا يُسَاوِي شَيْئًا .

''یہ سند کسی کام کی نہیں۔''

(نصب الرّاية للزيلعي : ٢/٣٨٥)

⑭ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

هُوَ مَتْرُوْكٌ . ''یہ متروک راوی ہے۔''

(مَجمع الزوائد : ٨/٢٧٥)

⑮ حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

تَرَكُوهُ . ''محدثین نے اسے چھوڑ دیا تھا۔''

(المُغني في الضّعفاء : ١/٢٨٠)

نیز فرماتے ہیں:

وَاهٍ فِي ضَبْطِ الْأَثَرِ .

''حدیث کے ضبط میں نہایت کمزور تھا۔''

(ميزان الاعتدال : ١/٥٧٤)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ ابو مطیع کو یوں ''وضاع'' (حدیثیں گھڑنے والا) قرار دیتے ہیں:

فَهٰذَا وَضَعَهُ أَبُوْ مُطِيعٍ عَلٰى حَمَّادٍ .

''اس حدیث کو ابو مطیع نے حماد سے منسوب کر کے گھڑا ہے۔''

(ميزان الاعتدال : ١/٥٧٤)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

تنبیہ بلیغ:

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

كَانَ ابْنُ الْمُبَارَكِ يُعَظِّمُهُ وَيُجِلُّهُ لِدِيْنِهٖ وَعِلْمِهٖ .

''ابن مبارک رحمہ اللہ اس کی تعظیم کرتے تھے اور اس کے دین اور علم کی وجہ سے اس کی توقیر کرتے تھے۔''

(میزان الاعتدال: ١/٥٧٤)

یہ حوالہ بے ثبوت و بے سند ہے۔

قارئین کرام! ابو مطیع بلخی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی طرف منسوب تصنیف ''الفقہ الاکبر'' کا راوی ہے، جس کا حال آپ نے اچھی طرح معلوم کرلیا ہے۔ ائمہ محدثین نے کس طرح اس پر جرح کی ہے، ثابت ہوا کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی طرف منسوب روایات و تصانیف کا کوئی اعتبار نہیں۔

❀ مولانا اشرف علی تھانوی صاحب لکھتے ہیں:

إِنَّهٗ لَمْ يَثْبُتْ نِسْبَتُهٗ إِلَيْهِ .

''فقہ اکبر کی نسبت امام ابو حنیفہ سے ثابت نہیں۔''

(بوادر النّوادر، ص 758)

❀ مولانا شبلی نعمانی صاحب لکھتے ہیں:

''میرا خیال ہے کہ ابو مطیع بلخی نے ایک رسالہ میں بطور خود عقائد کے مسائل قلمبند کیے تھے، رفتہ رفتہ وہ امام صاحب کی طرف منسوب ہوگیا۔''

(سیرۃ النعمان، ص 130)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

❁ علامہ ظفر احمد عثمانی صاحب لکھتے ہیں:

”فقہ اکبر کی نسبت امام صاحب کی طرف متواتر یا سند صحیح سے ثابت نہیں، اس لیے اس کی یہ عبارت حجت نہیں۔“

(امداد الاحکام، جلد1، ص341)

❁ محمد حسین نیلوی صاحب بھی یہی بات کہتے ہیں۔

(ندائے حق، ص427، 594)

❁ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب لکھتے ہیں:

”الفقہ الاکبر، جو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی طرف منسوب ہے......“

(قاموس الفقہ، جلد پنجم، ص167)

ثابت ہوا کہ فقہ اکبر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی تصنیف نہیں ہے، بلکہ بعد میں ان کی طرف منسوب کر دی گئی ہے۔

سوال: کیا نبی سے بھول ہو سکتی ہے؟

جواب: نبی تبلیغ رسالت میں اللہ کی حفاظت کے ساتھ معصوم ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کے کسی پیغام کو پہنچانے میں غلطی یا سہو نہیں ہو سکتا۔ البتہ بشری تقاضا کے مطابق نبی سے بھی اُمورِ دنیا یا دین کے وہ معاملات جن کی تبلیغ ہو چکی ہے، میں سہو ہو سکتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ اس سہو کو قائم نہیں رکھتا، بلکہ اس کی اصلاح کر دیتا ہے۔

❁ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے فرمایا:

إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ، أَنْسٰى كَمَا تَنْسَوْنَ، فَإِذَا نَسِيتُ فَذَكِّرُونِي .

”میں آپ جیسا بشر ہوں، آپ ہی کی طرح بھول جاتا ہوں، تو جب میں بھول جاؤں، مجھے یاد کروا دیا کریں۔“

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

(صحيح البخاري: 401، صحيح مسلم: 572)

سوال: انبیائے کرام علیہم السلام کے فضلات کا کیا حکم ہے؟

جواب: انبیائے کرام علیہم السلام کے فضلات کے پاک ہونے پر کوئی نص ثابت نہیں۔

سوال: کیا نبی کبیرہ گناہ کا ارتکاب کر سکتا ہے؟

جواب: نبی کبیرہ گناہ کا ارتکاب نہیں کرتا۔ اس پر اجماع ہے۔

سوال: کیا نبی جھوٹ بول سکتا ہے؟

جواب: نبی سچائی کا پیکر ہوتا ہے، وہ ہر حالت میں سچ فرماتا ہے۔

سوال: کیا انبیاء سے صغائر سرزد ہو سکتے ہیں؟

جواب: اس پر تو اجماع ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام سے کبائر کا وقوع نہیں ہوتا، البتہ صغیرہ گناہوں کے بارے میں اکثر اہل علم یہی کہتے ہیں کہ ان کا وقوع انبیائے کرام سے بھی ممکن ہے۔ مگر ان میں انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ کر دی جاتی ہے اور وہ صغائر پر قائم نہیں رہتے۔

سوال: کیا انبیائے کرام علیہم السلام بشر ہیں؟

جواب: قرآن وسنت کی نصوص اور اسلاف امت کی آرا کے تتبع سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ سے قبل تمام انبیا جنس کے لحاظ سے بشر تھے اور یہی چیز کفار کے انکار نبوت کی ایک بڑی وجہ بنی، وہ سمجھتے تھے کہ ایک بشر بھلا کیسے اور کیوں رسالت کے عظیم منصب پر فائز ہو سکتا ہے؟

① قوم نوح نے نوح علیہ السلام کی نبوت کا انکار کرتے ہوئے کہا:

﴿مَا نَرَاكَ إِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا﴾ (هود: ٢٧)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

”ہم تجھے بس اپنے ہی جیسا بشر سمجھتے ہیں۔“

امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ (۳۱۰ھ) فرماتے ہیں:

”انہوں نے اپنے نبی نوح علیہ السلام کی نبوت کا انکار کیا (اور کہا): اے نوح! ہم تجھے اپنے جیسا بشر ہی دیکھتے ہیں۔ مراد یہ تھی کہ نوح علیہ السلام تخلیق، شکل وصورت اور جنس میں انہی کی طرح کے ایک آدمی ہیں۔ کفار اس بات کو تسلیم نہیں کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کی طرف جنس بشر میں سے رسول بھیجے۔“

(تفسير الطّبري: ۳٦/۱۲)

② فرعون اور اس کے حواریوں نے موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کے بارے میں کہا:

﴿أَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا﴾(المؤمنون: ٤٧)

”کیا ہم اپنے جیسے دو بشروں پر ایمان لائیں؟“

③ پچھلے تمام انبیا کی امتوں نے ان سے کہا:

﴿إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا﴾(إبراهيم: ۱۰)

”یقیناً تم ہمارے ہی جیسے بشر ہو۔“

④ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس نظریہ کی تردید فرمائی،

﴿قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ إِنْ نَحْنُ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ﴾(إبراهيم: ۱۱)

”ان کے رسولوں نے ان سے کہا کہ ہم تمہارے ہی جیسے بشر ہیں۔“

بعینہ یہی صورت حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پیش آئی کفار مکہ کہتے تھے کہ ہمارے ہی جیسا ایک بشر نبی کیسے؟

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۵۵)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: انسانی بلغم کا کیا حکم ہے؟

جواب: بلغم پاک ہے۔

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ نَقَلَ بَعْضُهُمْ فِيهِ الْإِجْمَاعَ .

”اس (بلغم کے پاک ہونے کے) بارے میں بعض اہل علم نے اجماع نقل کیا ہے۔“

(فتح الباري: 353/1)

سوال: روزہ کی حالت میں بلغم نگل لے، تو کیا حکم ہے؟

جواب: بلغم نگلنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

سوال: کیا ایسی نیکی کی نذر ماننا جائز ہے، جسے کرنا ضروری نہیں؟

جواب: ہر جائز اور نیک کام کی نذر مانی جاسکتی ہے، خواہ وہ کام فرض ہو، نفل ہو یا مباح۔ البتہ نذر ماننے کے بعد اس کام کو پورا کرنا واجب ہو جاتا ہے، ورنہ کفارہ لازم آئے گا۔

سوال: جس نے اپنے ہی بیٹے کو ذبح کرنے کی نذر مانی ہو، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: یہ اللہ کی نافرمانی کی نذر ہے۔ اس نذر کو پورا کرنا جائز نہیں، بلکہ نذر کا کفارہ ادا کرنا واجب ہے۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

مَنْ نَذَرَ أَنْ يُّطِيعَ اللّٰهَ فَلْيُطِعْهُ، وَمَنْ نَذَرَ أَنْ يَّعْصِيَهٗ فَلَا يَعْصِهٖ .

''جس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی نذر مانی ہے، وہ اس کی اطاعت کرے (یعنی نذر پوری کرے) اور جس نے اللہ کی نافرمانی کی نذر مانی ہے، وہ نافرمانی نہ کرے (یعنی نذر پوری نہ کرے)۔''

(صحيح البخاري : 6696)

سوال: شراب پینے کی نذر مانی، تو کیا حکم ہے؟

جواب: شراب پینا حرام اور گناہ ہے، گناہ کی نذر ماننا جائز نہیں، اگر مان لی جائے، تو اسے پورا کرنا جائز نہیں، بلکہ نذر کا کفارہ واجب ہوگا۔

سوال: جس نے عید الفطر کے دن روزہ رکھنے کی نذر مانی، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: عید الفطر کے دن روزہ رکھنا ممنوع ہے اور ممنوع کام کی نذر ماننا بھی ممنوع ہے، لہٰذا جس نے عید الفطر کے دن روزے کی نذر مانی، وہ نذر توڑ دے اور بدلے میں کفارہ ادا کرے۔

سوال: نبی کریم ﷺ کی توہین کرنے والے ''ذمی'' کی کیا سزا ہے؟

جواب: ذمی وہ کافر ہے، جو مسلمانوں کی سلطنت میں جزیہ دے کر رہتا ہے، بدلے میں اسے مسلمان امان دیتے ہیں، اس کے مال و جان کی حفاظت کرتے ہیں۔ اگر ذمی بھی نبی کریم ﷺ کی گستاخی کا مرتکب ہوتا ہے، تو اس کا ذمہ ٹوٹ جائے گا، وہ حربی قرار پائے گا، اس کی سزا بھی قتل ہے۔ اس پر قرآن و حدیث اور اجماع امت دلیل ہیں۔ علمائے احناف کے نزدیک ذمی گستاخ رسول کی سزا قتل نہیں۔

❀ علمائے احناف کا فتویٰ ہے:

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

مَنِ امْتَنَعَ مِنْ أَدَاءِ الْجِزْيَةِ أَوْ قَتَلَ مُسْلِمًا أَوْ سَبَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَوْ زَنٰى بِمُسْلِمَةٍ لَمْ يَنْقُضْ عَهْدُهُ.

''جو ذمی جزیہ دینے سے انکار کر دے، یا کسی مسلمان کو قتل کر دے یا نبی کریم ﷺ کو گالی دے یا کسی مسلمان عورت سے زنا کرے، تو اس کا ذمہ نہیں ٹوٹے گا۔''

(القدوري، ص 241، الهداية :598/1، فتاویٰ عالمگیری:252/2)

❁ علامہ قاسم بن قطلو بغا حنفی رحمہ اللہ (۸۷۹ھ) نے کہا ہے:

نَعَمْ نَفْسُ الْمُؤْمِنِ تَمِيلُ إِلٰى قَوْلِ الْمُخَالِفِ فِي مَسْأَلَةِ السَّبِّ لٰكِنَّ اتِّبَاعَنَا لِلْمَذْهَبِ وَاجِبٌ وَفِي الْحَاوِي الْقُدْسِيِّ وَيُؤَدَّبُ الذِّمِّيُّ وَيُعَاقَبُ عَلٰى سَبِّهٖ دِينَ الْإِسْلَامِ أَوِ النَّبِيَّ أَوِ الْقُرْآنَ.

''یہ بات درست ہے کہ ایک مؤمن کا دل ہمارے مخالف (ائمہ ثلاثہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ) کے مذہب کی طرف مائل ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کو برا بھلا کہنے والے کی سزا قتل ہے، لیکن ہم پر اپنے مذہب کی پیروی واجب ہے۔ حاوی قدسی (از حنفی فقیہ احمد بن محمد بن نوح غزنوی، المتوفی تقریبا: ۶۰۰ھ) میں لکھا ہے: ''ذمی اگر دین اسلام کو گالی دے، یا نبی کریم ﷺ کو گالی دے یا قرآن کو گالی دے، تو اسے تادیباً سزا دی جائے گی (قتل نہیں کیا جائے گا)۔''

(البحر الرّائق لابن نُجَيم : 125/5)

❁ مولانا ابو الاعلیٰ مودودی صاحب نقل کرتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

”ذمی خواہ کیسے ہی بڑے جرم کا ارتکاب کرے، اس کا ذمہ نہیں ٹوٹتا، حتی کہ جزیہ بند کر دینا، مسلمان کو قتل کرنا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنا، یا کسی مسلمان عورت کی آبروریزی کرنا بھی اس کے حق میں ناقض ذمہ نہیں ہے۔“

(الجہاد فی الاسلام، ص289)

❁ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَإِنْ نَكَثُوا أَيْمَانَهُمْ مِنْ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوا فِي دِينِكُمْ فَقَاتِلُوا أَئِمَّةَ الْكُفْرِ إِنَّهُمْ لَا أَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُونَ﴾(التّوبة : ١٢)

”اگر یہ لوگ معاہدہ کرنے کے بعد بھی اپنی قسمیں توڑ دیں اور تمہارے دین میں طعن کریں، تو تم ان کفر کے سرغنوں سے قتال کرو، کیونکہ اب ان کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں، شاید (اس طرح) یہ باز آ جائیں۔“

ثابت ہوا کہ ذمی اگر دین میں طعن کرے، تو اس کا عہد ٹوٹ جائے گا، وہ حربی بن جائے گا اور اس کی سزا قتل ہے۔

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ لِكَعْبِ بْنِ الْأَشْرَفِ، فَإِنَّهُ قَدْ آذَى اللّٰهَ وَرَسُولَهُ، قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ : أَتُحِبُّ أَنْ أَقْتُلَهُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ : نَعَمْ .

”کعب بن اشرف (یہودی) کو کون قتل کرے گا، اس نے اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دی ہے۔ سیدنا محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! کیا آپ پسند فرماتے ہیں کہ میں اسے قتل کر دوں۔ فرمایا: جی ہاں۔“

(صحيح البخاري :3031، صحيح مسلم :1801)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فاتحانہ انداز میں مکہ میں داخل ہوئے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اللہ کے رسول! عبداللہ بن اخطل غلاف کعبہ کے ساتھ چمٹا ہوا ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا:

اُقْتُلُوهُ. ”اسے قتل کر دیں۔“

(صحيح البخاري : 1846، صحيح مسلم : 1357)

❁ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ والے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کفار کو امان دے دی، سوائے چار مرد اور دو عورتوں کے اور فرمایا:

اقْتُلُوهُمْ، وَإِنْ وَجَدْتُمُوهُمْ مُتَعَلِّقِينَ بِأَسْتَارِ الْكَعْبَةِ عِكْرِمَةُ بْنُ أَبِي جَهْلٍ، وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ خَطَلٍ، وَمَقِيسُ بْنُ صُبَابَةَ، وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعْدِ بْنِ أَبِي سَرْحٍ.

”انہیں قتل کر دیں، خواہ یہ غلاف کعبہ کے ساتھ چمٹے ہوں؛ عکرمہ بن ابی جہل، عبداللہ بن خطل، مقیس بن صبابہ اور عبداللہ بن سعد بن ابی السرح۔“

(سنن النّسائي : 4067، المستدرك للحاكم : 2329، وسندهٗ حسنٌ)

❁ علامہ قرطبی رحمہ اللہ (۶۷۱ھ) فرماتے ہیں:

”اکثر اہل علم کا مؤقف ہے کہ جو ذمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہے یا عیب جوئی کرے یا آپ کی شان گھٹائے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا وصف بیان کرے کہ جس وصف کو بیان کرنے سے وہ کافر ہو جاتا ہے، تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔“

(تفسير القُرطبي : 83/8)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

إِنْ كَانَ ذِمِّيًّا فَإِنَّهُ يُقْتَلُ أَيْضًا فِي مَذْهَبِ مَالِكٍ وَأَهْلِ الْمَدِينَةِ ...... وَهُوَ مَذْهَبُ أَحْمَدَ وَفُقَهَاءِ الْحَدِيثِ .

''گستاخ رسول اگر ذمی ہو، تو اسے بھی امام مالک رحمہ اللہ اور اہل مدینہ کے مذہب کے مطابق قتل کیا جائے گا......امام احمد بن حنبل اور محدثین فقہا رحمہم اللہ کا بھی یہی مذہب ہے۔''

(الصّارم المَسلول، ص 4)

نیز فرماتے ہیں:

مَنْ سَبَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مُسْلِمٍ أَوْ كَافِرٍ فَإِنَّهُ يَجِبُ قَتْلُهُ، هٰذَا مَذْهَبُ عَلَيْهِ عَامَّةُ أَهْلِ الْعِلْمِ .

''جو مسلمان یا کافر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہے، اس کا قتل واجب ہے۔ اکثر اہل علم کا یہی موقف ہے۔''

(الصّارم المَسلول، ص 3)

بعض منافقین یا کفار نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے ہرزہ سرائی کی، مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں معاف کر دیا، بعض لوگ اسے دلیل بناتے ہوئے گستاخ رسول کی سزا قتل ہونے کا انکار کرتے ہیں، جبکہ یہ بات درست نہیں۔ گستاخ رسول کی سزا قتل ہے، یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا یہ حق وصول کریں یا معاف کر دیں، آپ کو تو یہ اختیار حاصل ہے، اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد گستاخ کی سزا معاف کرنے کا کسی کو حق حاصل نہیں۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

ذٰلِكَ أَنَّ الْحَقَّ لَهُ، فَلَهُ أَنْ يَسْتَوْفِيَهُ، وَلَهُ أَنْ يَتْرُكَهُ، وَلَيْسَ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

لِأُمَّتِهِ تَرْكُ اسْتِيفَاءِ حَقِّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''نبی کریم ﷺ کو حق حاصل تھا کہ (اپنے گستاخ) کو سزا دیں یا اسے معاف کر دیں، مگر آپ ﷺ کی امت کو کوئی حق نہیں کہ آپ ﷺ کے گستاخ کی سزا معاف کر دیں۔''(زاد المَعاد : 56/5)

تنبیہ:

❁ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ سَبَّ نَبِيًّا مِّنَ الْأَنْبِيَاءِ فَاقْتُلُوهُ

''جو کسی نبی کو سب و شتم کرے، اسے قتل کر دو۔''

(المعجم الأوسط للطّبراني : 4602، فوائد تمّام : 740)

یہ روایت سخت ضعیف ہے۔ ابو صلت عبد السلام بن صالح ہروی سخت ضعیف اور متروک ہے۔ اس کی متابعت عبید اللہ بن محمد عمری نے کی ہے، وہ بھی ضعیف ہے، اس کی توثیق ثابت نہیں۔

نوٹ:

گستاخ رسول کی سزا نافذ کرنے کا اختیار صرف اور صرف مسلمان حکمران کو ہے۔ اگر کوئی قانون ہاتھ میں لے کر کسی گستاخ کو قتل کر دے، تو اس کی سزا بھی قتل ہے۔

سوال: کیا انبیائے کرام علیہم السلام کی میراث تقسیم ہوتی ہے؟

جواب: انبیائے کرام علیہم السلام جو مال چھوڑیں، وہ صدقہ ہوتا ہے، اس مال کو وراثت کے قوانین کے مطابق تقسیم نہیں کرتے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

❀ متواتر حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَا نُورَثُ، مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ .

”ہماری میراث نہیں ہوتی۔ ہمارا متروکہ مال صدقہ ہوتا ہے۔“

(صحيح البخاري : 6727، صحيح مسلم :1761، عن أبي هريرة)

یہ حدیث نبی کریم ﷺ سے کئی صحابہ نے سنی ہے۔

① سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

(صحيح البخاري : 3093)

② عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

(صحيح البخاري : 3094)

③ سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ

(صحيح البخاري : 3094)

④ سیدنا عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ

(صحيح البخاري : 3094)

⑤ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

(صحيح البخاري : 3094)

⑥ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

(صحيح البخاري : 3094)

⑦ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

(صحيح البخاري : 3094)

⑧ سیدنا عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

(صحيح البخاري : 3094)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس حدیث کو متواتر قرار دیا ہے۔

(موافقة الخبر الخبر : 179/2)

❁ ام المومنین، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

''سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیج کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس میراث کا مطالبہ کیا، جو اللہ تعالیٰ نے انہیں مالِ فے کی صورت میں عطا کی تھی، باغ فدک اور خیبر کے خُمس کا بھی مطالبہ کیا۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ہماری میراث نہیں ہوتی، ہمارا متروکہ مال صدقہ ہوتا ہے، ہاں! آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اخراجات اس سے پورے کیے جائیں، مگر انہیں حق نہیں ہوگا کہ کھانے، پینے کے علاوہ کسی مصرف میں لائیں۔ اللہ کی قسم! میں دور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات صدقہ میں تبدیلی نہیں کروں گا، بل کہ ان معمولات کو اسی طرح جاری رکھوں گا، جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چھوڑ کر گئے۔ پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا اور فرمایا: اے ابو بکر! ہم آپ کی فضیلت و مرتبہ کے اقراری ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اہل بیت کی قرابت داری اور ان کے حقوق کا ذکر کیا۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں سے حسن سلوک مجھے اپنے عزیز و اقارب سے زیادہ عزیز ہے۔''

(صحيح البخاري : 3711، 3712، صحيح مسلم : 1758)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (852ھ) فرماتے ہیں:

www.KitaboSunnat.com

”بعض روافض نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ اس حدیث کی قرأت میں لفظ [صَدَقَةً] کا حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہونا ہی صحیح ہے، لیکن جس پر جدید اور قدیم محدثین کا اتفاق ہے، وہ [لَا نُورَثُ] نون کے ساتھ ہے، [صَدَقَةٌ] مرفوع ہے۔ کلام کے دو جملے ہیں؛ ایک [مَا تَرَكْنَا] مبتدا ہونے کے لحاظ سے محلاً مرفوع ہے، [صَدَقَةٌ] اس کی خبر ہے۔ صحیح بخاری کی ایک روایت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، اس میں الفاظ یہ ہیں: [مَا تَرَكْنَا فَهُوَ صَدَقَةٌ] ”ہم (انبیا) نے جو مال چھوڑا ہے، وہ صدقہ ہی ہے۔“ محدثین نے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سیدہ فاطمہ کے مطالبہ پر جوابی گفتگو امامیہ کے خلاف دلیل بنائی ہے۔ یہ دونوں ہستیاں فصاحت میں سب سے بڑھ کر تھیں اور الفاظِ حدیث کے مطالب و مفاہیم بہتر جاننے والی تھیں۔ اگر ان الفاظ کی قرأت وہی ہے، جو روافض بتاتے ہیں، تو یہ دلیل مانی جاتی، نہ ان کا جواب سوال کے مطابق قرار پاتا۔ یہ بات انصاف پسند طبیعت پر واضح ہے۔“

(فتح الباري شرح صحيح البخاري: 202/6)

✿ حافظ، عبدالرحیم بن حسین، عراقی رحمہ اللہ (806ھ) کہتے ہیں:

”یہ روایت شیعہ جہال کا واضح ردّ ہے، وہ کہتے ہیں کہ صحیح مسلم کی روایت «مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ» میں «صَدَقَةً» منصوب ہے اور ما نافیہ ہے۔

(انبیا کا متروکہ مال صدقہ نہیں)، لیکن یہ ان کی قبیح غلطی ہے، «صَدَقَةٌ» مرفوع ہے اور «مَا» موصولہ ہے۔ اس ضمن میں وہ روایت قول فیصل ہے، جس

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

کے الفاظ ہیں:«مَا تَرَكْنَا فَهُوَ صَدَقَةٌ» ''انبیا کا متروکہ مال صدقہ ہی ہوتا ہے۔''(طرح التثريب في شرح التقريب : 242/6)

❁ علامہ محمد عبدالرحمٰن، مبارکپوری رحمہ اللہ (1353ھ) کہتے ہیں:

''«مَا تَرَكْنَا» مبتدا ہونے کی بنا پر مرفوع ہے اور «صَدَقَةٌ» اس کی خبر۔ بعض رافضیوں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ لفظ «لَا نُورَثُ» دراصل «لَا يُورَثُ» ہے۔ «صَدَقَةً» حال ہے، اس لئے منصوب ہے۔ «مَا تَرَكْنَا» نائب فاعل ہونے کی بنا پر مرفوع ہے۔ اصل عبارت یوں ہوگی: «لَا يُورَثُ الَّذِي تَرَكْنَاهُ حَالَ كَوْنِهِ صَدَقَةً» ''ہمارا متروکہ صدقہ میراث نہیں ہوتا۔'' یہ تاویل ان صحیح احادیث کے خلاف ہے، جنہیں حفاظ محدثین نے نقل کیا ہے۔ یہ اس فرقہ کی کوئی پہلی تحریف نہیں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ والی مذکورہ حدیث اس بات کا واضح طور پر ردّ کرتی ہے، جس کے الفاظ ہیں: «فَهُوَ صَدَقَةٌ» ''ہم جو چھوڑیں، وہ صدقہ ہی ہوتا ہے۔'' نیز ارشاد ہے: «لَا تَقْتَسِمُ وَرَثَتِي دِينَارًا» ''میرے ورثا ایک دینار بھی تقسیم نہ کریں۔''

(تحفة الأحوذي : 193/5)

کہا جاتا ہے کہ مرتضیٰ موسوی شیعہ اور ابو علی حسین بن خضر قاضی کے مابین مسئلہ ''میراث الانبیا'' پر مناظرہ ہوا تھا۔ ہم اس کی سند پر مطلع نہیں ہو سکے، البتہ اس میں روافض کے استدلال کا رد ہوتا ہے، اسے بطور فائدہ ذکر کیا جاتا ہے۔

إِنَّ أَبَا عَلِيٍّ تَمَسَّكَ بِهٰذَا الْحَدِيثِ قَوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

: لَا نُورَثُ، مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ، فَاعْتَرَضَ عَلَيْهِ الْمُرْتَضَى الْمُوسَوِيُّ، وَقَالَ : كَيْفَ تَقُولُ إِعْرَابَ صَدَقَةٍ بِالرَّفْعِ أَوِ النَّصْبِ؟ إِنْ قُلْتَ بِالرَّفْعِ فَلَيْسَ كَذٰلِكَ، وَإِنْ قُلْتَ بِالنَّصْبِ فَهُوَ حُجَّتِي، لِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : مَا تَرَكْنَا صَدَقَةً، يَعْنِي لَمْ نَتْرُكْهُ صَدَقَةً، فَدَخَلَ أَبُو عَلِيٍّ وَقَالَ : فِيمَا ذَهَبْتَ إِلَيْهِ إِبْطَالُ فَائِدَةِ الْحَدِيثِ، فَإِنَّ أَحَدًا لَّا يَخْفٰى عَلَيْهِ أَنَّ الْإِنْسَانَ إِذَا مَاتَ يَرِثُهُ قَرِيبُهُ، وَأَقْرَبُ النَّاسِ إِلَيْهِ، وَلَا يَكُونُ صَدَقَةً وَّلَا يَقَعُ فِيهِ الْإِشْكَالُ، فَبَيَّنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ أَنَّ مَا تَرَكَهُ صَدَقَةٌ بِخِلَافِ سَائِرِ النَّاسِ .

''ابو علی قاضی نے اس حدیث کو دلیل بنایا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''ہماری میراث نہیں ہوتی، ہم (انبیا) جو کچھ چھوڑ جاتے ہیں، وہ صدقہ ہوتا ہے۔'' اس پر مرتضی موسوی شیعہ نے اعتراض کرتے ہوئے کہا: آپ اس حدیث کا اعراب کیسے پڑھتے ہیں؟ لفظ «صَدَقَة» مرفوع ہے یا منصوب؟ مرفوع ہے، تو آپ کی بات درست نہیں، منصوب ہے، تو یہ میری دلیل بنتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: «مَا تَرَكْنَا صَدَقَةً»، ''ہم صدقہ نہیں چھوڑتے۔'' ابو علی قاضی نے اس کا جواب دیتے ہوئے کہا: حدیث کا جو معنی آپ لے رہے ہیں، اس سے حدیث کا مقصد ہی باطل ہو جاتا ہے، کیونکہ یہ بات کسی پر مخفی نہیں کہ جب کوئی فوت ہوتا ہے، تو قریبی رشتہ دار ہی اس کے وارث بنتے ہیں، وہ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

مال صدقہ نہیں ہوتا۔اس میں کوئی اشکال نہیں۔اس خصوصی بیان کا مقصد ہی یہ ہے کہ عام لوگوں کے برعکس نبی اکرم ﷺ کا متروکہ مال صدقہ ہے۔‘‘

(الأنساب للسّمعاني : 9/310)

ہر کسی کو معلوم ہے کہ امتیوں کا چھوڑا ہوا مال ورثا میں تقسیم ہوتا ہے،صدقہ نہیں ہوتا۔ اگر نبی اکرم ﷺ کی وراثت کا بھی یہی معاملہ تھا،تو اس خصوصی بیان کی ضرورت ہی نہیں تھی۔حقیقت یہ ہے کہ وراثت انبیا کا معاملہ خاص تھا اور وہ یہ کہ ان کی وراثت نہیں ہوتی،وہ جو کچھ چھوڑ جائیں،وہ صدقہ ہی ہوتا ہے۔اس حدیث کا یہی مفہوم ہے،سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے بھی سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بات سن کر یہ حقیقت تسلیم کر لی تھی۔

سوال: غیراللہ کو مدد کے لیے پکارنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: مافوق الاسباب مدد کے لیے صرف اللہ تعالیٰ کی پکار کی جائے گی،اس مدد کے لیے غیراللہ کی پکار شرک ہے۔

مدد دو طرح کی ہوتی ہے؛ فوق الاسباب اور تحت الاسباب۔تحت الاسباب مدد اس زندہ شخص سے لی جا سکتی ہے،جو اس پر قدرت رکھتا ہو۔یہ انسانی ضرورت ہے۔یہ مدد زندوں سے مانگی جا سکتی ہے،مردوں سے نہیں،کیونکہ مردہ اس پر قادر نہیں۔جبکہ فوق الاسباب مدد صرف اللہ تعالیٰ سے طلب کی جا سکتی ہے،اس مدد کے لیے غیراللہ کی پکار شرک ہے۔تحت الاسباب مدد کی مثالیں دے کر مخلوق سے فوق الاسباب مدد مانگنے کا جواز پیش کرنا جہالت اور شرک کی ترویج کے سوا کچھ ہے۔

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

’’کچھ مشرکین ایسے ہیں،جو زندہ یا فوت شدہ مخلوق سے (فوق الاسباب) مدد

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

طلب کرتے ہیں، چاہے وہ مخلوق مسلمان ہو یا عیسائی یا مشرک۔تو شیطان اس شخص کی شکل اختیار کر لیتا ہے، جس سے مدد مانگی گئی ہوتی ہے اور مدد مانگنے والے کی کوئی ضرورت پوری کر دیتا ہے۔مدد مانگنے والا سمجھتا ہے کہ یہ وہی شخص ہے یا سمجھتا ہے کہ یہ اس شخص کی صورت میں فرشتہ ہے، جبکہ درحقیقت وہ شیطان ہوتا ہے، جو پکارنے والے کو اللہ کے ساتھ شرک کرنے کے لیے گمراہ کرتا ہے۔جیسا کہ شیاطین بتوں کے اندر داخل ہو جاتے تھے اور مشرکوں سے ہم کلام ہوتے تھے۔''

(الفرقان بين أولياء الرّحمٰن وأولياء الشّيطان، ص 429)

✿ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

''مردوں سے حاجات طلب کرنا، ان سے مدد مانگنا اور ان کی طرف رجوع کرنا بھی شرک کی اقسام میں سے ہے۔کائنات کے شرک کرنے کی وجہ یہی ہے۔ میت کے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں، وہ اپنی ذات کے لیے نفع ونقصان کا مالک نہیں، چہ جائیکہ اس کے نفع ونقصان کا مالک ہو، جو اس سے مدد مانگ رہا ہے، اس سے اپنی ضرورت پوری کرنا کا طالب ہے یا اس سے اس بارے میں اللہ تعالیٰ سے سفارش کرنے کا سوال کر رہا ہو۔یہ سفارش کرنے والے اور جس کے لیے سفارش کی جارہی ہے، کے متعلق اس شخص کی جہالت ہے، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی اجازت کے بغیر کسی کی سفارش نہیں کرسکتا۔اللہ تعالیٰ نے کسی کو مدد کے لیے پکارنے اور سوال کرنے کو اپنی اجازت کا سبب نہیں بنایا، بلکہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کا سبب کمال توحید ہے۔جبکہ یہ مشرک ایسا سبب پیش

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کر رہا ہے، جو سفارش کی اجازت کے لیے مانع ہے، یہ تو ایسے ہی ہے، جیسے کوئی اپنی ضرورت کے لیے ایسی چیز سے مدد مانگے، جو اس کی ضرورت کے حصول کے لیے مانع ہو۔ ہر مشرک کی یہی حالت ہے۔ میت تو خود محتاج ہوتی ہے کہ کوئی اس کے لیے دعا کرے، کوئی اس کے لیے رحم کا سوال کرے اور کوئی اس کے لیے استغفار کرے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں نصیحت کی ہے کہ جب ہم مسلمانوں کے قبرستان کی زیارت کریں، تو ان کے لیے رحم کی دعا کریں اور ان کے لیے عافیت اور مغفرت کا سوال کریں۔ مگر مشرکین اس کے برعکس کرتے ہیں۔ وہ قبروں کی زیارت اس لیے کرتے ہیں کہ ان کی عبادت کریں، ان سے حاجات طلب کریں اور ان سے مدد مانگیں۔ وہ ان کی قبروں کو عبادت گاہیں بنا دیتے ہیں، ان کی طرف قصد کرنے کو حج کا نام دیتے ہیں، ان کے پاس ٹھہرتے ہیں، اپنے سر مونڈتے ہیں۔ وہ معبود برحق کے ساتھ شرک کرتے ہیں، دین کو بدلتے ہیں، اہل توحید سے دشمنی رکھتے ہیں اور مؤحدین کو فوت شدگان کا گستاخ قرار دیتے ہیں۔ جبکہ یہ خود شرک کے ساتھ خالق کی گستاخی کرتے ہیں اور اللہ کے اہل توحید دوستوں کی بھی تنقیص کرتے ہیں، جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ذرہ برابر بھی شرک نہیں کرتے۔ یہ لوگ ان مؤحدین کی مذمت کرتے ہیں، ان پر عیب جوئی کرتے ہیں اور ان سے دشمنی رکھتے ہیں۔ یہ لوگ ان ہستیوں کے بھی سخت گستاخ ہیں، جنہیں یہ اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں، کیونکہ یہ گمان کیے بیٹھے ہیں کہ وہ ان کے اس اقدام سے راضی ہیں، اس کا حکم انہیں ان ہستیوں نے ہی دیا ہے اور وہ اس وجہ سے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

ان سے محبت کرتی ہیں۔ یہ لوگ ہر زمان ومکان میں تشریف لانے والے رسولوں اور توحید کے دشمن ہیں۔......اس شرک اکبر سے وہی نجات پا سکتا ہے، جو توحید کو خالص اللہ تعالیٰ کے لیے کر دے، اللہ کے لیے مشرکوں سے عداوت رکھے اور ان سے بغض وعناد کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا قرب اختیار کرے۔ صرف اللہ تعالیٰ کا اپنا دوست، الہ اور معبود بنا لے اور اپنی محبت، خوف، اُمید، عاجزی، توکل، استعانت، التجا اور استغاثہ کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کر دے، اپنے قصد وارادہ کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کر دے، اس کے حکم کا متبع بن جائے اور اس کی رضا کا متلاشی ہو جائے، جب سوال کرے، اللہ سے سوال کرے، جب مدد مانگے، تو اللہ سے مانگے اور جب عمل کرے، تو اللہ تعالیٰ کے لیے کرے۔ تو وہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہو جائے گا، اسے اللہ تعالیٰ کی نصرت وامداد حاصل ہو جائے گی۔"

(مَدارج السّالکین: 346/1)

❁ نیز فرماتے ہیں:

"عجیب بات ہے کہ مشرکین اہل توحید کی نسبت کہتے ہیں کہ یہ مشائخ، انبیا اور صالحین کی شان میں تنقیص کرتے ہیں، ان کا گناہ تو صرف اتنا ہے کہ یہ کہتے ہیں: یہ سب اللہ کے بندے ہیں، یہ اپنے لیے اور دوسروں کے لیے نفع ونقصان، زندگی، موت اور دوبارہ جی اٹھنے کے مالک نہیں۔ یہ انبیاء اور صلحا اپنے عبادت کرنے والوں کی کبھی شفاعت نہ کریں گے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان پر ان مشرکوں کی شفاعت حرام کر دی ہے۔ اہل توحید کے لیے بھی اسی وقت

www.KitaboSunnat.com

شفاعت کریں گے، جب اللہ تعالیٰ انہیں شفاعت کا اذن دے گا۔ ان کا اپنا کوئی اختیار نہیں، بلکہ سارے اختیارات اللہ تعالیٰ کے ہیں، سب شفاعت اور ولایت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ اس کے علاوہ مخلوق میں نہ کوئی کارساز ہے اور نہ شفاعت والا۔"

(إغاثة اللّهفان: 61/1)

سوال: سجدہ تعظیمی کا کیا حکم ہے؟

جواب: سجدہ تعظیمی شرک نہیں، حرام ہے۔ پہلی شریعتوں میں اس کی اجازت تھی، مگر جس طرح اللہ رب العالمین کو سجدہ کیا جاتا ہے، مخلوق کے لیے اس طرح سجدہ کرنا شرک ہے، کیونکہ یہ مظہر عبادت ہے۔ سجدہ تعظیمی سے مراد تعظیماً جھکنا تھا، نہ کہ معروف سجدہ۔

❀ علامہ ابن عطیہ رحمہ اللہ (۵۴۲ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ الْمُفَسِّرُونَ أَنَّ ذٰلِكَ السُّجُودَ، عَلٰى أَيِّ هَيْئَةٍ كَانَ، فَإِنَّمَا كَانَ تَحِيَّةً لَا عِبَادَةً.

"یہ سجدہ جس طرح بھی تھا، البتہ اس پر مفسرین کا اجماع ہے کہ یہ سجدہ تحیہ تھا، عبادت کے لیے نہ تھا۔"

(تفسير ابن عطية: 281/3)

سوال: حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ جس شخص سے محبت کرتا ہے، اس کے ہاتھ، کان، آنکھ وغیرہ بن جاتا ہے۔ اس کا کیا مفہوم ہے؟

جواب: مکمل حدیث ملاحظہ ہو:

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى أُحِبَّهُ، فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ، كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ، وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ، وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا، وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا، وَإِنْ سَأَلَنِي، لَأُعْطِيَنَّهُ، وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِي لَأُعِيذَنَّهُ.

"(اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:) میرا قرب حاصل کرنے کے لئے میرا بندہ نوافل کا اس قدر اہتمام کرتا ہے کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔ جب میں اس سے محبت کرتا ہوں، تو اس کا کان بن جاتا ہوں، جس سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ بن جاتا ہوں، جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں، جس سے وہ پکڑتا ہے، اس کا پاؤں بن جاتا ہوں، جس سے وہ چلتا ہے۔ مجھ سے مانگے، تو اسے عطا کرتا ہوں اور اگر میری پناہ طلب کرے، تو اُسے پناہ دیتا ہوں۔"

(صحيح البخاري: 6502)

سلف نے اس حدیث کو حقیقت پر محمول کیا ہے، یعنی بغیر کسی تاویل کے جوں کی توں قبول کی ہے۔ البتہ سوچنے کی بات یہ ہے کہ اس حدیث کا اصل معنی ہے کیا؟

دو ہی باتیں ہو سکتی ہیں۔ یا یہ مراد لیا جائے کہ (معاذ اللہ) خود اللہ تعالیٰ ولی کے کان، آنکھیں، ہاتھ اور ٹانگیں بن جاتا ہے، دوسرے لفظوں میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ اللہ ولی اور ولی اللہ بن جاتا ہے یا یہ مراد لیا جائے کہ اللہ تعالیٰ ولی کے کان، آنکھ، ہاتھ اور اس کی ٹانگ کو اس انداز میں درست کر دیتا ہے کہ اُس کا ادراک اور عمل اللہ ربّ العزت کی نصرت و تائید کے ساتھ اُس کی خوشنودی کا باعث بن جاتا ہے۔

بلاشبہ پہلا معنی درُست نہیں، اس حدیث کا حقیقی معنی یہ ہے، نہ سیاقِ کلام اس کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

متقاضی ہے۔اہل علم اس سے خوب واقف ہیں۔ یہ حدیث خود دو طرح سے اس معنی کا ردّ کرتی ہے۔اوّل یہ کہ اللہ کا فرمان ہے: میرا قرب حاصل کرنے کے لئے میرا بندہ نوافل کا اس قدر اہتمام کرتا ہے کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔ نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: مجھ سے مانگے ،تو اسے عطا کرتا ہوں اور اگر میری پناہ طلب کرے،تو اُسے پناہ دیتا ہوں۔

غور فرمائیں کہ اس حدیث میں میرے بندے کے الفاظ ذکر کر کے اللہ تعالیٰ نے بندے کو عابد اور خود کو معبود ثابت کیا ہے۔قرب حاصل کرنے کی کیفیت ذکر کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ ایک قرب چاہنے والا ہے اور دوسرا وہ ہے،جس سے قرب چاہا گیا۔ بندے کے سوال اور اپنی عطا کا تذکرہ فرما کر بیان کیا ہے کہ ولی سوالی اور اللہ تعالیٰ عطا کرنے والا ہے۔ پناہ کے سوال اور اجابت کے تذکرے کا مقصد یہ ہے کہ ولی پناہ کا طلب گار اور اللہ تعالیٰ پناہ دینے والا ہے۔حدیث کا سیاق بتاتا ہے کہ ولی اور اللہ تعالیٰ کی ذات ہر اعتبار سے جدا جدا ہے۔ممکن ہی نہیں کہ ایک دوسرے کی کوئی صفت یا جزو بن جائے۔ لہٰذا ہرگز اس حدیث سے یہ مراد نہیں کہ (معاذ اللہ) خود اللہ تعالیٰ اپنے ولی کا کان، ہاتھ وغیرہ بن جاتا ہے یا اس میں داخل ہو جاتا ہے یا ولی ہی اللہ بن جاتا ہے۔

دوسرے یہ کہ ولی کے کان، آنکھ اور ٹانگ ساری چیزیں اوصاف یا اجزا ہیں۔ اس بات سے کسی کو انکار نہیں کہ مخلوق کا وجود حادث ہے، یعنی ایک وقت ان کا وجود نہیں تھا اور ایک وقت آنے پر وہ دوبارہ فنا ہو جائیں گی۔ممکن نہیں کہ کسی عقل مند کا ذہن یہ بات قبول کر سکے کہ وہ خالق، جو ازل سے ہے اور جس سے پہلے کچھ نہ تھا، وہ کسی فانی مخلوق کا کان، آنکھ، ہاتھ اور ٹانگ بن جائے۔ نیز مخلوق کے اعضا فانی ہیں۔ اُن میں تغیر وتبدل آتا رہتا ہے، ان میں نشو ونما، بڑھوتری، شکست وریخت اور نقصان کی کیفیات طاری ہوتی رہتی ہیں۔ اگر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حدیث کا معنی یہ سمجھا جائے کہ (معاذ اللہ) خود اللہ تعالیٰ اپنے ولی کا کان، ہاتھ، آنکھ اور ٹانگ بن جاتا ہے تو ذاتِ باری تعالیٰ کو تغیر و تبدل کا محل ماننا لازم آئے گا جو کہ صریح کفر ہے۔ اولیاء اللہ کو موت آتی ہے، تو کیا اللہ تعالیٰ کے لیے موت ممکن ہے؟

کائنات کے سب سے بڑے ولی رسول اللہ ﷺ کے دانت مبارک شہید ہو گئے۔ صحابہ کرام جن کی ولایت میں کسی مسلمان کو شبہ نہیں، اُن کے اعضا مثلاً ہاتھ، بازو، ٹانگیں اور کان وغیرہ میدان کارزار میں کٹتے ہیں۔ کوئی صاحب ایمان یہ کہہ سکتا ہے کہ (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ کٹ گیا، زخمی ہو گیا یا اسے کوئی بیماری لاحق ہو گئی؟ تو پھر یہ معنی کیوں کر درست ہوا؟ اور اس معنی کو حدیث کا حقیقی اور ظاہری معنی کیسے قرار دیا جا سکتا ہے؟ ایسا قطعاً ممکن نہیں بلکہ یہ ایسی بات ہے، جس کے تصور سے بھی نفوس سلیمہ نفرت کرتے ہیں، زبان اس بات کو فرضی طور پر بولنے سے بھی قاصر ہے۔

یہ معنی غلط ہے، تو دوسرا معنی خود بخود درُست ثابت ہو گا کہ اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ولی کے کان، آنکھ، ہاتھ اور پاؤں کے اعمال اس طرح درُست فرما دیتا ہے کہ ولی کے سب کام اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے خاص ہو جاتے ہیں اور مولی کریم کی مدد و نصرت شامل حال ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے اعمال کو شرفِ قبولیت سے نوازتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ اپنے ولی کے ساتھ یہ معاملہ کرتا ہے تو ولی پیکر اخلاص بن جاتا ہے۔ اس کے ہر عمل میں رضائے الٰہی کی طلب جھلکتی ہے۔

سلف کی تفسیر و تشریح یہی ہے اور یہی قول حدیث کے ظاہری و حقیقی معنی کے موافق ہے، سیاقِ کلام سے یہی معنی متعین ہوتا ہے۔ اس میں کوئی تاویل ہے، نہ تحریف۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۵۶)

غلام مصطفی ظہیر امن پوری

سوال: کیا نظر کی حقیقت ہے؟

جواب: اچھی اور بری نظر دونوں کی حقیقت ہے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْعَیْنُ حَقٌّ. ”نظر لگنا برحق ہے۔“

(صحیح البخاري: 5740، صحیح مسلم: 2187)

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْعَیْنُ حَقٌّ، وَلَوْ کَانَ شَيْءٌ سَابَقَ الْقَدَرَ سَبَقَتْهُ الْعَیْنُ، وَإِذَا اسْتُغْسِلْتُمْ فَاغْسِلُوْا.

”نظر لگ جانا حق ہے، اگر کوئی چیز تقدیر پر سبقت لے جانے والی ہوتی تو نظر اس پر سبقت لے جاتی اور آپ سے غسل کا مطالبہ کیا جائے، تو غسل کریں۔“

(صحیح مسلم: 2188)

❁ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَأَی فِي بَیْتِهَا جَارِیَةً فِي وَجْهِهَا سَفْعَةٌ، فَقَالَ: اسْتَرْقُوا لَهَا، فَإِنَّ بِهَا النَّظْرَةَ.

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

”نبی کریم ﷺ نے میرے گھر میں ایک بچی دیکھی، جس کے چہرے پر دھبے تھے،تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو دم کروائیں، اسے نظر لگی ہوئی ہے۔“

(صحيح البخاري : 5739، صحيح مسلم : 2197)

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ کے لئے پناہ طلب کرتے اور فرماتے: آپ کے بزرگ دادا (ابراہیم) بھی ان کلمات کے ذریعہ اسماعیل اور اسحاق کے لیے پناہ طلب کرتے تھے:

أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ، مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَّهَامَّةٍ، وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَّامَّةٍ .

”میں پناہ مانگتا ہوں اللہ کے پورے کلمات کے ذریعہ ہر ایک شیطان سے، ہر زہریلے جانور اور ہر نقصان پہنچانے والی نظر بد سے۔“

(صحيح البخاري :3371)

سوال: کیا اونگھ سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: اونگھ سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ (مسلم:۳۷۶)

سوال: جوتوں میں نماز کا کیا حکم ہے؟

جواب: صحیح احادیث سے جوتا پہن کر نماز پڑھنا ثابت ہے۔

❀ علامہ منبجی حنفی رحمہ اللہ (۶۸۶ھ) فرماتے ہیں:

”متواتر احادیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جوتا پہن کر نماز پڑھی۔“

(اللُّباب في الجمع بين السّنة والكتاب :326/1)

جوتا پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے، ضروری نہیں۔

❀ سعید بن یزید بصری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

سَأَلْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي نَعْلَيْهِ؟ قَالَ: نَعَمْ.

''سعید بن یزید رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جوتوں سمیت نماز پڑھ لیا کرتے تھے؟ فرمایا: جی ہاں!''

(صحيح البخاري: 386، صحيح مسلم: 555)

❀ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جوتے پہن کر نماز پڑھائی، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی جوتوں سمیت نماز ادا کی، پھر دوران نماز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جوتے اتار دیئے، یہ دیکھ کر صحابہ نے بھی جوتے اتار دیئے، نماز کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپ نے جوتے کیوں اتارے؟ صحابہ نے عرض کیا، اللہ کے رسول! آپ کو دیکھا تو اتار دئے، فرمایا: مجھے جبریل نے بتایا تھا کہ جوتا نجاست آلود ہے، آپ مسجد آنے سے قبل جوتا دیکھ لیا کریں، اس میں نجاست ہو، تو اتار دیا کریں، ورنہ اسی میں نماز ادا کرلیا کریں۔''

(مسند الطّيالسي، ص 286، مسند الإمام أحمد: 20/3، سنن أبي داوٗد: 650، مسند ابن حميد: 880، مسند أبي يعلى: 1194، السنن الكبرٰى للبيهقي: 406/2، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ (۱۰۱۷) اور امام ابن حبان رحمہما اللہ (۲۱۸۵) نے ''صحیح'' کہا ہے، حافظ حاکم رحمہ اللہ (۲۶۰/۱) نے اس کو امام مسلم رحمہ اللہ کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ نے بھی اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(خلاصة الأحكام: 319/1)

سوال: نفاس کی مدت کتنی ہے؟

جواب: نفاس کی کم سے کم مدت مقرر نہیں، البتہ زیادہ سے زیادہ چالیس دن ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

''نفاس والی چالیس دن نماز روزے سے رُکے گی۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة: 28/4، السنن الكبرىٰ للبيهقي: 341/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام، تابعین عظام اور بعد کے اہل علم کا اجماع ہے کہ نفاس والی چالیس دن تک نماز نہیں پڑھے گی۔ ہاں اس سے پہلے پاک ہو جائے تو غسل کر کے نماز شروع کر دے گی۔ اگر وہ چالیس دن کے بعد بھی خون دیکھے تو اکثر اہل علم کے نزدیک وہ نماز پڑھتی رہے گی۔ اکثر فقہاءِ کرام کا یہی قول ہے۔ یہی بات امام سفیان ثوری، امام عبداللہ بن مبارک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق بن راہویہ رحمہم اللہ نے کہی ہے۔''

(سنن التّرمذي، تحت الحديث: 139)

تنبیہ:

اس بارے میں مروی ساری کی ساری مرفوع احادیث ''ضعیف'' ہیں۔ البتہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے فتوے اور اجماع امت نے ان سے مستغنی کر دیا ہے۔

سوال: عملی نفاق سے کیا مراد ہے؟

جواب: عملی نفاق سے مراد وہ خصلتیں ہیں، جو نفاق تک پہنچنے کا سبب بن سکتی ہیں،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مثلاً جھوٹ، وعدہ خلافی، خیانت، گالم گلوچ وغیرہ۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ؛ إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ.

”منافق کی تین نشانیاں ہیں؛ جب بات کرتا ہے، تو جھوٹ بولتا ہے، جب وعدہ کرتا ہے، تو وعدہ خلافی کرتا ہے اور امانت میں خیانت کرتا ہے۔“

(صحيح البخاري : 33، صحيح مسلم : 59)

سوال: اپنی زندگی میں جائیداد تقسیم کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: اپنی زندگی میں اولاد میں جائیداد تقسیم کی جا سکتی ہے، مگر اس صورت میں لڑکے اور لڑکی کا حصہ برابر برابر ہے، اس میں میراث والے قوانین لاگو نہ ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو شریعت کے دائرہ میں خود مختار بنایا ہے، مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو جیسے چاہے استعمال کرے، لیکن اس استعمال میں اللہ تعالیٰ کے مقرر کیے ہوئے قوانین کو پامال نہ کرے۔

مال و جائیداد بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے، اس میں بھی انسان اپنی مرضی سے جائز تصرف کا حق رکھتا ہے۔ اسی بنا پر ایک مسلمان زندگی میں اپنی اولاد کو اپنا مال تقسیم کر سکتا ہے اور جتنا چاہے اپنے لیے رکھ سکتا ہے۔

یاد رہے کہ زندگی میں یہ تقسیم بہ ضابطہ میراث نہیں ہوگی، کیونکہ وراثت اس مال کا نام ہے، جو انسان کے مرنے کے بعد غیر اختیاری طور پر اس کے ورثاء کی طرف منتقل ہو جائے، البتہ جو انسان زندگی میں اپنا مال اپنی اولاد میں تقسیم کرنا چاہتا ہے، تو وہ قانون ہبہ کے مطابق

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

ہی تقسیم کر سکتا ہے۔

جب انسان اپنی زندگی میں کسی کو بلا معاوضہ کوئی چیز دے، تو یہ ہبہ یا ہدیہ یا عطیہ کہلاتا ہے۔ ہبہ یا ہدیہ کے حوالے سے چند ایک اسلامی قوانین ملاحظہ فرمائیں:

① ہبہ میں بیٹوں اور بیٹیوں کو برابر حصہ ملے گا۔

② ہبہ کی صورت میں کچھ اولاد کو دینا اور کچھ کو محروم کر دینا ظلم ہے۔

③ اگر بعض اولاد کو دیا اور بعض کو محروم کر دیا، تو یہ تقسیم فسخ ہو جائے گی اور اس ہبہ کی ہوئی چیز کو واپس لینا واجب ہوگا۔

④ اگر باقی اولاد کی رضامندی سے کسی بیٹے یا بیٹی کو کوئی چیز ہبہ کی جائے، تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

⑤ ہبہ کی صورت میں اولاد میں سے کسی کو دوسروں سے زیادہ دیا جائے اور باقی اولاد کو اعتراض نہ ہو، تو بھی جائز ہے۔

⑥ باپ اپنی اولاد سے ہبہ کردہ چیز کسی بھی وقت واپس لے سکتا ہے۔

⑦ شکم مادر میں پرورش پانے والے بچے کو کوئی چیز ہبہ نہیں کی جا سکتی، البتہ اس کے لیے وصیت کی جا سکتی ہے۔

⑧ ہبہ قبول کرنا چاہیے، خواہ معمولی ہی کیوں نہ ہو۔ ہبہ ردّ کرنا پسندیدہ فعل نہیں۔

⑨ کسی کے ذمے واجب الادا چیز اسے ہبہ کی جا سکتی ہے۔

⑩ انسان اپنی مرضی سے کسی کو ہبہ کرتا ہے، اس کا مطالبہ نہیں کیا جاتا۔

⑪ قانونِ ہبہ میں تمام اولاد، یعنی بیٹے اور بیٹیوں کا حصہ برابر برابر ہے، ان کے درمیان عدل و مساوات واجب ہے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

❁ سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

”میری والدہ نے میرے والد سے مطالبہ کیا کہ مجھے اپنے مال سے کوئی چیز ہبہ کریں۔(پہلے تو انہوں نے انکار کیا) بعد میں راضی ہو گئے اور مجھے وہ چیز ہبہ کردی۔ والدہ نے کہا: جب تک آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس معاملہ میں گواہ نہیں بنا لیتے، میں راضی نہیں ہوں گی۔ چنانچہ میرے والد میرا ہاتھ پکڑے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، میں ابھی نو عمر تھا۔ میرے والد نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: اس لڑکے کی والدہ (عمرہ) بنتِ رواحہ کہتی ہیں کہ میں اس لڑکے کو ایک چیز ہبہ کروں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اس کے علاوہ بھی تمہاری کوئی اولاد ہے؟ انہوں نے عرض کیا: جی ہاں! سیدنا نعمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میرا خیال ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت یوں ارشاد فرمایا: مجھے ظلم پر گواہ مت بناؤ۔“

(صحيح البخاري: 2585، صحيح مسلم: 1623)

❁ صحیح مسلم (1623) میں ہے:

قَارِبُوا بَيْنَ أَوْلَادِكُمْ.

”اپنی اولاد کے مابین برابر تقسیم کرو۔“

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

فِي هٰذَا الْحَدِيثِ أَنَّهُ يَنْبَغِي أَنْ يُسَوِّيَ بَيْنَ أَوْلَادِهٖ فِي الْهِبَةِ، وَيَهِبُ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ مِّثْلَ الْآخَرِ وَلَا يُفَضِّلُ، وَيُسَوِّي بَيْنَ الذَّكَرِ وَالْأُنْثٰى.

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

"اس حدیث میں مذکور ہے کہ ہبہ میں ساری اولاد کو برابر رکھا جائے، ہر ایک کو دوسرے کے مقابلے میں برابر کا ہبہ کیا جائے اور کسی کو زیادہ حصہ نہ دے، نیز اس میں مذکر و مؤنث کو برابر حصہ دیا جائے۔" (شرح صحیح مسلم: 6/6)

ثابت ہوا کہ بعض اولاد کو ہبہ کرنے اور بعض کو محروم کر دینے کو نبی کریم ﷺ نے ظلم اور جور قرار دیا ہے۔ یہ عدل و مساوات کے خلاف ہے اور ہرگز درست نہیں۔ تبھی تو نبی پاک ﷺ نے اس معاملہ میں اللہ تعالیٰ کا خوف دلایا ہے اور اولاد کے درمیان عدل کا حکم دیا ہے۔

سوال: اگر بیوی اہل کتاب میں سے ہے، تو کیا اس کا نفقہ بھی مسلمان شوہر پر واجب ہے؟

جواب: اہل کتاب بیوی کا نفقہ بھی مسلمان شوہر کے ذمہ ہے۔

سوال: غلام کا نفقہ کس کے ذمہ ہے؟

جواب: غلام کا نفقہ اس کے مالک کے ذمہ ہے۔

سوال: کیا جانوروں کا نفقہ بھی واجب ہے؟

جواب: جانور جس کی ملکیت میں ہے، اس پر نفقہ واجب ہے۔ کسی مالک کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنی پالتو جانور کو بھوکا یا پیاسا رکھے، بلکہ ضروری ہے کہ اس کے لیے معقول چارہ وغیرہ کا بندوبست کرے۔

سوال: نفل سے کیا مراد ہے؟

جواب: نفل سے مراد ہر وہ عمل ہے، جس کا کرنا ضروری نہ ہو، البتہ اجر و ثواب کا باعث ہو اور چھوڑنے پر گناہ نہ ہو۔

سوال: وتر نفل نماز ہے یا واجب؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: وتر نفل ہے، یہ سنت مؤکدہ ہے، اس کا ترک کرنا مناسب نہیں، البتہ یہ فرض کے درجہ میں نہیں ہے۔

❁ علامہ کاسانی حنفی رحمہ اللہ (۵۸۷ھ) فرماتے ہیں:

قَالَ عَامَّةُ الْفُقَهَاءِ : إِنَّ الْوِتْرَ سُنَّةٌ لِمَا أَنَّ كِتَابَ اللّٰهِ، وَالسُّنَنَ الْمُتَوَاتِرَةَ وَالْمَشْهُورَةَ مَا أَوْجَبَتْ زِيَادَةً عَلٰى خَمْسِ صَلَوَاتٍ .

”تمام فقہا نے کہا ہے کہ وتر سنت ہے، کیونکہ قرآن کریم اور مشہور و متواتر سنت نے پانچ سے زائد نمازیں فرض نہیں کیں۔“

(بدائع الصّنائع في ترتيب الشّرائع: 91/1)

❁ سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إِنَّ الْوِتْرَ لَيْسَ بِحَتْمٍ كَالصَّلَاةِ، وَلٰكِنَّهُ سُنَّةٌ، فَلَا تَدَعُوهُ .

”وتر فرض نہیں، بلکہ سنت ہے، البتہ آپ اسے چھوڑیے گا نہیں۔“

(مسند الإمام أحمد: 107/1، سنن الدّارمي: 1620، واللفظ لهٗ، وسندهٗ حسنٌ)

❁ حافظ بوصیری رحمہ اللہ نے اس کی سند ”صحیح“ قرار دی ہے۔

(اتّحاف الخِيَرة المَهرة: 1732)

❁ عبدالرحمٰن بن ابو عمرہ رحمہ اللہ نے سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے وتر کی بابت سوال کیا، تو فرمایا:

أَمْرٌ حَسَنٌ، عَمِلَ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُسْلِمُونَ مِنْ بَعْدِهٖ، وَلَيْسَ بِوَاجِبٍ .

”وتر اچھا عمل ہے، اسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا کیا، مسلمانوں نے بھی ادا کیا

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ہے، تاہم واجب نہیں۔‘‘

(المستدرك على الصّحيحين للحاكم :1/300، وسندهٗ حسنٌ)

امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (1068) نے اسے ’’صحیح‘‘ کہا ہے۔ امام حاکم رحمہ اللہ (1/300) نے بخاری و مسلم کی شرط پر ’’صحیح‘‘ کہا اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

سوال: کیا فرعون اللہ تعالیٰ کو عرش پر سمجھتا تھا؟

جواب: فرعون یہ بات جانتا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کو عرش پر مستوی سمجھتے ہیں، البتہ خود اس بات کا منکر تھا اور موسیٰ علیہ السلام کو اس بات میں جھوٹا ثابت کرنا چاہتا تھا۔

❀ امام الائمہ ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۳۱۱ھ) نے کیا خوب لکھا ہے:

’’اربابِ عقل و خرد! اللہ کے آسمانوں کے اوپر ہونے کی ایک اور قرآنی دلیل سنیں۔ اس آیت سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ فرعون کو اس کے کفر اور سرکشی کے باوجود موسیٰ علیہ السلام نے یہ بات سکھا دی تھی۔ وہ گویا سمجھ گیا تھا کہ بشر کا خالق آسمانوں کے اوپر ہے۔ کیا آپ نے اللہ کا یہ فرمان نہیں سنا، جو فرعون سے نقل کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿يَا هَامَانُ ابْنِ لِي صَرْحًا لَّعَلِّي أَبْلُغُ الْأَسْبَابَ أَسْبَابَ السَّمَاوَاتِ فَأَطَّلِعَ إِلٰى إِلٰهِ مُوسٰى﴾ (ہامان! میرے لیے ایک بلند و بالا عمارت تعمیر کرو، تاکہ میں آسمان کے راستوں تک پہنچ کر موسیٰ کے الٰہ کو جھانکوں) معلوم ہوا کہ فرعون لعین نے ایک بلند عمارت کی تعمیر کا حکم دے کر گمان کیا تھا کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کے الٰہ کو جھانکے گا۔ فرعون کا موسیٰ علیہ السلام کو جھوٹا قرار دینا اس بات کی دلیل ہے کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اسے یہ بتایا تھا کہ ان کا ربّ تعالیٰ بلند و بالا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو صرف اس لئے جھٹلایا تھا تاکہ اپنی قوم کو بہلا سکے۔ اللہ کا

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

فرمان ہے کہ انہوں نے آیات الٰہی کا ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے انکار کیا تھا، حالانکہ ان کے دلوں میں ان کی سچائی کا یقین ہو چکا تھا۔ فرمان الٰہی کا مطلب یہ ہے کہ گروہ فرعون نے اپنی زبانوں سے حق کا انکار کیا تھا، جبکہ ان کے دلوں میں اس کی صداقت کا یقین تھا۔ گویا فرعون نے اپنی قوم کے سامنے موسیٰ علیہ السلام کے جھوٹے ہونے کا دعویٰ کیا تھا، حالانکہ اس کا دل کلیم اللہ (سیدنا موسیٰ علیہ السلام) کو سچا جانتا تھا، جھوٹا نہیں سمجھتا تھا۔ .... خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام ستاروں، چاند اور سورج پر غور کرنے کے آغاز میں ہی جانتے تھے کہ ان کا خالق اپنی مخلوق سے بلند ہے۔ کیا آپ نے ان کا (چاند، ستاروں اور سورج کو) اپنا ربّ کہنا ملاحظہ نہیں کیا؟ انہوں نے اپنے خالق کی معرفت حاصل کرنے کے لیے نیچے کا انتخاب نہیں کیا، بلکہ جب انہوں نے اپنے خالق کی معرفت چاہی، تو اس وقت انہیں یقین تھا کہ ان کا ربّ آسمانوں کے اوپر ہے، زمین میں نہیں۔''

(كتاب التّوحيد: 1/263-264)

✿ امام عثمان بن سعید دارمی رحمہ اللہ (۲۸۰ھ) فرماتے ہیں:

''فرعون نے اپنے کفر اور سرکشی کے باوجود یہ جان لیا تھا کہ اللہ آسمانوں سے اوپر ہے۔ اسی لیے اس نے کہا: ہامان! ایک بلند و بالا عمارت تعمیر کر، تاکہ میں آسمان کے راستوں تک پہنچ کر موسیٰ کے الٰہ پر جھانکوں۔ اس آیت میں واضح بیان اور روشن دلیل ہے کہ موسیٰ علیہ السلام فرعون کو معرفت الٰہی کی دعوت اس طرح دیتے تھے کہ اللہ آسمانوں کے اوپر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے ایک بلند و بالا عمارت تعمیر کرنے کا حکم دیا اور یوں اللہ پر اطلاع پانے کا ارادہ کیا۔''

(الرّدّ على الجهمية، ص 23)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امام ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ (۳۲۴ھ) فرماتے ہیں:

كُذِّبَ مُوسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي قَوْلِهٖ : إِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ فَوْقَ السَّمَاوَاتِ .

"فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو اس بات میں جھٹلایا کہ اللہ آسمانوں کے اوپر ہے۔"

(الإبانة في أصول الدّيانة، ص 105)

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

"جس نے یہ کہا کہ عرش پر کوئی ربّ اور آسمانوں کے اوپر کوئی خالق نہیں، بلکہ وہاں عدمِ محض اور نفی صرف ہے، وہ معطّل ہے اور ربّ العالمین کا انکاری ہے۔ وہ فرعون کا ہم نوا ہے کہ جس نے کہا تھا: "ہامان! ایک بلند و بالا عمارت تعمیر کر، تاکہ میں آسمان کے راستوں تک پہنچ کر موسیٰ کے الٰہ پر جھانکوں اور میں اسے سمجھتا تو جھوٹا ہی ہوں۔" اہل سنت والجماعت اور اسلاف امت متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کے اوپر اپنے عرش پر ہے اور اپنی مخلوق سے جُدا ہے۔ اس کی ذات میں کوئی مخلوق نہیں، نہ مخلوق میں اس کی ذات کا کوئی حصہ ہے۔ اسی بات پر کتاب و سنت کی نصوص اور اسلاف امت و ائمہ سنت کا اجماع ہے، بلکہ اس پر تمام پہلے اور بعد والے مؤمنوں اور اہل سنت والجماعت کا بھی اجماع ہے۔ اسلاف امت اس پر بھی متفق رہے ہیں کہ جو شخص استویٰ (مستوی ہونا) کا معنی استولیٰ (غالب ہونا) یا کچھ اور معنی کہ جس سے اللہ تعالیٰ کے آسمانوں کے اوپر ہونے کی نفی ہو، تو وہ گمراہ جہمی ہے۔"

(الفتاوی الکبریٰ: 468/6)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نیز فرماتے ہیں:

هٰؤُلَاءِ النُّفَاةُ يُوَافِقُونَ فِرْعَوْنَ فِي هٰذَا التَّكْذِيبِ لِمُوسٰى .

’’یہ (اللہ تعالیٰ کے عرش پر ہونے کی) نفی کرنے والے موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب میں فرعون کے ہم نوا ہیں۔‘‘

(بيان تلبيس الجهمية في تاسيس بدعهم الكلامية، ص 354)

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

’’فرمان الٰہی کے مطابق فرعون نے ارادہ کیا تھا کہ آسمان کی طرف چڑھے اور موسیٰ علیہ السلام کے الٰہ کی طرف جھانکے، پھر موسیٰ علیہ السلام کو ان کی اس بات میں جھوٹا ثابت کرے کہ اللہ آسمانوں کے اوپر ہے۔ اس نے کہا: (ہامان! ایک بلند و بالا عمارت تعمیر کر، تاکہ میں آسمان کے راستوں تک پہنچ کر موسیٰ کے الٰہ پر جھانکوں، میں تو اسے جھوٹا ہی سمجھتا ہوں۔) چنانچہ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کی اس بات کو جھٹلایا کہ ان کا ربّ آسمانوں کے اوپر ہے۔ جہمیوں کے نزدیک اللہ کو عرش پر قرار دینے اور اس کے لیے کھانا پینا ثابت کرنے میں کوئی فرق نہیں۔ ان کے خیال میں فرعون نے اللہ کو اس بات سے پاک قرار دیا تھا، جو اس کے لائق نہیں تھی اور (نعوذ باللہ) موسیٰ علیہ السلام نے اس خبر میں جھوٹ بولا تھا، کیونکہ ان کے خیال میں وہ جھوٹا ہے، جو اللہ کو آسمانوں کے اوپر قرار دے۔ اس تکذیب میں وہ فرعون کے موافق ہیں اور موسیٰ علیہ السلام اور تمام انبیا کے مخالف ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ائمہ اہل سنت نے ان لوگوں کو فرعونیوں کا نام دیا ہے۔ ائمہ اہل سنت کا

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

کہنا ہے کہ یہ لوگ جہمیوں سے بھی بدتر ہیں، کیونکہ جہمی تو اللہ کو ہر جگہ مانتے ہیں، جبکہ یہ لوگ ذات باری تعالیٰ کو بالکل معطل کرتے ہیں اور اس پر ایسے وصف کا اطلاق کرتے ہیں، جو عدم محض کے ہم معنی ہے۔ بنوآدم میں سے جس گروہ نے بھی ذات باری تعالیٰ کا اثبات کیا ہے، ان کی بات ان سے بہتر ہے۔''

(إعلام المؤقعين : 283/2)

❁ مزید فرماتے ہیں:

''فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کی باتوں سے یہ سمجھ لیا تھا کہ وہ ایسے الٰہ کا اثبات کرتے ہیں، جو آسمانوں کے اوپر ہے، حتی کہ اس نے بلند عمارت کے ذریعے اللہ کو دیکھنے کا ارادہ بھی کیا اور اس بارے میں موسیٰ علیہ السلام پر جھوٹ کا الزام بھی لگایا۔ جہمی یہ بھی نہیں جانتے کہ اللہ اپنی ذات کے ساتھ آسمانوں کے اوپر ہے۔ چنانچہ یہ لوگ فرعون سے کم عقل ہیں، بلکہ اس سے زیادہ گمراہ بھی ہیں۔''

(إجتماع الجيوش الإسلامية، ص 82)

❁ علامہ ابن ابی العز رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ نَفَى الْعُلُوَّ مِنَ الْجَهْمِيَّةِ فَهُوَ فِرْعَوْنِيٌّ، وَمَنْ أَثْبَتَهُ فَهُوَ مُوسَوِيٌّ مُحَمَّدِيٌّ.

''جو جہمی ذاتِ باری تعالیٰ کے بلند ہونے کا منکر ہے، وہ فرعونی ہے اور جو اس کا اثبات کرتا ہے، وہ موسوی اور محمدی ہے۔''

(شرح العقيدة الطَّحاوية، ص 186)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال: کیا مرد اور عورت کے طریقہ نماز میں فرق ہے؟

جواب: مرد وزن کے طریقہ نماز میں کوئی فرق نہیں۔

❀ فرمانِ نبوی ہے:

صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي .

''میری طرح نماز پڑھیں۔'' (صحيح البخاري: 631)

نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان عام ہے۔ ہر مرد اور عورت کو شامل ہے۔ کسی صحیح مرفوع یا موقوف روایت سے بھی مرد وعورت کے طریقہ نماز میں فرق ثابت نہیں ہے۔ شریعت نے نماز کے بعض مسائل میں عورتوں کے لیے مخصوص احکام بیان کیے ہیں، مثلاً: لباس، امام کو لقمہ دینے کے لیے ہاتھ پر ہاتھ مارنا، امامت کی صورت میں صف کے درمیان میں کھڑے ہونا، صف کے پیچھے اکیلے کھڑے ہونا، وغیرہ وغیرہ۔ لیکن یہ صورتیں شرعی دلائل کی روشنی میں مستثنیٰ کی گئی ہیں، نیز یہ بات بھی ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ ان کا طریقہ نماز سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

سوال: اولیاء کی کرامات کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ کرامات اولیاء حق ہیں، خرق عادت کام جو ولی کے ہاتھ پر ظاہر ہو، یہ درحقیقت ولی کے لیے بشارت ہوتی ہے، جو اس کے ایمان کو بڑھاتی ہے، کرامت اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندے کی تکریم اور اپنے دین کی نصرتِ عزیزہ ہے، اس سے اللہ تعالیٰ کی قدرت واضح ہوتی ہے۔

کرامت کو دو اقسام میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

۱۔ علوم ومکاشفات۔ ۲۔ قدرت وتاثیر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

علوم ومکاشفات میں ولی کو وہ علم حاصل ہوجاتا ہے، جو دوسروں کو نہیں ہوتا، بعض غیبی امور ولی پر منکشف ہوجاتے ہیں، جو دوسروں پر نہیں ہوتے، اسی طرح اسے وہ قدرت و تاثیر حاصل ہوجاتی ہے جو کسی دوسرے کو نہیں ہوتی۔

کرامات ہر زمانے میں مومنوں کے ہاتھوں ظاہر ہوتی رہی ہیں، قرآن مجید میں اصحاب کہف اور سیدہ مریم کی کرامات کا ذکر ہے، کتب حدیث ان سے لبریز ہیں، فرقہ جہمیہ، فلاسفہ اور معتزلہ ان کا منکر ہے، وہ کہتے ہیں کہ اس سے ولی اور نبی، جادوگر اور ولی میں مشابہت ہوجاتی ہے، مشابہت والی بات تو نرا شبہہ ہے کیونکہ نبی کریم کے بعد کوئی نبی نہیں ہے، کوئی ولی خود کو نبی نہیں کہتا، جادو شیطانی عمل ہے، جادو کا توڑ ہوجاتا ہے، جب کہ کرامت میں ایسا نہیں ہوتا۔

چند مقدماتی باتیں سمجھ لینی چاہئیں:

① قبل از نبوت نبی کے ہاتھوں خارق عادت کام کا صدور ارہاص کہلاتا ہے، یہ نبوت کا مقدمہ ہوتا ہے، اصحاب فیل والا واقعہ اس کی دلیل ہے۔

② صالحین اور کمزور لوگوں کی وجہ سے لوگوں کو رزق ملتا ہے، اسے مونت کہتے ہیں۔

③ اہل ضلال میں سے جو جھوٹا مدعی نبوت ہو، اس کے ہاتھوں خرق عادت امور کا ظاہر ہونا اہانت کہلاتا ہے، جیسا کہ مسیلمہ کذاب کے ہاتھوں کئی خارق عادت کام ہوئے۔

④ اگر کسی گمراہ اور فاسق و فاجر سے کوئی خارق عادت کام ظاہر ہو، اسے استدراج کہتے ہیں، یہ جادو کی ایک قسم ہے، اسے شعوذت بھی کہتے ہیں۔

کرامات کی اساس و بنیاد ایمان اور تقوی ہوتا ہے اور جو اہل ضلال کے ہاتھوں خارق عادت کام ظاہر ہو اس کا سبب فسق و عصیان ہوتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

''اولیاء کی کرامات حق ہیں، اس پر ائمہ اہل سنت کا اتفاق ہے، اس مضمون کو قرآن نے کئی مواقع پر بیان کیا ہے، صحیح متواتر احادیث میں بھی وارد ہوا ہے، صحابہ و تابعین کے آثار اس پر شاہد ہیں، کرامات کا انکار اہل بدعت معتزلہ وجہمیہ وغیرہ ہی کرتے ہیں، لیکن یہ بھی سچ ہے کہ کرامت کا دعوی کرنے والے یا جن کی طرف کرامات منسوب کی جاتی ہیں، جھوٹے ہوتے ہیں۔ یہ بھی یاد رہے کہ کرامت عصمت کی دلیل نہیں ہے، بسا اوقات ایسا بھی ہوا کہ بعض خارق عادت چیزوں کا ظہور کفار اور جادوگروں سے بھی ہوگیا، کیوں کہ شیاطین ان کا ساتھ دیتے ہیں۔ دجال آسمان کو پانی برسانے کا حکم دے گا، وہ برسانے لگے گا، زمین سے کہے گا فصل اگا، وہ اگانے لگے گی، حتی کہ دجال ایک شخص کو قتل کر کے اس کو زندہ بھی کر دے گا، وہ سونے چاندی کے ذخائر نکال لائے گا، اسی لئے اہل سنت ائمہ اس چیز پر اتفاق رکھتے ہیں کہ دجال بھلے ہواوں میں اڑنے لگے، پانیوں میں تیرنے لگے، اس کی ولایت ثابت نہیں ہوگی۔ یہاں تک کہ اس کا مسلمان ہونا بھی ثابت نہیں ہوسکتا، جب تک کہ اس کا اسلام کے اوامر ونواہی پر عامل ہونا ثابت نہ ہوجاوے۔''

(مختصر فتاوی المِصریّة، ص 600)

❁ نیز فرماتے ہیں:

كَرَامَاتُ أَوْلِيَاءِ اللّٰهُ إِنَّمَا حَصَلَتْ بِبَرَكَةِ اتِّبَاعِ رَسُولِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

”اولیا کو کرامات رسول اللہ ﷺ کی اتباع کی برکت سے حاصل ہوتی ہیں۔“

(مَجموع الفتاوی :275/11)

❁ نیز فرماتے ہیں:

”پہلے والے معتزلہ یہ خیال کرتے تھے کہ خارق عادت فعل کا ظہور پذیر ہونا صرف انبیاء کے ساتھ خاص ہے، اور یہ ایک نبی کی سچائی کی دلیل ہے، ایک خارق عادت کام کا ظہور صرف ایک نبی سے ہوسکتا ہے، اسی نظریے کی بنا پر وہ لوگ جادو کی تاثیر کو نہیں مانتے تھے، وہ کہتے تھے کہ صرف جادو سے موت یا بیماری واقع نہیں ہوتی، وہ لوگ کہانت کے منکر تھے، اس بات سے بھی انکار کرتے تھے کہ جن بعض غیب کی خبریں دیتے ہوں گے اور اسی طرح اولیاء کے کرامات کا بھی انکار کیا کرتے تھے۔“

(النُّبوّات :174/1)

❁ نیز فرماتے ہیں:

”بے شمار افراد اس بات کا تجربہ کر چکے ہیں کہ ان چیزوں کی ایک واقعی تاثیر بہر حال موجود ہے، ان کے ذریعے شیاطین کو بھگایا جاتا، ان کے احوال کا ابطال کیا جاتا، انسان کو اگر شیطان چمٹ جائے تو اس کے ذریعے دور کیا جاتا ہے۔ اسی طرح ان لوگوں کا شر بھی ختم کیا جاسکتا، جن کے شر پھیلانے میں شیاطین ان کی مدد کرتے ہیں، جیسا کہ ظالمین یا اسی طرح ارباب سماع، یا وہ لوگ جو تالیاں پیٹتے اور حال میں چلے جاتے وغیرہ، تو جب صدق دل کے ساتھ ان پر قرآن کی تلاوت کی جاتی ہے، شیطان ان سے بھاگ لیتا ہے، اس طرح

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

شیطان کے بھائیوں کے مکاشفے اور تصرفات کا توڑ ہو جاتا ہے، کیونکہ شیاطین اپنے دوستوں کی طرف وحی کرتے ہیں، جسے جاہل لوگ اولیاء کی کرامات سمجھ بیٹھتے ہیں۔“

(مجموع الفتاویٰ: 55/19)

❁ نیز فرماتے ہیں:

”کرامت کسی انسان کے معصوم ہونے کی دلیل نہیں ہے، صالحین کی کرامات سے دین نبوی کی سچائی ظاہر ہو جاتی ہے، لیکن کرامت لانے والا شخص معصوم نہیں ہوتا اور نہ ایسا ہے کہ کرامت لانے والے کی ہر بات کو درست مان لیا جائے، اس باب میں نصاری گمراہ ہوئے، کیوں کہ ان کے راہبوں کے ہاتھوں بھی کرامات کا ظہور ہو جاتا تھا، تو وہ لوگ اس راہب کو معصوم مان لیتے تھے، وہ ان کے ہر قول و فعل کو انبیا کے اقوال و افعال کی طرح اسوہ تسلیم کر لیتے، اور یہ بات غلط ہے، کیوں کہ نبی معصوم ہوتا ہے اور معجزہ اس کی سچائی کی دلیل۔ دوسرے لوگوں کے ہاتھوں صدور ہو جانے والی کرامت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ لوگ بھی معصوم ہی ہیں۔“

(النُّبُوات: 143/1، مَجموع الفتاویٰ: 274/11)

❁ علامہ ابن ابی العز حنفی (۷۹۲ھ) فرماتے ہیں:

”معتزلہ کرامت کے منکر ہیں اور ان کا یہ نظریہ صریح باطل نظریہ ہے، کرامت کا انکار تو ایسے ہی ہے، جیسے کوئی محسوسات کا انکار کر دیتا ہے، معتزلہ اس پر اعتراض کھڑا کرتے ہیں کہ اگر کرامت جائز مان لی جائے تو اس کا نبوت سے

www.KitaboSunnat.com

التباس ہو جائے گا۔ تو ان کی یہ بات درست نہیں ہے، کیوں کہ نبوت سے التباس تو تب ہو جب ولی یہ کہے کہ میں نبی ہوں اور ایک خارق عادت فعل کا ظہور بھی اس سے ہو جائے، یہ فی الواقع ہوتا نہیں، کیوں کہ ایک ولی جب نبوت کا دعویٰ کرے گا تو وہ ولی رہے گا ہی نہیں، بلکہ کذاب متنبّی بن جائے گا۔''

(شرح العقيدة الطّحاوية، ص 498)

❁❁❁❁❁❁❁

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۵۷)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا باپ کی موجودگی میں دادا کو وراثت میں حصہ ملے گا؟

جواب: باپ زندہ ہے، تو دادا وارث نہیں بنے گا۔

سوال: نکاح کے مقاصد کیا ہیں؟

جواب: نکاح کے بے شمار مقاصد ہیں، سب سے اول مقصد عفت و عصمت کی حفاظت کرنا ہے، اس سے انسان بدنظری اور کئی مفاسد سے محفوظ رہ سکتا ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ارشاد فرمایا:

يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ، مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَ ةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ، وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ .

''نوجوانو! جو نان نفقہ کی طاقت رکھتا ہو، وہ شادی کرے، کیوں کہ نکاح نگاہ نیچی رکھنے اور شرمگاہ کی حفاظت کا ذریعہ ہے اور جو اس کی استطاعت نہیں رکھتا، وہ روزے رکھے، کیوں کہ اس سے شہوت میں کمی آجائے گی۔''

(صحيح البخاري : 5066، صحيح مسلم : 1400، المنتقى لابن الجارود : 672)

اس کے علاوہ بھی نکاح کے کئی مقاصد ہیں، مثلاً جسمانی و روحانی تسکین اور افزائش

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

نسل وغیرہ۔

سوال: مشرک عورت سے نکاح کا کیا حکم ہے؟

جواب: مشرکہ سے نکاح جائز نہیں، الا یہ کہ وہ اہل کتاب میں سے ہو۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ﴾(البقرة:221)

”تم مشرک عورتوں سے نکاح مت کرو، جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں۔“

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

”جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ﴾ (البقرة:221) (تم مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو، جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں)، تو لوگ اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کرنے سے رُک گئے، یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی: ﴿وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾(المائدة: 5) (تم سے پہلے اہل کتاب کی پاک دامن عورتوں سے نکاح جائز ہے)، تو لوگ اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کرنے لگے۔“

(تفسير ابن أبي حاتم، نقلًا عن تفسير ابن كثير: 42/3، المعجم الكبير للطّبراني: 105/12، وسنده حسنٌ)

❁ امام اہل سنت احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرمانِ باری تعالیٰ: ﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ﴾ کے بارے میں فرماتے ہیں:

مُشْرِكَاتُ الْعَرَبِ الَّذِينَ يَعْبُدُونَ الْاَوْثَانَ.

”اس سے مراد مشرکین عرب کی عورتیں تھیں جو کہ بتوں کے پجاری تھے۔“

(تفسیر ابن کثیر :584/1)

سوال: حالت احرام میں نکاح کا کیا حکم ہے؟

جواب: محرم آدمی نہ اپنا نکاح کر سکتا ہے اور نہ کسی دوسرے کا نکاح کرا سکتا ہے۔

❁ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَنْكِحُ الْمُحْرِمُ وَلَا يُنْكِحُ وَلَا يَخْطُبُ .

”محرم اپنا نکاح کر سکتا ہے، نہ کسی دوسرے کا نکاح کروا سکتا ہے اور نہ ہی منگنی کا پیغام بھیج سکتا ہے۔“

(صحیح مسلم : 1409)

سوال: زمانہ جاہلیت میں نکاح کا کیا طریقہ تھا؟

جواب: زمانہ جاہلیت میں نکاح کے چار طریقے رائج تھے، ان میں سے تین طریقوں کو اسلام نے ختم کر دیا اور ایک طریقے کو باقی رکھا۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

”دورِ جاہلیت میں نکاح کے چار طریقے تھے، ان میں سے ایک تو وہی ہے جو آج لوگ اختیار کرتے ہیں، یعنی ایک آدمی دوسرے آدمی کی طرف اس کی زیرِ ولایت عورت یا بیٹی کے بارے میں پیغامِ نکاح بھیجتا، پھر اس عورت کو حق مہر دے کر اس سے نکاح کر لیتا۔...... جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم حق دے کر مبعوث فرمائے گئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جاہلیت کے سارے نکاح ختم کر دیئے سوائے اس نکاح کے جو لوگ آج کرتے ہیں۔“

(صحیح البخاري : 5127)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

سوال: ہم بستری کی مسنون دعا کیا ہے؟

جواب: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”اگر بیوی کے پاس آئیں تو یہ دعا پڑھیں:

بِاسْمِ اللّٰهِ، اللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا .

”اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں، اللہ! مجھ سے اور میری ہونے والی اولاد سے شیطان کو دور رکھ۔“

پھر اگر انہیں اولاد ملی تو شیطان اسے نقصان نہیں پہنچائے گا“

(صحيح البخاري :141؛ صحيح مسلم : 1434)

❀ صحیح بخاری (5165) الفاظ ہیں:

لَمْ يَضُرَّهُ شَيْطَانٌ أَبَدًا .

”کبھی کوئی شیطان اسے نقصان نہیں پہنچائے گا۔“

سوال: قبروں پر قبے بنانا کیسا ہے؟

جواب: قبر پرستی یقیناً گمراہی ہے۔اس کی بنیادی وجہ قبروں کے متعلق شرعی احکام سے چشم پوشی اور ان کی شرعی حرمت سے تجاوز ہے۔یہی اقدام انسان کو شرک تک لے جاتا ہے، بلکہ پہلی امتوں کا مثیل بنا دیتا ہے۔علوم دینیہ سے ناواقف بعض بھائیوں نے عقائد واعمال کی بنیاد قبروں کے حددرجہ احترام کو بنالیا ہے۔قبروں پر گنبد اور قبے، ان کی بے پناہ نمائش وآرائش، حسن وزینت، پرشوکت اور دلنشین مقبرے، اسی احترام کی بازگشت ہیں۔ قبروں پر قبے اور گنبد بنانا اتنی مہلک بدعت ہے جس کا آخری نتیجہ کفر اور ترکِ ایمان پر پہنچتا ہے۔ بلکہ ان کی تاریخ شعیت سے اٹھی ہے:

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

❁ مشہور شیعہ محمد حسن حائری نے لکھا ہے:

قَالَتِ الْإِمَامِيَّةُ : يَجُوْزُ بِنَاءُ الْقُبُوْرِ لِلْأَنبِيَاءِ وَالْأَوْلِيَاءِ، وَتَشْيِيْدِهَا وَحِفْظِهَا .

''امامیہ (شیعہ کا ایک گروہ) کا کہنا ہے کہ انبیا اور اولیا کی قبروں پر تعمیر کرنا، انہیں پختہ کرنا اور ان کی حفاظت کرنا جائز ہے۔''

(البراهين الجلية، ص 41)

صحابہ کرام، تابعین کے دَور میں قبروں پر قبوں کا نام ونشان تک نظر نہیں آتا۔ البتہ صحیح احادیث اور صحابہ کرام اور تابعین عظام سے ان کی مذمت ضرور ثابت ہے:

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

نَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُجَصَّصَ الْقَبْرُ، وَأَنْ يُّقْعَدَ عَلَيْهِ، وَأَنْ يُبْنٰى عَلَيْهِ .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر پختہ کرنے، اس پر بیٹھنے اور تعمیر سے منع فرمایا۔''

(صحيح مسلم : 970)

❁ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے وفات کے وقت کچھ وصیتیں فرمائی تھیں۔ ایک وصیت یہ تھی:

لَا تَجْعَلُوا عَلٰى قَبْرِي بِنَاءً .

''میری قبر پر عمارت نہ بنانا۔''

حاضرین نے ان سے پوچھا: ''کیا آپ نے اس بارے کوئی بات سنی؟ فرمایا: جی ہاں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(مسند الإمام أحمد : 397/4، وسندهٔ حسنٌ)

❀ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، نَهٰى أَنْ يُبْنٰى عَلَى الْقَبْرِ .

”نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر پر عمارت بنانے سے منع فرمایا ہے۔“

(سنن ابن ماجه : 1564، وسندهٔ صحيحٌ)

❀ امام شافعی رحمہ اللہ (۲۰۴ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ رَأَيْتُ مِنَ الْوُلَاةِ مَنْ يَّهْدِمَ بِمَكَّةَ مَا يُبْنٰى فِيهَا فَلَمْ أَرَ الْفُقَهَاءَ يَعِيبُونَ ذٰلِكَ .

”میں نے حکمرانوں کو مکہ میں قبروں سے عمارتیں گراتے دیکھا ہے، کوئی فقیہ ان پر اعتراض کرتا نظر نہیں آیا۔“

(كتاب الأمّ : 316/1)

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ (۶۷۶ھ) لکھتے ہیں:

قَالَ أَصْحَابُنَا رَحِمَهُمُ اللّٰهُ وَلَا فَرْقَ فِي الْبِنَاءِ بَيْنَ أَنْ يَبْنِيَ قُبَّةً أَوْ بَيْتًا أَوْ غَيْرَهُمَا وَيُهْدَمُ هٰذَا الْبِنَاءُ بِلَا خِلَافٍ .

”شوافع کہتے ہیں کہ قبر پر کسی قسم کی عمارت، قبہ یا گھر وغیرہ بنانا برابر ہے، اس کے گرانے پر اجماع ہے۔“

(المَجموع شرح المُهذّب : 298/5)

سوال: نکاح کرنے والے کو کیا دعا دی جائے؟

جواب: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کو شادی کی

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

مبارک باد دیتے، تو دعا کرتے:

بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ، وَبَارَكَ عَلَيْكَ، وَجَمَعَ بَيْنَكُمَا فِي خَيْرٍ .

''اللہ آپ کو برکت دے اور برکت نازل فرمائے اور خیر کے ساتھ آپ دونوں کو یکجا رکھے۔''

(سنن أبي داوٗد : 2130؛ سنن التّرمذي : 1116؛ سنن ابن ماجه : 1905؛ وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح''، امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (اتحاف المھرۃ لابن حجر : 18196) اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (4052) نے ''صحیح'' اور امام حاکم رحمہ اللہ (183/2) نے امام مسلم رحمہ اللہ کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

سوال: کیا جانور کو خصی کرنے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب: جانوروں کو خصی کرنے کے بارے میں اہل علم کے مابین اختلاف ہے، بعض نے مکروہ کہا ہے، تو بعض نے جائز کہا ہے۔ راجح یہی ہے کہ وقت اور ضرورت کے پیش نظر جانوروں کو خصی کیا جا سکتا ہے، بغیر وجہ خصی کرنا مکروہ ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ نے شیطان لعین کا قول نقل فرمایا ہے:

﴿وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ﴾ (النّساء : ۱۱۹)

''میں انہیں حکم دوں گا اور وہ تخلیق الٰہی کو ضرور بدل دیں گے۔''

❁ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما (تفسیر طبری: ۱۰۴۷۰، وسندہ صحیح) فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ سے جانور خصی کرنے کی کراہت ثابت ہوتی ہے، کیونکہ یہ فعل اللہ کی تخلیق میں بگاڑ کا باعث ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

❁ شہر بن حوشب (تفسیر طبری : ۱۰۴۷۵، وسندہ صحیح) اور سفیان رحمہما اللہ (تفسیر طبری:۱۰۴۷۵، وسندہ صحیح) فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ سے جانور خصّی کرنا مراد ہے۔

❁ عکرمہ تابعی رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

إِنَّهٗ كَرِهَ خِصَاءِ الدَّوَابِّ .

''وہ جانوروں کو خصی کرنا مکروہ سمجھتے تھے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : ٢٢٦/١٢، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ یزید بن ابی حبیب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كَتَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ إِلٰى أَهْلِ مِصْرَ يَنْهَاهُمْ عَنْ خِصَاءِ الْخَيْلِ، وَأَنْ يُجْرِئَ الصِّبْيَانُ الْخَيْلَ .

''امام عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اہل مصر کی طرف خط لکھا جس میں گھوڑوں کو خصی کرنے اور بچوں کی گھڑ سواری سے منع فرمایا۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : ٢٢٥/١٢، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام عبدالرزاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں، میں نے امام اوزاعی رحمہ اللہ سے جانور کو خصّی کرنے کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا:

كَانُوا يَكْرَهُونَ خِصَاءَ كُلِّ شَيْءٍ لَّهٗ نَسْلٌ .

''اسلاف ان جانوروں کو خصی کرنا مکروہ سمجھتے تھے، جن کی نسل چل سکتی ہے۔''

(مصنّف عبد الرّزاق : ٤٥٨/٤، ح : ٨٤٤٧)

❁ نافع رحمہ اللہ، سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

إِنَّهٗ كَانَ يَكْرَهُ الْإِخْصَاءَ، وَيَقُولُ : فِيهِ تَمَامُ الْخَلْقِ .

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

”آپ رحمہ اللہ خصی کرنے کو مکروہ جانتے تھے اور فرماتے تھے کہ (خصی نہ کرنا) تخلیق کی تکمیل ہے۔“

(مؤطّأ الإمام مالك : ٢٧٢٩، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ اسحاق بن منصور مروزی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

میں نے کہا: کیا جانوروں کو خصی کرنا مکروہ ہے؟ آپ (امام احمد رحمہ اللہ) نے فرمایا: ہاں، اللہ کی قسم! یہ (اعضائے تناسل) تخلیق الٰہی کی تکمیل ہیں۔ امام اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میرا بھی یہی مؤقف ہے۔“

(مسائل الإمام أحمد بن حنبل وإسحاق بن راهويه : ٢٧٨٦)

یہ تو کراہت کے بارے میں اقوال تھے۔ بعض اہل علم نے خصی کرنے کی رخصت بھی دی ہے:

① حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”بکرے اور دنبے کو خصی کرنے میں کوئی حرج نہیں۔“

(تفسير الطّبري : ١٠٤٧٥، وسندهٗ صحيحٌ)

② ہشام بن عروہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ أَبَاهُ (عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ) خَصٰى بَغْلًا لَّهٗ .

”ان کے والد عروہ بن زبیر تابعی رحمہ اللہ نے اپنا ایک خچر خصی کیا تھا۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : ٢٢٦/١٢، وسندهٗ صحيحٌ)

③ عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ گھوڑا خصی کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

(مصنف ابن أبي شيبة : ٢٢٧/١٢، وسندهٗ صحيحٌ)

دونوں طرف کے اجتہادات کو مدنظر رکھتے ہوئے معلوم ہوتا ہے کہ وقت ضرورت

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

جانور کو خصی کیا جا سکتا ہے، بغیر ضرورت کے ایسا کرنا مکروہ اور ناپسندیدہ ہے۔

❀ حافظ بیہقی رحمہ اللہ (۴۵۸ھ) فرماتے ہیں:

يَحْتَمِلُ جَوَازُ ذٰلِكَ إِذَا اتَّصَلَ بِهٖ غَرَضٌ صَحِيحٌ كَمَا رُوِينَا عَنِ التَّابِعِينَ .

''جب کوئی واقعی ضرورت درپیش ہو، تو خصی کرنے کا جواز معلوم ہوتا ہے، جیسا کہ ہم نے تابعین کرام سے روایت کیا۔''

(السّنن الکبریٰ : ۲٤/۱۰)

تنبیہ بلیغ:

نبی اکرم ﷺ سے جانور خصی کرنے کی ممانعت یا جواز ثابت نہیں۔ اس بارے میں واردشدہ تمام روایات ''ضعیف'' اور ناقابل استدلال ہیں، ملاحظہ ہوں:

① سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ صَبْرِ الرُّوحِ، وَعَنْ إِخْصَاءِ الْبَهَائِمِ نَهْيًا شَدِيدًا .

''نبی اکرم ﷺ نے جانوروں کو باندھ کر نشانہ بنانے اور ان کو خصی کرنے سے سخت منع فرمایا ہے۔''

(مسند البزّار (کشف الأستار) : ۱٦۹۰، السّنن الکبریٰ للبیهقي : ۲٤/۱۰)

سند ''ضعیف'' ہے، امام زہری رحمہ اللہ مدلس ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

② سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

نَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ إِخْصَاءِ الْخَيْلِ وَالْبَهَائِمِ .

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

”رسول اللہ ﷺ نے گھوڑوں اور مویشیوں کو خصّی کرنے سے منع فرمایا۔“

(مسند الإمام أحمد : ٢٤/٢)

سند ”ضعیف“ ہے۔عبداللہ بن نافع مدنی ”ضعیف“ ہے۔

❁ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ . ”اسے جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے۔“

(مَجمع الزّوائد : ١٢/٤)

③ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَا إِخْصَاءَ فِي الْإِسْلَامِ .

”اسلام میں خصی کرنے کی کوئی اجازت نہیں۔“

(السّنن الکبریٰ للبیهقي : ٢٤/١٠)

سند سخت ”ضعیف“ ہے:

① عبداللہ بن لہیعہ ”ضعیف، مدلس اور مختلط“ ہے۔

② مقدام بن داؤد رعینی بھی سخت ”ضعیف“ ہے۔

(تقریب التّهذیب لابن حَجَر : ٣٦٦١)

④ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

نَهٰی رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ إِخْصَاءِ الْإِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ وَالْخَيْلِ، وَقَالَ : إِنَّمَا النَّمَاءُ فِي الْحَبَلِ .

”رسول اللہ ﷺ نے اونٹ، بیل، بکرے اور گھوڑے کو خصی کرنے سے منع کیا اور فرمایا: افزائش نسل تو گابھن کرنے سے ہی ہوتی ہے۔“

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

(السّنن الكبرىٰ للبيهقي : ١٠/٢٤، الكامل لابن عدي : ٢/١٨٠)

سند جبارہ بن مغلس ''ضعیف'' کی وجہ سے ضعیف ہے۔

❀ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ . ''اسے جمہور نے ضعیف کہا ہے۔''

(مَجمع الزّوائد : ٩/٢٠)

⑤ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْإِخْصَاءِ، وَقَالَ : فِيهِ نَمَاءُ الْخَلْقِ .

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جانور خصی کرنے سے منع کیا اور فرمایا: اس (عضو تناسل) میں تخلیق کی افزائش ہے۔''

(الكامل في ضعفاء الرجال لابن عدي : ٢/١٨١)

سند ''ضعیف'' ہے۔ جبارہ بن مغلس ''ضعیف'' ہے۔

⑥ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے:

نَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ إِخْصَاءِ الْبَهَائِمِ .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مویشی خصی کرنے سے منع فرمایا۔''

(الكامل لابن عدي : ٢/١٨١)

اس سند میں بھی جبارہ بن مغلس ''ضعیف'' ہے۔

⑦ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما ہی بیان کرتے ہیں:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ إِخْصَاءِ الْفَحُولَةِ،

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

لِأَنْ لَّا يَنْقَطِعَ النَّسْلُ .

''نبی کریم ﷺ نے نر کو خصی کرنے سے منع فرمایا، تاکہ نسل ختم نہ ہو جائے۔''

(الكامل لابن عدي : ٢٨٧/٣)

سند سخت ''ضعیف'' ہے۔ سلیمان بن مسلم خشاب کو حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''متہم'' قرار دیا ہے۔ نیز حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اس کی بیان کردہ دو حدیثوں کو من گھڑت کہا ہے۔

❀ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا قَلِيلُ الْحَدِيثِ، وَهُوَ شِبْهُ الْمَجْهُولِ .

''اس کی بیان کردہ احادیث بہت کم ہیں اور یہ مجہول راویوں جیسا ہے۔''

(الكامل في ضُعَفاء الرّجال : ٢٨٧/٣)

❀ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یہ شیخ ہے، جو سلیمان تیمی سے وہ روایات بیان کرتا ہے، جو اس کی بیان کردہ نہیں ہوتیں۔ اس کی روایت کو بیان کرنا جائز نہیں۔ صرف ماہرین متابعات وشواہد کے ضمن میں ایسا کر سکتے ہیں۔''

(كتاب المَجروحين : ٣٣٢/١)

❀ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ ضَعِيفٌ جِدًّا . ''یہ سخت ضعیف ہے۔''

(مَجمع الزّوائد : ٢٦٩/٧، ٣٩٥/١٠)

⑧ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْإِخْصَاءِ، وَقَالَ:

إِنَّمَا النَّمَاءُ فِي الذُّكُورِ.

''نبی ﷺ نے خصی کرنے سے منع کیا اور فرمایا: افزائش نسل تو نر سے ہوتی ہے۔''

(الكامل لابن عدي: ٣٢١/٤، ١٨١/٢، مختصراً)

سند من گھڑت ہے۔

① عبدالرحمٰن بن حارث کفرتوثی، جحدر کے بارے میں امام ابن عدی رحمہ اللہ خود فرماتے ہیں:

يَسْرِقُ الْحَدِيثَ. ''یہ احادیث میں سرقہ کرتا تھا۔''

② سفیان ثوری رحمہ اللہ کی ''تدلیس'' بھی ہے، سماع کی تصریح نہیں ملی۔

③ اس میں ایک اور علت قادحہ بھی ہے۔

④ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

نَهَانَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْإِخْصَاءِ، وَقَالَ:

إِنَّمَا النَّمَاءُ فِي الذُّكُورِ.

''رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خصّی کرنے سے منع کیا اور فرمایا: افزائش نسل تو نر ہی میں ہوتی ہے۔''

(الكامل لابن عدي: ١٨١/٢، ٣٢١/٤)

سند ''ضعیف'' ہے، یوسف بن محمد بن سابق قرشی کی سوائے امام ابن حبان رحمہ اللہ کے کسی نے توثیق نہیں کی، لہٰذا یہ مجہول الحال ہے۔ نیز یحییٰ بن یمان کا عبیداللہ سے سماع بھی معلوم نہیں ہوسکا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

⑩ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ إِخْصَاءِ الْإِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ وَالْخَيْلِ، وَقَالَ: إِنَّمَا النَّمَاءُ فِي الْحَبَلِ.

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ، بیل، بکرے، دنبے اور گھوڑے کو خصی کرنے سے منع کیا اور فرمایا: افزائش نسل تو نر ہی میں ہوتی ہے۔''

(الكامل لابن عدي: ٢/١٨١)

سند سخت ''ضعیف'' ہے۔

① محمد بن حسن بن حرب کے حالات زندگی نہیں مل سکے۔

② سلیمان بن عمر اقطع ''مجہول الحال'' ہے۔ سوائے امام ابن حبان رحمہ اللہ کے کسی نے اس کی توثیق نہیں کی۔

③ عبداللہ بن نافع مدنی ''ضعیف'' ہے۔

(تقريب التّهذيب لابن حجر: ٣٦٦١)

⑪ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

نَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ إِخْصَاءِ الْبَهَائِمِ، لَا تَقْطَعُوا نَمَاءَ اللّٰهِ.

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مویشی خصّی کرنے سے منع کیا، نیز فرمایا: اللہ کی تخلیق منقطع نہ کرو۔''

(الكامل لابن عدي: ٢/١٨١)

سند ''ضعیف'' ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

⑪ جبی بن حاتم جرجرائی کے حالات نہیں مل سکے۔

⑫ ابومعاویہ ضریر ''مدلس'' ہیں اور عن سے بیان کر رہے ہیں۔

⑫ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْإِخْصَاءِ، وَقَالَ : فِيهِ نَمَاءُ الْخَلْقِ .

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خصی کرنے سے منع کیا اور فرمایا: اس (عضو تناسل) میں تخلیق کی افزائش ہوتی ہے۔''

(الكامل لابن عدي : ١٧١/٧، تاريخ ابن عساكر : ٣٧٨/١)

سند سخت ''ضعیف'' ہے، یوسف بن یونس ابو یعقوب افطس کے بارے میں امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كُلُّ مَا رَوٰى عَمَّنْ رَوٰى مِنَ الثِّقَاتِ مُنْكَرٌ .

''اس نے ثقہ راویوں سے جتنی بھی روایات بیان کی ہیں، وہ سب منکر ہیں۔''

❁ امام ابن حبان رحمہ اللہ اس کی ایک روایت کو بے اصل قرار دے کر لکھتے ہیں:

اَلْأَفْطَسُ لَا يَجُوزُ الْاِحْتِجَاجُ بِمَا انْفَرَدَ بِهٖ .

''افطس جس روایت کو بیان کرنے میں منفرد ہو، اس سے دلیل لینا جائز نہیں۔''

(كتاب المَجروحين : ١٣٧/٣)

❁ البتہ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اسے ''ثقہ'' قرار دیا ہے۔

(تاريخ بغداد للخطيب : ٢٩٨/١٤، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ اس کی دو روایات ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

’’ان کو بیان کرنے والا ’’ثقہ‘‘ نہیں ہو سکتا۔‘‘

(میزان الاعتدال : ٤/٤٧٦)

اسے امام ابن عدی رحمہ اللہ (الکامل : ٧/١٧١) اور امام نسائی رحمہ اللہ (لسان المیزان لابن حجر : ٣/٣٣١) نے ’’منکر‘‘ کہا ہے۔

⑬ سیدنا حارث بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں :

نَهٰی رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ إِخْصَاءِ الْخَيْلِ .

’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑوں کو خصی کرنے سے منع فرمایا ہے۔‘‘

(تاريخ ابن عساكر : ١٣/٣٤)

سند ’’ضعیف‘‘ ہے۔ اس کے کئی راویوں کے حالات نہیں مل سکے۔

✿ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ حافظ علائی رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں :

رِجَالُ هٰذَا السَّنَدِ لَا يُعْرَفُونَ .

’’اس سند کے کئی راوی غیر معروف ہیں۔‘‘

(لسان الميزان : ١/٨٩)

⑭ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں :

ذَبَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَبْشَيْنِ أَقْرَنَيْنِ أَمْلَحَيْنِ مُوجَأَيْنِ .

’’نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سینگوں والے، چتکبرے اور خصی دو مینڈھے ذبح کیے۔‘‘

(مسند الإمام أحمد : ٣/٣٧٥، سنن أبي داوٗد : ٢٧٩٥، سنن ابن ماجه : ٣١٢١)

سند ’’ضعیف‘‘ ہے۔ محمد بن اسحاق ’’مدلس‘‘ ہیں اور ’’عن‘‘ سے یہ روایت بیان کر رہے ہیں، خصی کے الفاظ کے ساتھ کہیں بھی سماع کی تصریح نہیں مل سکی۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

⑮ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُضَحِّي بِكَبْشٍ أَقْرَنَ فَحِيلٍ .

”رسول اللہ ﷺ سینگوں والا مینڈھے کی قربانی کی، جو خصی نہیں تھا۔“

(سنن أبي داود : ٢٧٩٦، سنن النسائي : ٤٣٩٠، سنن الترمذي : ١٤٩٦، سنن ابن ماجه : ٣١٢٨)

سند ضعیف ہے۔

① حفص بن غیاث مدلس ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

② ابوجعفر محمد بن علی باقر کا سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں۔

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

أَبُو جَعْفَرٍ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ أَبِي سَعِيدٍ .

”ابوجعفر محمد بن علی باقر نے سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے نہیں سنا۔“

(اتّحاف المَهَرة : ٤٠٢/٥)

⑯ یہ روایت سیدنا عبداللہ بن عباس ﷺ سے بھی مروی ہے۔

(المعجم الكبير للطبراني : ١١٥٧٧)

سند ضعیف ہے۔

① احمد بن رشدین جمہور ائمہ کے نزدیک ”ضعیف“ ہے۔

② روح بن صلاح متکلم فیہ راوی ہے، اس کی منکر روایات ہیں۔

③ داود بن حصین کی روایت عکرمہ سے ضعیف ہوتی ہے۔

❀ مصنف عبدالرزاق (٨١٣٢) والی سند بھی ضعیف ہے۔

① عبدالرزاق بن ہمام مدلس ہیں۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

② ابراہیم بن محمد بن ابی یحییٰ اسلمی ''متروک'' ہے۔

③ داود بن حصین کی روایت عکرمہ سے منکر ہوتی ہے۔

تنبیہ:

① ابراہیم نخعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

نَهٰى عُمَرُ عَنْ إِخْصَاءِ الْخَيْلِ .

''سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے گھوڑوں کوخصّی کرنے سے منع فرمایا۔''

(مسند علي بن الجعد : ٢١٢٩)

سند ضعیف ہے۔

① شریک بن عبداللہ قاضی ''مدلس'' ہیں۔

② ابراہیم نخعی کا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے سماع ولقا نہیں، لہٰذا یہ قول منقطع ہے۔

❀ سنن کبری بیہقی (۲۴/۱۰) کی سند بھی ضعیف ہے۔ عاصم بن عبیداللہ کو جمہور نے ''ضعیف'' کہا ہے۔

(مجمع الزوائد : ١٥٠/٨، النكت لابن حجر : ٧٥/١، عمدة القاري للعيني : ١٣/١١)

❀ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رِوَايَاتُ عَاصِمٍ فِيهَا ضَعْفٌ .

''عاصم کی روایات میں کمزوری ہے۔'' (السّنن الكبرىٰ : ٢٤/١٠)

تنبیہ:

خصی جانور کی قربانی بالاجماع جائز ہے، جانور کو خصی کرنا شرعاً ممنوع نہیں، لہٰذا خصی

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ہونا عیب نہ ہوا، خصوصا ایسے جانور کے حوالے سے جسے قربانی کے لیے خاص کیا گیا ہو، خصی جانور موٹا تازہ ہوتا ہے، اس کا گوشت انتہائی عمدہ اور نفیس ہوتا ہے، لہٰذا قربانی کے جانور کو خصی کرنا خوبی ہے، نہ کی عیب۔ اس لیے خصی ہونا قربانی کے لیے مانع نہیں۔

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

لَيْسَ هٰذَا عَيْبًا .

”خصی ہونا عیب نہیں ہے۔“ (فتح الباري : ۱۰/۱۰)

❁ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ خصی جانور کی قربانی کے بارے میں فرماتے ہیں:

أَرْجُو أَنْ لَّا يَكُونَ بِهٖ بَأْسٌ .

”اس میں کوئی حرج نہیں۔“

(مسائل الإمام أحمد وإسحاق بن راهويه، برواية الكوسج : ۲/۳٦٨)

❁ علامہ ابن قدامہ مقدسی رحمہ اللہ (٦۲۰ھ) بیان کرتے ہیں:

لَا نَعْلَمُ فِي هٰذَا خِلَافًا . ”ہمیں اس میں اختلاف معلوم نہیں۔“

(المغني : ۳/٤٧٦، ۹/٤٤۲)

تنبیہ:

❁ مشہور مفسر علامہ قرطبی رحمہ اللہ (٦٧١ھ) لکھتے ہیں:

”مسلمانوں کا اجماع و اتفاق ہے کہ انسانوں کو خصی کرنا حلال اور جائز نہیں، کیونکہ یہ مثلہ اور تخلیق الٰہی میں تبدیلی ہے۔ اسی طرح حدود و قصاص کے علاوہ انسانوں کے باقی اعضاء کو کاٹنا بھی حرام ہے۔“

(أحكام القرآن : ٥/۳۹۱)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۵۸)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: جسم کو گودنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: جسم کو گودنے سے مراد یہ ہے کہ جسم کے کسی حصہ میں سوئی یا کوئی نوک دار چیز چبھوئی جاتی ہے، پھر اس میں سرمہ یا کوئی رنگ بھر دیا جاتا ہے تاکہ جسم خوبصورت لگے۔ اس عمل کو ''وشم'' کہتے ہیں۔ یہ عمل کرنے والے اور کروانے والی دونوں پر لعنت کی گئی ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

لَعَنَ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ، وَالْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بال جوڑنے والی، بال جڑوانے والی، بدن گودنے والی اور گدوانے والی پر لعنت فرمائی ہے۔''

(صحيح البخاري : 5937، صحيح مسلم : 2124)

❁ سیدنا ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گودنے والی، گدوانے والی، سود کھانے والے اور سود کھلانے والے پر لعنت بھیجی ہے، آپ نے کتے کی قیمت اور زانیہ کی کمائی کھانے سے منع فرمایا ہے اور تصویر بنانے والوں پر لعنت بھیجی ہے۔''

(صحيح البخاري : 5347)

سوال: نماز وتر کا کیا حکم ہے؟

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

جواب: وتر کا معنی طاق ہے، وتر اللہ وحدہ لاشریک کا محبوب عمل ہے، دیگر بہت سے اعمال میں بھی طاق عدد کو پسند کیا گیا ہے، جیسے پانچ نمازیں، وضو کے اعضا کو زیادہ سے زیادہ تین بار دھونا، طواف کعبہ کے سات چکر، صفا و مروہ کی سعی میں سات چکر، جمرات کو سات کنکریاں مارنا، تین ایام تشریق اور استنجا میں کم از کم تین پتھروں کا استعمال وغیرہ۔

شریعت نے ''وتر'' کے نام سے مستقل ''نماز'' مشروع قرار دی ہے۔ وتر ایک، تین، پانچ، سات اور نو تک مسنون ہیں۔ نبی ﷺ سفر و حضر میں وتر کا اہتمام فرماتے، اس سے وتر کی اہمیت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔

❁ علامہ کاسانی حنفی رحمہ اللہ (۵۸۷ھ) فرماتے ہیں:

قَالَ عَامَّةُ الْفُقَهَاءِ : إِنَّ الْوِتْرَ سُنَّةٌ لِمَا أَنَّ كِتَابَ اللّٰهِ، وَالسُّنَنَ الْمُتَوَاتِرَةَ وَالْمَشْهُورَةَ مَا أَوْجَبَتْ زِيَادَةً عَلٰى خَمْسِ صَلَوَاتٍ .

''تمام فقہا نے کہا ہے کہ وتر سنت ہے، کیونکہ قرآن کریم اور مشہور و متواتر سنت نے پانچ سے زائد نمازیں فرض نہیں کیں۔''

(بدائع الصّنائع في ترتيب الشّرائع : 91/1)

① سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إِنَّ الْوِتْرَ لَيْسَ بِحَتْمٍ كَالصَّلَاةِ، وَلٰكِنَّهُ سُنَّةٌ، فَلَا تَدَعُوهُ .

''وتر فرض نہیں، بلکہ سنت ہے، البتہ آپ اسے چھوڑیئے گا نہیں۔''

(مسند الإمام أحمد : 107/1، سنن الدّارمي : 1620، واللفظ لهٗ، وسندهٗ حسنٌ)

❁ حافظ بوصیری رحمہ اللہ نے اس کی سند ''صحیح'' قرار دی ہے۔

(اتّحاف الخِيَرة المَهرة : 1732)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

② عبدالرحمٰن بن ابو عمرہ رحمہ اللہ نے سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے وتر کی بابت سوال کیا، تو فرمایا:

أَمْرٌ حَسَنٌ، عَمِلَ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُسْلِمُونَ مِنْ بَعْدِهِ، وَلَيْسَ بِوَاجِبٍ.

''وتر اچھا عمل ہے، اسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا کیا، مسلمانوں نے بھی ادا کیا ہے، تاہم واجب نہیں۔''

(المستدرك على الصّحيحين للحاكم: 300/1، وسندهٗ حسنٌ)

امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (1068) نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔ امام حاکم رحمہ اللہ (300/1) نے بخاری و مسلم کی شرط پر ''صحیح'' کہا اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

③ عبداللہ بن صنابحی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

''ابو محمد نے کہا کہ وتر واجب ہے۔ اس پر سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ابو محمد کو غلطی لگی ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: اللہ عز وجل نے پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ جس نے اچھی طرح وضو کیا، انہیں بر وقت ادا کیا، رکوع و سجود اطمینان سے کیے، اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اسے معاف فرمائے گا اور ایسا نہ کرنے والے کے لئے کوئی وعدہ نہیں، چاہے تو معاف کر دے اور چاہے تو عذاب دے۔''

(مسند الإمام أحمد: 317/5، سنن أبي داوٗد: 425، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِسْنَادُهٗ حَسَنٌ جَيِّدٌ.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

”اس کی سند حسن اور جید ہے۔“

(جامع المَسانید والسّنن : 559/4، ح : 5763)

④ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے رمضان میں آٹھ تراویح اور وتر پڑھائے، اگلی رات ہم مسجد میں جمع ہوئے۔ اُمید تھی کہ آپ ﷺ تشریف لائیں گے، لیکن صبح تک آپ ﷺ نہ آئے۔ ہم نے عرض کیا: اللہ کے رسول! ہم مسجد میں اس لیے جمع ہوئے تھے کہ آپ تشریف لائیں گے اور ہمیں نماز پڑھائیں گے۔ فرمایا:

إِنِّي خَشِيتُ أَوْ كَرِهْتُ أَنْ يُّكْتَبَ عَلَيْكُمُ الْوِتْرُ .

”مجھے خدشہ ہوا کہ وتر فرض نہ ہو جائیں۔“

(صحیح ابن خزیمة : 1070، صحیح ابن حبّان : 2409، وسندهٗ حسنٌ)

❁ امام ابن منذر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

يَدُلُّ هٰذَا الْحَدِيثُ عَلٰى أَنَّ الْوِتْرَ وَقِيَامَ اللَّيْلِ غَيْرُ مَكْتُوبٍ فَرْضُهٗ عَلَى النَّاسِ .

”یہ حدیث دلیل ہے کہ وتر اور قیام اللیل فرض نہیں۔“ (الأوسط : 168/5)

⑤ سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نجد کی طرف سے ایک پراگندہ بال شخص آیا، ہمیں آواز کی گونج تو سنائی دیتی تھی مگر سمجھ نہ پائے کہ اس نے کہا کیا ہے۔ وہ نبی کریم ﷺ کے قریب ہوا اور اسلام کے بارے میں سوال کرنے لگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: دن رات میں پانچ نمازیں فرض ہیں۔ اس نے کہا: ان کے علاوہ بھی کوئی نماز فرض ہے؟ فرمایا:

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

لَا، إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ .

''نہیں! البتہ نفل پڑھے جاسکتے ہیں۔''

(صحيح البخاري : 46، صحيح مسلم : 11)

❀ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''نبی کریم ﷺ بتارہے ہیں کہ پانچ سے زائد جو نماز ہے، وہ نفل ہے۔''

(صحيح ابن خزيمة : 136/2)

⑥ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''سواری کا رخ جدھر بھی ہوتا، نبی کریم ﷺ اس پر نفل ادا کر لیتے تھے، آپ ﷺ سواری پر وتر تو پڑھ لیتے تھے، فرض نہیں۔''

(صحيح البخاري : 1098، صحيح مسلم : 39/700)

❀ امام ابن منذر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يَدُلُّ ذٰلِكَ عَلٰى أَنَّ الْوِتْرَ تَطَوُّعٌ، خِلَافَ قَوْلِ مَنْ شَذَّ عَنْ أَهْلِ الْعِلْمِ وَخَالَفَ السُّنَّةَ، فَزَعَمَ أَنَّ الْوِتْرَ فَرْضٌ .

''اس کی حدیث کے مطابق وتر نفل ہیں، وتر کو فرض وہی کہتا ہے، جس نے سنت کی مخالفت کرنی ہے اور اہل علم سے جدا رستہ اختیار کرنا ہے۔''

(الأوسط : 247/5)

⑦ مسلم مولی عبد قیس رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا:

''آپ وتر کو سنت سمجھتے ہیں؟ کہا: سنت کا مطلب؟ نبی ﷺ نے پڑھے اور

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

مسلمان پڑھتے ہیں۔ کہنے لگے: میں آپ سے یہ نہیں پوچھ رہا، بلکہ یہ پوچھ رہا ہوں کہ کیا وتر سنت ہے؟ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: عقل کام کرتی ہے؟ کہہ تو رہا ہوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے اور مسلمان پڑھتے ہیں۔"

(مصنّف ابن أبي شيبة: 2/295، 14/236، مسند الإمام أحمد: 2/29، وسندهٗ صحيحٌ)

ایک علمی مزاح:

عبدالوارث بن سعید رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے وتر کے بارے میں سوال ہوا، تو کہنے لگے: فرض ہے۔ پوچھا گیا: فرض نمازیں کتنی ہیں؟ جواب دیا: پانچ۔ وتر کے بارے میں کیا رائے ہے؟ کہا: فرض۔ تب سائل نے کہا: آپ تو حساب بھی نہیں جانتے۔"

(صحيح ابن خزيمة: 2/135۔ 136، وسندهٗ صحيحٌ)

⑧ امام شعبی رحمہ اللہ سے پوچھا گیا وتر بھولنے والا کیا کرے؟ فرمایا:

لَا يَضُرُّهٗ، كَأَنَّمَا هُوَ فَرِيضَةٌ .

"کوئی بات نہیں، آپ تو اسے فرض سمجھے بیٹھے ہیں؟"

(مصنّف ابن أبي شيبة: 2/295، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ ابوالفضل صالح بن احمد بن حنبل رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

سَأَلْتُهٗ عَنِ الرَّجُلِ يَتْرُكُ الْوِتْرَ مُتَعَمِّدًا مَا عَلَيْهِ فِي ذٰلِكَ قَالَ أَبِي : هٰذَا رَجُلٌ سُوءٌ هُوَ سُنَّةٌ سَنَّهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهٗ .

"میں نے عرض کیا، جو شخص جان بوجھ کر وتر نہیں پڑھتا، اس کے بارے میں کیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خیال ہے؟ ابا جان کہنے لگے: برا آدمی ہے، وتر تو رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کی سنت ہے۔“

(مسائل الأمام أحمد برواية ابنه أبي الفضل صالح، نص ١٥٩)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

اَلْوِتْرُ سُنَّةٌ مُؤَكَّدَةٌ بِاتِّفَاقِ الْمُسْلِمِينَ، وَمَنْ أَصَرَّ عَلٰى تَرْكِهٖ فَإِنَّهٗ تُرَدُّ شَهَادَتُهٗ.

”مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ وتر سنت مؤکدہ ہے۔ جو اس کے ترک پر اصرار کرے، اس کی گواہی قبول نہیں۔“

(مَجموع الفتاوىٰ: 88/23)

سوال: مندرجہ ذیل روایت کی استنادی حیثیت بیان کریں:

❁ سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اَلْوِتْرُ حَقٌّ، فَمَنْ لَّمْ يُوتِرْ؛ فَلَيْسَ مِنَّا، الْوِتْرُ حَقٌّ، فَمَنْ لَّمْ يُوتِرْ، فَلَيْسَ مِنَّا، الْوِتْرُ حَقٌّ، فَمَنْ لَّمْ يُوتِرْ، فَلَيْسَ مِنَّا.

”تین بار فرمایا، وتر حق ہے، جو وتر نہیں پڑھتا، وہ ہمارے طریقہ پر نہیں۔“

(مسند أحمد: 357/5، سنن أبي داوٗد: 1419، المستدرك للحاكم: 305/1)

تاریخ بغداد (175/5) میں اَلْوِتْرُ وَاجِبٌ کے الفاظ ہیں۔

جواب: سند ”ضعیف“ ہے، عبید اللہ بن عبد اللہ ابو منیب عتکی (حسن الحدیث) کی عبد اللہ بن بریدہ سے بیان کردہ روایات منکر ہیں۔

❁ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

مَا أَنْكَرَ حَدِيْثُ حُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ وَّأَبِي الْمُنِيبِ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ .

"حسین بن واقد اور ابو منیب کی روایت عبداللہ بن بریدہ سے حد درجہ منکر ہوتی ہے۔"

(العلل ومعرفة الرّجال : 497)

یہ بھی انہی منکر روایات سے ہے۔

✿ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عِنْدَهٗ مَنَاكِيْرُ . "اس نے بہت سی منکر روایات بیان کر رکھی ہیں۔"

(التّاريخ الكبير : 388/5)

✿ امام ابن عدی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ان کی منکر روایات میں شمار کیا ہے۔

(الكامِل في ضعفاء الرّجال : 537/5)

حاصل یہ ہے کہ عبید اللہ بن عبداللہ ابو منیب کی جس روایت کو محدثین منکر قرار دیں گے، وہ "ضعیف" ہو گی۔

✿ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ لَّا يَصِحُّ . "یہ روایت ثابت نہیں۔"

(العِلَل المتناهية في الأحاديث الواهية : 765)

دوسری بات یہ ہے کہ اس سے وجوب وتر ثابت نہیں ہوتا۔

✿ حافظ بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اکثر محدثین کہتے ہیں کہ یہ ترغیب دلانے اور وتر پر ابھارنے کے لئے کہا گیا، ہمارے طریقے پر نہیں، سے مراد ہے کہ جو وتر سے بے رغبتی کرتے ہوئے ایسا کرے گا، وہ ہمارے طریقے پر نہیں۔ وجوب مراد نہیں۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(شرح السُّنّة : 4/103)

سوال: مندرجہ ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❀ سیدنا خارجہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ أَمَدَّكُمْ بِصَلَاةٍ، وَهِيَ خَيْرٌ لَّكُمْ مِنْ حُمُرِ النَّعَمِ، وَهِيَ الْوِتْرُ، فَجَعَلَهَا لَكُمْ فِيمَا بَيْنَ الْعِشَاءِ إِلٰى طُلُوعِ الْفَجْرِ.

''اللہ تعالیٰ نے آپ کے اعمال میں ایک اور نماز کا اضافہ کیا ہے، جو آپ کے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے اور وہ نماز وتر ہے، اس کا وقت عشا اور طلوعِ فجر کے درمیان ہے۔''

(سنن أبي داوٗد : 1418، سنن التِّرمذي : 455، سنن ابن ماجه : 1168)

جواب: اس روایت کی سند انقطاع کی وجہ سے ''ضعیف'' ہے، عبداللہ بن ابو مرہ زوفی کا سیدنا خارجہ بن حذافہ عدوی رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں ہے۔

❀ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يُعْرَفُ لِإِسْنَادِهِ سَمَاعُ بَعْضِهِمْ مِّنْ بَعْضٍ.

''سند کے راویوں کا ایک دوسرے سے سماع نہیں۔''

(التّاريخ الكبير : 3/203)

❀ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِسْنَادٌ مُّنْقَطِعٌ، وَمَتْنٌ بَّاطِلٌ.

''سند منقطع اور متن جھوٹا ہے۔''(الثِّقات : 5/45)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ يَصِحَّ. ''یہ روایت ثابت نہیں۔''(میزان الاعتدال: 501/2)

سوال: مندرجہ ذیل روایت کی استنادی حیثیت بیان کریں؛

❁ عبدالرحمٰن بن رافع تنوخی رحمہ اللہ سے مروی ہے:

إِنَّ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ قَدِمَ الشَّامَ وَأَهْلُ الشَّامِ لَا يُوتِرُونَ، فَقَالَ لِمُعَاوِيَةَ : مَا لِي أَرٰى أَهْلَ الشَّامِ لَا يُوتِرُونَ؟ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ : وَوَاجِبٌ ذٰلِكَ عَلَيْهِمْ؟ قَالَ : نَعَمْ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : زَادَنِي رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ صَلَاةً وَّهِيَ الْوِتْرُ، وَقْتُهَا مَا بَيْنَ الْعِشَاءِ إِلٰى طُلُوعِ الْفَجْرِ .

''سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ شام آئے، تو انہیں معلوم ہوا کہ شامی وتر نہیں پڑھتے، انہوں نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: اہل شام وتر نہیں پڑھتے؟ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے: کیا وتر واجب ہے؟ کہا: جی ہاں! میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ میرے رب نے مجھ پر ایک نماز کا اضافہ فرمایا ہے، وہ نماز وتر ہے، اس کا وقت عشا اور طلوعِ فجر کے درمیان ہے۔''

(زوائد مسند الإمام أحمد: 242/5)

جواب: سند سخت ''ضعیف'' ہے:

① عبیداللہ بن زحر جمہور محدثین کے نزدیک ''ضعیف'' ہے۔

اسے امام احمد بن حنبل، امام یحییٰ بن معین، امام علی بن مدینی، امام یعقوب بن سفیان فسوی، امام دارقطنی، امام ابوحاتم، امام عجلی، امام ابن حبان، امام ابن عدی رحمہم اللہ اور جمہور نے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

’’ضعیف‘‘ قرار دیا ہے۔

امام بخاری، امام ابوزرعہ رازی اور امام نسائی رحمہم اللہ کی تعدیل جمہور کے مقابلہ میں مرجوح ہے۔

② عبدالرحمٰن بن رافع تنوخی بھی جمہور کے نزدیک ’’ضعیف‘‘ ہے۔

③ عبدالرحمٰن بن رافع تنوخی نے سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا۔

✿ حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

لَمْ يُدْرِكْ مُعَاذًا .

’’اس نے سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا۔‘‘(تنقيح التّحقيق :213/1)

سوال: ایک رکعت وتر پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ایک رکعت وتر ثابت ہے:

✿ ربیع بن سلیمان رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

’’امام شافعی رحمہ اللہ سے وتر کے بارے میں پوچھا کہ آدمی ایک وتر ایسے پڑھے کہ اس سے پہلے کوئی نماز نہ ہو، تو کیا جائز ہے؟ فرمایا: ہاں! جائز ہے، لیکن مجھے یہ پسند ہے کہ دس رکعات پڑھ کر پھر ایک وتر پڑھوں۔ میں نے پوچھا: ایک وتر کی دلیل؟ فرمایا: سنت رسول اور آثارِ سلف۔‘‘

(السّنن الصّغير للبَيهقي : 593، وسندهٗ حسنٌ)

وہ احادیث و آثار ملاحظہ فرمائیں؛

① سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا، اللہ کے رسول! قیام اللیل کیا ہے؟ فرمایا:

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

صَلَاةُ اللَّيْلِ مَثْنٰى مَثْنٰى، فَإِذَا خَشِيَ أَحَدُكُمُ الصُّبْحَ، صَلّٰى رَكْعَةً وَّاحِدَةً، تُوتِرُ لَهٗ مَا قَدْ صَلّٰى.

''رات کی نماز دو دو رکعت ہے، صبح کا خدشہ ہو، تو ایک وتر پڑھ لیں، وہ رکعت ساری نماز کو وتر بنا دے گی۔''

(صحیح البخاري: 990، صحیح مسلم: 749)

② صحیح مسلم (749/ 158) کی ایک روایت کے الفاظ ہیں:

يُوتِرُ بِرَكْعَةٍ مِّنْ آخِرِ اللَّيْلِ.

''رات کے آخری حصے میں ایک وتر پڑھ لیں۔''

③ صحیح مسلم (752، 753) میں ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الْوِتْرُ رَكْعَةٌ مِّنْ آخِرِ اللَّيْلِ.

''رات کے آخری پہر ایک رکعت وتر ہے۔''

④ صحیح مسلم (749/ 159) کی ایک دوسری روایت کے الفاظ ہیں:

صَلَاةُ اللَّيْلِ مَثْنٰى مَثْنٰى، فَإِذَا رَأَيْتَ أَنَّ الصُّبْحَ يُدْرِكُكَ، فَأَوْتِرْ بِوَاحِدَةٍ.

''رات کی نماز دو دو رکعت ہے، جب آپ دیکھیں کہ صبح ہونے کو ہے، تو ایک وتر پڑھ لیں۔''

ایک وتر ساری نماز کو طاق بنا دے گا، مراد یہ ہے کہ وتر حقیقت میں آخری رکعت ہے، باقی نماز اسی کی وجہ سے وتر (طاق) ہو جاتی ہے۔

⑤ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

”رسول اللہ ﷺ رات کو گیارہ رکعت پڑھتے تھے، ان میں ایک وتر ادا فرماتے۔ فارغ ہو جاتے، تو دائیں پہلو پر لیٹ جاتے، مؤذن آتا۔ پھر آپ ﷺ ہلکی سی دو سنتیں ادا فرماتے۔“

(صحيح البخاري : 994، صحيح مسلم : 736، واللفظ لهٗ)

⑥ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

”ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے قیام اللیل کے بارے میں پوچھا، تو فرمایا: قیام اللیل دو دو رکعت ہیں، صبح کا خدشہ ہو، تو ایک رکعت پڑھ لیں، وہ پہلی ساری نماز کو طاق بنا دے گی۔“

(حلية الأولياء لأبي نُعَيم : 196/8، وسندهٗ صحيحٌ)

⑦ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

صَلاۃُ اللَّیْلِ مَثْنٰی مَثْنٰی، وَالْوِتْرُ بِرَکْعَةٍ .

”رات کی نماز دو دو رکعتیں اور وتر ایک رکعت ہے۔“

(تاريخ بغداد للخطيب : 257/2، وسندهٗ حسنٌ)

⑧ سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

اَلْوِتْرُ حَقٌّ، فَمَنْ أَحَبَّ أَنْ یُوتِرَ بِخَمْسِ رَکَعَاتٍ فَلْیَفْعَلْ، وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ یُوتِرَ بِثَلَاثٍ فَلْیَفْعَلْ، وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ یُوتِرَ بِوَاحِدَةٍ فَلْیَفْعَلْ .

”وتر حق ہے۔ پانچ پڑھیں، تین پڑھیں یا ایک پڑھیں۔“

(سنن النّسائي : 1712، وسندهٗ صحيحٌ)

یہ روایت سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مرفوع بھی مروی ہے، اس روایت کو موقوف بیان کرنا صحیح ہے، مرفوع خطا ہے، البتہ یہ روایت حکماً مرفوع ہے، کیونکہ ایسی بات

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

اجتہاد اور رائے سے نہیں کہی جا سکتی۔

⑨ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْتَرَ بِرَكْعَةٍ .

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک وتر پڑھا۔“

(سنن الدّار قطني : 33/2، وسندهٗ صحيحٌ)

⑩ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْتَرَ بِرَكْعَةٍ .

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک وتر پڑھا۔“

(صحيح ابن حبّان : 2424، وسندهٗ صحيحٌ)

⑪ ابن ابی ملیکہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے عشا کے بعد ایک وتر پڑھا، ان کے پاس سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام بھی موجود تھے، غلام نے آ کر سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو بتایا، تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

دَعْهُ، فَإِنَّهٗ قَدْ صَحِبَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

”درست! وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی ہیں۔“

(صحيح البخاري : 3764)

⑫ صحیح بخاری (3765) میں ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

إِنَّهٗ فَقِيهٌ . ”معاویہ رضی اللہ عنہ فقیہ ہیں۔“

⑬ امام عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ مُعَاوِيَةَ أَوْتَرَ بِرَكْعَةٍ، فَأُنْكِرَ ذٰلِكَ عَلَيْهِ، فَسُئِلَ ابْنُ عَبَّاسٍ،

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

فَقَالَ : أَصَابَ السُّنَّةَ .

”سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک وتر پڑھا، تو ان پر اعتراض ہوا، سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا، تو فرمایا: معاویہ رضی اللہ عنہ نے سنت پر عمل کیا ہے۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 2/291، وسندہٗ صحيحٌ)

ثابت ہوا کہ ایک وتر سنت ہے، نیز فقیہ ہونے کی نشانی بھی ہے۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما دونوں جلیل القدر صحابی ایک رکعت وتر کے قائل و فاعل تھے۔

❁ مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قَدْ صَحَّ عَنْ جَمْعٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ أَنَّهُمْ أَوْتَرُوْا بِوَاحِدَةٍ دُوْنَ تَقَدُّمِ نَفْلٍ قَبْلَهَا .

”صحابہ کی ایک جماعت سے ثابت ہے کہ انہوں نے پہلے کوئی نفل پڑھے بغیر ایک وتر ادا کیا۔“ (التّعليق المُمَجّد : 1/119)

❁ علامہ سندھی رحمہ اللہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا والی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

هٰذَا صَرِيْحٌ فِي جَوَازِ الْوِتْرِ بِوَاحِدَةٍ .

”یہ حدیث ایک وتر کے جواز پر صریح دلیل ہے۔“

(حاشية السّندي على النّسائي : 2/30)

❁ علامہ انور شاہ کشمیری صاحب لکھتے ہیں:

نَعَمْ، ثَابِتٌ عَنْ بَعْضِ الصَّحَابَةِ بِلَا رَيْبٍ .

”ہاں! بلاشک وشبہ بعض صحابہ سے ایک وتر ثابت ہے۔“

(العرف الشذي : 2/12)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

❁ مولانا عبدالشکور فاروقی لکھنوی صاحب لکھتے ہیں:

''یہ (صرف تین وتر پڑھنا) مذہب امام صاحب کا ہے، ان کے نزدیک ایک رکعت کی وتر جائز نہیں، امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک وتر میں ایک رکعت بھی جائز ہے، دونوں طرف بکثرت احادیث صحیحہ موجود ہیں۔''

(علم الفقہ، حصہ دوم، ص182)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے قطعاً ثابت نہیں کہ انہوں نے ایک وتر کو ''ناجائز'' کہا ہو۔ جس روایت میں تین وتر کا ذکر ہے، اس سے ایک یا پانچ یا سات رکعت وتر کی نفی ثابت نہیں ہوتی۔

❁ مولانا خلیل احمد سہارنپوری لکھتے ہیں:

''وتر کی رکعت احادیث صحاح میں موجود اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہما صحابہ کرام اس کے مقر اور مالک رحمہ اللہ، شافعی رحمہ اللہ و احمد رحمہ اللہ کا وہ مذہب، پھر اس پر طعن کرنا ان سب پر طعن ہے، کہو اب ایمان کا کیا ٹھکانہ؟'' (براہین قاطعہ، ص7)

اس کتاب پر مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب کی تقریظ بھی ہے۔

سوال: کیا دعائے قنوت میں اَللّٰھُمَّ إِنَّا نَسْتَعِینُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ ...... پڑھنا ثابت ہے؟

جواب: اس طرح کی دعا قنوت نازلہ میں پڑھنا ثابت ہے۔ قنوت وتر میں بھی یہ دعا پڑھی جاسکتی ہے۔

❁ عبدالرحمٰن بن ابزی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

www.KitaboSunnat.com

کے پیچھے نماز فجر ادا کی۔ انہوں نے قنوتِ نازلہ میں یہ دُعا پڑھی:

اَللّٰهُمَّ إِيَّاكَ نَعْبُدُ، وَلَكَ نُصَلِّي وَنَسْجُدُ، وَإِلَيْكَ نَسْعٰى وَنَحْفِدُ، نَرْجُو رَحْمَتَكَ وَنَخْشٰى عَذَابَكَ، إِنَّ عَذَابَكَ بِالْكَافِرِينَ مُلْحِقٌ، اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْتَعِينُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ، وَنُثْنِي عَلَيْكَ الْخَيْرَ، وَلَا نَكْفُرُكَ، وَنُؤْمِنُ بِكَ، وَنَخْضَعُ لَكَ، وَنَخْلَعُ مَنْ يَّكْفُرُكَ.

''اللہ! ہم صرف تیری عبادت کرتے، تیرے لئے نماز پڑھتے اور سجدہ کرتے ہیں، تیری طرف دوڑتے، تیری اتباع کرتے اور تیری رحمت کی امید رکھتے ہیں، تیرے عذاب سے ڈرتے ہیں جو کافروں کو ملنے والا ہے۔ یا اللہ! تجھ سے مدد اور بخشش کے طالب ہیں، تیری ثنا بیان کرتے ہیں، تجھ پہ ایمان لاتے ہیں، کفر نہیں کرتے، تیرے اطاعت گزار ہیں اور تیرے منکر سے قطع تعلقی کرتے ہیں۔''

(السّنن الكبرٰى للبَيهقي : 201/2، وسندهٗ صحيحٌ)

اس روایت کو حافظ بیہقی رحمہ اللہ اور حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ (البدر المنير : 471/4) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔ علامہ طحاوی رحمہ اللہ نے (شرح معاني الآثار : 249/1) بسند صحیح نقل کیا ہے۔

سوال: با جماعت وتر میں امام قنوت اونچی آواز سے پڑھے گا یا آہستہ آواز سے؟

جواب: اونچی آواز سے، کیونکہ قنوت نازلہ اور قنوت وتر کا حکم ایک ہے۔ قنوت نازلہ میں اونچی آواز سے قنوت کی جاتی ہے۔

سوال: رمضان کے علاوہ وتروں کی جماعت کرانا کیسا ہے؟

جواب: رمضان کے علاوہ کبھی کبھار وتروں کی جماعت کرائی جاسکتی ہے، البتہ اس

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

پر ہمیشگی نہیں کرنی چاہیے۔

❁ سیدنا مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

دَفَنَّا أَبَا بَكْرٍ لَيْلًا، فَقَالَ عُمَرُ : إِنِّي لَمْ أُوتِرْ، فَقَامَ وَصَفَفْنَا وَرَائَهُ، فَصَلّٰى بِنَا ثَلَاثَ رَكَعَاتٍ، لَمْ يُسَلِّمْ إِلَّا فِي آخِرِهِنَّ .

”جس رات سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی تدفین ہوئی، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ یہ کہہ کر نماز کے لئے کھڑے ہو گئے کہ میرے وتر رہتے ہیں۔ ہم نے ان کے پیچھے صف بنا لی، انہوں نے ہمیں تین رکعتیں پڑھائیں اور سلام آخری رکعت کے بعد پھیرا۔“

(شرح معاني الآثار للطّحاوي : 293/1، وسندهٗ حسنٌ)

❁ علامہ عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

إِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ فِي غَايَةِ الصِّحَّةِ، وَ رِجَالُهٗ رِجَالُ الصَّحِيحِ .

”سند درجۂ صحت کی انتہا پر ہے، راوی صحیح بخاری کے ہیں۔“

(نخب الأفكار في تنقيح مباني الأخبار في شرح معاني الآثار : 105/5)

سوال: فجر میں قنوت نازلہ پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: اگر کوئی اہم واقعہ رونما ہوا ہے، تو اس کے لیے کسی بھی نماز میں قنوت نازلہ کی جا سکتی ہے، مثلاً عذاب، خوف اور وبا وغیرہ۔

❁ سیدنا عبدالرحمٰن بن ابزی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز فجر ادا کی۔ انہوں نے قنوتِ نازلہ میں یہ دُعا پڑھی:.......“

(السّنن الكبرٰى للبَيهقي : 201/2، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: وتر پڑھے بغیر فجر طلوع ہو جائے، تو کیا حکم ہے؟

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

(جواب): جب نیند سے بیدار ہو، اسی وقت وتر ادا کر لے۔

❁ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ نَّامَ عَنْ وِتْرِهٖ أَوْ نَسِيَهٗ، فَلْيُصَلِّهٖ إِذَا أَصْبَحَ أَوْ ذَكَرَهٗ.

''وتر کے وقت آنکھ نہ کھلے یا وتر پڑھنا بھول جائیں، تو صبح یا جس وقت یاد آئے وتر ادا کر لیں۔''

(سنن أبي داوٗد: 1431، سنن الدّار قطني: 21/2، ح: 1621، المستدرك للحاكم: 302/1، السّنن الكبرٰى للبَيهقي: 480/2، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام حاکم رحمہ اللہ (302/1) نے ''بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح'' کہا ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(خلاصة الأحكام: 1905)

❁ سیدنا اغر بن عبد اللہ مزنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: اللہ کے نبی! صبح ہو گئی، لیکن میں وتر نہیں پڑھ سکا؟ فرمایا: وتر تو رات کو ادا ہوتا ہے۔ دوبارہ عرض کیا: اللہ کے نبی! صبح ہو گئی، لیکن وتر نہیں پڑھ سکا؟ فرمایا: ابھی پڑھ لیں۔''

(المعجم الكبير للطَّبَراني: 302/1، ح: 891، وسندهٗ حسنٌ)

❁ وبرہ بن عبد الرحمٰن رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا، صبح تک وتر ادا نہ کر پائے تو؟ فرمایا:

أَرَأَيْتَ لَوْ نِمْتَ عَنِ الْفَجْرِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، أَلَيْسَ كُنْتَ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

تُصَلِّي؟ كَأَنَّهٗ يَقُولُ: يُوتِرُ.

”کیا خیال ہے کہ اگر آپ سورج طلوع ہونے تک سوئے رہیں اور فجر ادا نہ کر سکیں، کیا پھر نماز نہیں پڑھیں گے؟ مطلب یہ تھا کہ طلوعِ فجر کے بعد وتر پڑھ سکتے ہیں۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة: 2/290، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام ابن سیرین رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ آدمی سو جاتا ہے اور صبح کے وقت اٹھتا ہے، صبح کے بعد وہ ایک رکعت وتر پڑھتا ہے، فرمایا:

لَا أَعْلَمُ بِهٖ بَأْسًا. ”میرے خیال میں کوئی حرج نہیں۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة: 2/290، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام شعبہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حماد بن ابوسلیمان رحمہ اللہ سے پوچھا، ایک شخص سورج طلوع ہونے تک وتر نہیں پڑھ سکا؟ فرمایا:

أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ يُّوتِرَ. ”بہتر ہے کہ وتر پڑھ لے۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة: 2/291، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ عبدالرحمٰن بن قاسم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

أَوْتَرَ أَبِي، وَقَدْ طَلَعَ الْفَجْرُ.

”والد گرامی نے طلوعِ فجر کے بعد وتر پڑھا۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة: 2/290، وسندهٗ صحيحٌ)

❁❁❁❁❁❁❁

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

فتاویٰ امن پوری (قسط۱۵۹)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: صلوٰۃِ وسطیٰ سے کون سی نماز مراد ہے؟

جواب: صلوٰۃِ وسطیٰ سے مراد ''نمازِ عصر'' ہے۔ (بخاری:۴۵۳۳)

سوال: روزوں میں ''وصال'' کا کیا حکم ہے؟

جواب: روزوں میں وصال سے مراد یہ ہے کہ غروب آفتاب کے بعد افطار نہ کرنا اور ساری رات بھوکے پیاسے گزارنا، یہاں تک کہ اگلے روزے کی سحری کا وقت ہو جائے، تو گویا ایک روزے کو دوسرے روزے سے ملا دیا گیا ہے۔

روزوں میں وصال نبی کریم ﷺ کے لیے جائز تھا، اُمتیوں کے لیے مکروہ ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْوِصَالِ فَقِيلَ : إِنَّكَ تُوَاصِلُ؟ فَقَالَ : إِنِّي لَسْتُ كَأَحَدِكُمْ إِنِّي أَبِيتُ أُطْعَمُ وَأُسْقٰى .

''رسول اللہ ﷺ نے وصال (افطاری کیے بغیر پہلے روزے کو جاری رکھنا) سے منع فرمایا ہے۔ کسی نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! آپ تو وصال کرتے ہیں؟ فرمایا: میں تمہاری طرح تو نہیں ہوں، مجھے رات کو کھلا پلا دیا جاتا ہے۔''

(صحيح البخاري : 1922، صحيح مسلم : 1102، المنتقى لابن الجارود : 394)

سوال: کیا موت کے وقت اپنی جائیداد کو ''ٹرسٹ'' میں دینے کی وصیت جائز ہے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: موت کے وقت زیادہ سے زیادہ تہائی مال کی وصیت جائز ہے۔ اگر کوئی اس سے زائد مال کی وصیت کرے، تو اس وصیت کو بدل کر تہائی کر دیا جائے۔ اس سے ورثہ کی حق تلفی ہو گی، البتہ اگر تمام ورثہ راضی ہیں، تو وہ اپنی مرضی سے تمام جائیداد وصیت میں دے سکتے ہیں۔

❀ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''ایک دفعہ میں مکہ میں اتنا بیمار ہوا کہ قریب المرگ ہو گیا، رسول اللہ ﷺ میری عیادت کے لیے آئے، تو میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! میرے پاس بہت زیادہ مال ہے اور صرف ایک بیٹی ہی میری وارث ہے، کیا میں دو تہائی مال صدقہ کرنے کی وصیت کر دوں؟ فرمایا: نہیں! میں نے پوچھا: آدھا مال صدقہ کر دوں؟ فرمایا: نہیں! میں نے پوچھا: ایک تہائی صدقہ کر دوں؟ فرمایا: ایک تہائی (ہو سکتا ہے) لیکن یہ بھی بہت زیادہ ہے۔ اگر آپ اپنے ورثا کو خوشحال چھوڑ کر جائیں، تو انہیں تنگ دست چھوڑنے سے بہتر ہے۔''

(صحيح البخاري: 6373، صحيح مسلم: 1628، المنتقى لابن الجارود: 947)

❀ سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''ایک آدمی نے فوت ہوتے وقت اپنے چھ غلام آزاد کر دیے، جب کہ اس کے پاس ان کے علاوہ کوئی مال ہی نہیں تھا، رسول اللہ ﷺ نے انہیں بلا کر تین حصوں میں تقسیم کیا، پھر ان کے مابین قرعہ ڈال کر دو کو آزاد کر دیا اور چار کو غلام بنا دیا اور اس آدمی کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے سخت الفاظ استعمال کیے۔''

(صحيح مسلم: 1668، المنتقى لابن الجارود: 948)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال: اگر مرنے والا گناہ کی وصیت کرے، تو کیا حکم ہے؟

جواب: گناہ کی وصیت نافذ کرنا جائز نہیں۔ یہ گناہ پر تعاون ہے۔ اہل میت کو چاہیے کہ اس وصیت کو روک لیں، اس سے وہ گناہ گار نہ ہوں گے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾

(المائدة : 2)

''نیکی اور تقویٰ کے امور پر ایک دوسرے کی معاونت کیا کریں، گناہ اور ظلم کے کام پر کسی کا ہاتھ نہ بٹایا کریں۔''

سوال: کیا نماز کے لیے وضو شرط ہے؟

جواب: نماز کے لیے وضو شرط ہے، اس کے بغیر نماز قبول نہیں۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ صَلَاةً بِغَيْرِ طَهُورٍ وَلَا صَدَقَةً مِنْ غُلُولٍ.

''اللہ بغیر وضو کے نماز قبول نہیں کرتا اور حرام مال سے صدقہ قبول نہیں کرتا۔''

(صحيح مسلم : 224، المنتقى لابن الجارود : 65)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تُقْبَلُ صَلَاةُ أَحَدِكُمْ إِذَا أَحْدَثَ حَتّٰى يَتَوَضَّأَ.

''بے وضو آدمی کی نماز قبول نہیں ہوتی، تا آنکہ وہ (دوبارہ) وضو نہ کر لے۔''

(صحيح البخاري : 135، صحيح مسلم : 225، المنتقى لابن الجارود : 66)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال: کیا پہلی اُمتوں میں بھی وضو تھا؟

جواب: پہلی اُمتوں میں بھی وضو کا ذکر ملتا ہے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

...... أَرْسَلَ بِهَا إِلَيْهِ، فَقَامَ إِلَيْهَا، فَقَامَتْ تَوَضَّأُ وَتُصَلِّي ....

''......سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے سیدہ سارہ رضی اللہ عنہا کو بادشاہ کے پاس بھیج دیا، بادشاہ ان کی طرف آیا، آپ رضی اللہ عنہا وضو کر کے نماز کے لئے کھڑی ہو گئیں......۔''

(صحيح البخاري : 2217)

سوال: کیا اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

❁ سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: کیا میں بکری کا گوشت کھا کر وضو کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں، اس نے پوچھا: میں بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھ لوں؟ فرمایا: جی ہاں! اس نے پوچھا: کیا میں اونٹ کا گوشت کھا کر وضو کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی ہاں!، اس نے پوچھا: کیا میں اونٹوں کے باڑے میں نماز پڑھ لوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں۔''

(صحيح مسلم : 360، المنتقى لابن الجارود : 25)

❁ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر سوال کیا: میں اونٹوں کے باڑے میں نماز پڑھ لوں؟ فرمایا: نہیں، اس نے پوچھا: کیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں اونٹ کا گوشت کھا کر وضو کروں؟ فرمایا: جی ہاں!، پوچھا: کیا میں بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھ لوں؟ فرمایا: جی ہاں!، پوچھا: کیا میں ان کا گوشت کھا کر وضو کروں؟ فرمایا: نہیں۔

(مسند الإمام أحمد : 288/4، سنن أبي داوٗد : 184، سنن التّرمذي :81، سنن ابن ماجه : 494، السّنن الکبریٰ للبیهقي :159/1، وسندهٗ صحیحٌ)

اسے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ، امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ (سنن ترمذی، تحت حدیث: ۸۱)، امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۲۶)، امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۳۲) اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (۱۱۲۸) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔اعمش رحمہ اللہ نے السنن الکبریٰ للبیہقی (۱/ ۱۵۹) میں سماع کی تصریح کی ہے۔

سوال: کیا ہر نماز کے لیے الگ وضو ضروری ہے؟

جواب: ہر نماز کے لیے الگ وضو ضروری نہیں۔ایک وضو سے کئی نمازیں پڑھی جا سکتی ہیں۔

❀ سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے ساتھ وضو کیا کرتے تھے۔فتح مکہ کے دن جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا، تو موزوں پر مسح کیا اور ایک ہی وضو سے کئی نمازیں ادا کیں۔عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اللہ کے رسول! آج آپ نے ایسا کام کیا ہے، جو پہلے کبھی نہیں کیا، فرمایا: عمر! میں نے ایسا جان بوجھ کر کیا ہے۔'' یہ حدیث اسحاق کی ہے،ابن ہاشم نے موزوں پر مسح کا ذکر نہیں کیا۔

(صحیح مسلم : 277، المنتقی لابن الجارود :1)

سوال: کیا وضو کے لیے نیت شرط ہے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: وضو عبادت ہے، ہر عبادت کے لیے نیت شرط ہے۔

سوال: اگر امام بے وضو نماز پڑھا دے، تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر امام بے وضو یا جنبی ہو یا اس کے کپڑوں پر نجاست لگی ہو اور اس طرح وہ نماز پڑھا دے، تو مقتدیوں کی نماز بالکل صحیح اور درست ہے، البتہ امام کے لیے نماز دہرانا ضروری ہے۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يُصَلُّونَ لَكُمْ، فَإِنْ أَصَابُوا فَلَكُمْ وَلَهُمْ، وَإِنْ أَخْطَؤُوا فَلَكُمْ وَعَلَيْهِمْ.

"وہ (حکمران) آپ کو نمازیں پڑھائیں گے، اگر وہ درست پڑھیں گے، تو آپ کے لیے بھی ذریعہ نجات ہوگی اور ان کے لیے بھی، لیکن اگر وہ غلطی کریں، تو آپ کے لیے ذریعہ نجات اور ان کے خلاف وبال بن جائے گی۔"

(مسند الإمام أحمد: 355/2، واللّفظ لهٗ، صحيح البخاري: 694)

❀ حافظ بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِيهِ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّهٗ إِذَا صَلَّى بِقَوْمٍ وَكَانَ جُنُبًا، أَوْ مُحْدِثًا، أَنَّ صَلَاةَ الْقَوْمِ صَحِيحَةٌ، وَعَلَى الْإِمَامِ الْإِعَادَةُ، سَوَاءٌ كَانَ الْإِمَامُ عَالِمًا بِحَدَثِهٖ مُتَعَمِّدَ الْإِمَامَةَ، أَوْ كَانَ جَاهِلًا.

"اس حدیث میں دلیل ہے کہ امام جب لوگوں کو نماز پڑھائے اور وہ جنبی یا بے وضو ہو تو لوگوں کی نماز صحیح ہوگی، امام پر نماز دہرانا ضروری ہوگا، خواہ اسے اپنے بے وضو ہونے کا علم ہو اور جانتے بوجھتے امامت کروا رہا ہو یا وہ لاعلم ہو۔"

(شرح السّنّة: 405/3)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سَيَأْتِي أَقْوَامٌ أَوْ يَكُونُ أَقْوَامٌ يُصَلُّونَ الصَّلَاةَ، فَإِنْ أَتَمُّوا فَلَكُمْ وَلَهُمْ، وَإِنْ نَقَصُوا فَعَلَيْهِمْ وَلَكُمْ.

''عنقریب کچھ لوگ (حکمران) آئیں گے، وہ نمازیں پڑھائیں گے، اگر وہ پوری نماز ادا کریں، تو تمہارے لیے بھی کافی اور ان کے لیے بھی، لیکن اگر وہ کوتاہی کریں گے، تو ان کے لیے وبال اور تمہارے لیے کافی ہوں گی۔''

(صحیح ابن حبان: 2228، وسندہٗ حسنٌ)

❁ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ يَدُلُّ عَلٰى إِغْفَالِ مَنْ زَعَمَ أَنَّ صَلَاةَ الْإِمَامِ إِذَا فَسَدَتْ فَسَدَتْ صَلَاةُ مَنْ خَلْفَهٗ.

''یہ حدیث بتاتی ہے کہ وہ شخص غلطی پر ہے، جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ جب امام کی نماز فاسد ہو جائے، تو اس کے مقتدیوں کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی۔''

(الأوسط: 4/164)

❁ ابو علی ہمدانی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''میں سفر کے لیے نکلا، ہمارے ساتھ سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ ہم نے آپ رضی اللہ عنہ سے کہا، اللہ آپ پر رحم کرے! آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ہیں، آپ ہماری امامت کریں، اس پر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، نہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

مَنْ أَمَّ النَّاسَ فَأَصَابَ الْوَقْتَ فَلَهٗ وَلَهُمْ، وَمَنِ انْتَقَصَ مِنْ

ذٰلِكَ شَيْئًا فَعَلَيْهِ وَلَا عَلَيْهِمْ .

''جو آدمی لوگوں کی امامت کرے، وقت کو پائے اور کامل نماز پڑھے تو اس کے لیے بھی کافی اور ان کے لیے بھی کافی ہوگی اور جو اس میں کچھ کوتاہی کرے، اس کے خلاف وبال ہوگی، جبکہ مقتدیوں کے لیے کافی ہوگی۔''

(مسند الإمام أحمد : 145/4، 154، 156، 201، سنن أبي داوٗد : 580، سنن ابن ماجه : 983، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابنِ خزیمہ رحمہ اللہ (۱۵۱۳)، امام ابنِ حبان رحمہ اللہ (۲۲۲۱) اور امام حاکم رحمہ اللہ (۱/ ۲۱۰، ۲۱۳) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❀ امام ابنِ خزیمہ رحمہ اللہ (م ۳۱۱ھ) اس حدیث پر یوں تبویب کرتے ہیں:

''یہ حدیث دلیل ہے کہ بسا اوقات امام کی نماز ناقص اور مقتدی کی کامل ہوتی ہے، (یہ حدیث) اس شخص کے خلاف ہے جس نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ مقتدی کی نماز امام کی نماز کے ساتھ متصل ہے، اگر امام کی نماز فاسد ہوگی تو مقتدی کی بھی فاسد ہو جائے گی۔۔۔''

(صحيح ابن خزيمة، قبل الحديث : 1513)

❀ امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ (۱۸۱ھ) فرماتے ہیں:

لَيْسَ فِي الْحَدِيثِ قُوَّةٌ لِّمَنْ يَّقُولُ : إِذَا صَلَّى الْإِمَامُ بِغَيْرِ وُضُوءٍ أَنَّ أَصْحَابَهُ يُعِيدُونَ، وَالْحَدِيثُ الْآخَرُ أَثْبَتَ أَنْ لَّا يُعِيدَ الْقَوْمُ، هٰذَا لِمَنْ أَرَادَ الْإِنْصَافَ بِالْحَدِيثِ .

''جو لوگ کہتے ہیں کہ جب امام بے وضو نماز پڑھا بیٹھے، تو اس کے مقتدی بھی

نماز دوہرائیں گے، ان کے لیے حدیث سے کوئی دلیل نہیں۔ اس کے برعکس دوسری حدیث واضح طور پر بتاتی ہے کہ مقتدی نماز نہیں دوہرائیں گے۔ جو شخص حدیث کے ساتھ انصاف کرنا چاہے، اس کا یہی موقف ہوگا۔“

(السّنن الکبرٰی للبیهقي :401/1، وسندهٗ حسنٌ)

❁ امام عبدالرحمٰن بن مہدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ هٰذَا الْمُجْتَمَعُ عَلَيْهِ، الْجُنُبُ يُعِيدُ وَلَا يُعِيدُونَ، مَا أَعْلَمُ فِيهِ اخْتِلَافًا .

”اس پر اتفاق واجماع ہے کہ جنبی امام (اگر جنابت کی حالت میں نماز پڑھا دے تو) اسے نماز دوہرانی پڑے گی، البتہ مقتدی نہیں دوہرائیں گے۔ مجھے اس بارے میں کوئی اختلاف معلوم نہیں۔“

(سنن الدّارقطني :364/1، السّنن الکبرٰی للبیهقي : 400/2، وسندهٗ صحیحٌ)

❁ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے ایسے امام کے متعلق پوچھا گیا، جس نے بغیر وضو کے نماز پڑھا دی، تو فرمایا:

يُعِيدُ، وَلَا يُعِيدُونَ .

”وہ خود تو نماز دوہرائے، لیکن اس کے مقتدی نہ دوہرائیں۔“

(السنن الکبرٰی للبیهقي : 401/2، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: وضو کے بعد کی دعا کیا ہے؟

جواب: وضو کے بعد مندرجہ ذیل دعائیں ثابت ہیں۔

❁ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

www.KitaboSunnat.com

”اگر کوئی وضو سے فارغ ہونے کے بعد یہ دعا پڑھے تو اس کے کلمات ایک پرچہ پر لکھ کر مہر لگا دی جائے گی اور عرش کے نیچے رکھ دیا جائے گا، پھر تا روزِ قیامت کھولا نہیں جائے گا:

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوبُ إِلَيْكَ .

”اللہ! تُو اپنی تعریفوں کے ساتھ پاک ہے، میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں، میں تجھ سے معافی مانگتا ہوں اور تیرے حضور توبہ کرتا ہوں۔“

(عمل اليوم واللّيلة للنّسائي :81، الدُّعا للطَّبَراني : 390، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جو شخص اچھی طرح وضو کرنے کے بعد یہ کلمات پڑھے، اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، جس سے چاہے داخل ہو۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُولُهٗ .

”گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں۔“

(صحيح مسلم : 234)

فائدہ:

اعضائے وضو پر دعا کے سلسلہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ بھی ثابت نہیں ہے، اس بارے میں منقول تمام روایات ضعیف اور نا قابل عمل ہیں۔

سوال: کیا دوران وضو باتیں کی جا سکتی ہیں؟

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

جواب: دوران وضو باتیں کرنا ممنوع نہیں، لہٰذا وضو کرتے ہوئے گفتگو کی جاسکتی ہے۔

سوال: کیا برف والے ٹھنڈے پانی سے وضو جائز ہے؟

جواب: جائز ہے۔

سوال: کیا قہقہہ لگانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: قہقہہ سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

❀ حافظ ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ أَهْلُ الْعِلْمِ عَلٰى أَنَّ الضَّحِكَ فِي غَيْرِ الصَّلَاةِ لَا يَنْقُضُ طَهَارَةً وَّلَا يُوجِبُ وُضُوءً، وَأَجْمَعُوا عَلٰى أَنَّ الضَّحِكَ فِي الصَّلَاةِ يَنْقُضُ الصَّلَاةَ .

”اہل علم کا اجماع ہے کہ نماز کے علاوہ ہنسنا وضو کو نہیں توڑتا، نہ ہی وضو کو واجب کرتا ہے، اس پر بھی اجماع ہے کہ نماز میں ہنسنا نماز کو توڑ دیتا ہے۔“

(الأوسط: 226/1)

❀ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے:

كَانَ لَا يَرٰى عَلَى الَّذِي يَضْحَكُ فِي الصَّلَاةِ وُضُوءً .

”آپ رضی اللہ عنہ نماز میں ہنسنے والے پر وضو خیال نہیں کرتے تھے۔“

(سنن الدّارقطني: 174/1، ح: 650، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: کیا مذی آنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: مذی اور ودی دونوں نجس اور ناپاک ہیں۔ ان کا حکم پیشاب کا سا ہے۔ جسم اور کپڑے پر لگ جائیں، تو انہیں دھویا جائے گا۔ ان کے خروج پر وضو ہے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

إِجْمَاعُهُمْ عَلٰى أَنَّ الْمَذْيَ وَالْوَدْيَ فِيهِمَا الْوُضُوءُ.

”اہل علم کا اجماع ہے کہ مذی اور ودی (کے خروج) پر وضو ہے۔“

(الاستذکار: 157/1)

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كُنْتُ رَجُلًا مَذَّاءً فَأَمَرْتُ رَجُلًا أَنْ يَّسْأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لِمَكَانِ ابْنَتِهٖ، فَسَأَلَ فَقَالَ: تَوَضَّأْ وَاغْسِلْ ذَكَرَكَ.

”مجھے بہت زیادہ مذی آتی تھی، تو چونکہ میرے گھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی تھیں، اس لیے میں نے ایک صحابی (مقداد رضی اللہ عنہ) سے کہا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے سوال کرے، تو انہوں نے سوال کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا: وضو کیجئے اور اپنی شرمگاہ کو دھو لیجئے۔“

(صحيح البخاري: 269، صحيح مسلم: 303)

سیدنا عبد اللہ بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”جس پانی کے بعد منی نکلتی ہے، اسے مذی کہتے ہیں اور ہر جوان کو مذی آتی ہے، چنانچہ ایسی کیفیت میں آپ شرمگاہ اور خصیتین کو دھو لیا کریں اور نماز والا وضو کر لیا کریں۔“

مسند الإمام أحمد: 342/4، سنن أبي داوٗد: 211، سنن التّرمذي: 133، سنن ابن ماجه: 651، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ”حسن غریب“ کہا ہے، امام ابن الجارود رحمہ اللہ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

(۷) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

❁ سیدنا سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں مذی کی بہت شدت پاتا تھا اور اکثر اس سے غسل کرتا، میں نے اس کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّمَا يُجْزِيكَ مِنْ ذٰلِكَ الْوُضُوءُ

''اس پر آپ کے لیے وضو کافی ہوگا۔''

(سنن أبي داود : 210، سنن التّرمذي : 115، سنن ابن ماجه : 506، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح'' کہا ہے، امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۲۹۱) اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (۱۱۰۳) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

سوال: بعض صوفیا کہتے ہیں کہ جب انسان ''یقین'' کے درجہ پر پہنچ جاتا ہے، تو اس سے عبادات ساقط ہو جاتی ہیں اور وہ مکلّف نہیں رہتا۔ اس کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: بعض گمراہ اور ملحد صوفیوں کا کہنا ہے کہ جب انسان مقام یقین کو عبور کر لے، تو اس سے عبادات ساقط ہو جاتی ہیں اور وہ احکام شرعیہ کا پابند نہیں رہتا۔ وہ ''یقین'' کی تاویل معرفت الٰہیہ سے کرتے ہیں۔ یہ نظریہ ملحد اور زندیق صوفیا کا ہے۔ اپنے آپ کو عبادت سے بے نیاز سمجھنا شیطانی اور دجالی وسوسہ ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ﴾(الحجر : 99)

''اپنے تادم واپسین اپنے رب کی عبادت بجا لائیے۔''

تمام مفسرین کا اجماع ہے کہ یہاں ''یقین'' سے مراد موت ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(مِرقاة المَفاتيح للملا علي القاري :61/1)

اللہ تعالیٰ جہنمیوں کا حال بیان کرتے ہیں:

﴿وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّينِ، حَتّٰى أَتَانَا الْيَقِينُ﴾

(المدثر : 46-47)

"(اہل جہنم کہیں گے) ہم روز قیامت کو جھٹلاتے رہے، یہاں تک کہ ہمیں موت آ گئی۔" یہاں یقین موت کے معنی میں ہے۔

نبی کریم ﷺ نے سیدنا عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد فرمایا:

أَمَّا هُوَ فَقَدْ جَاءَهُ الْيَقِينُ ....

"انہیں تو موت نے آن لیا ہے......۔"

(صحيح البخاري : 1243)

اللہ تعالیٰ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا قول نقل کیا:

﴿وَأَوْصَانِي بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ مَا دُمْتُ حَيًّا﴾(مريم :31)

"اللہ تعالیٰ نے مجھے وصیت کی ہے کہ میں جب تک زندہ رہوں، نماز اور زکوۃ کا پابند رہوں۔"

ان تینوں آیات میں آخری دم تک شریعت کی پابندی کا ثبوت ہے۔ نبی کریم ﷺ کی آخری نماز کے احوال بھی کتب احادیث میں مذکور ہیں۔ جب آپ تہجد ادا کرتے، تو آپ کے پاؤں میں ورم آ جاتا، تو آپ فرماتے:

أَفَلَا أَكُونُ عَبْدًا شَكُورًا .

"میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(صحیح البخاري : 1130، صحیح مسلم : 2819)

حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَيْ قَوْمِ، الْمُدَاوَمَةَ الْمُدَاوَمَةَ؛ فَإِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَجْعَلْ لِعَمَلِ الْمُؤْمِنِ أَجَلًا دُونَ الْمَوْتِ.

”اے لوگو! دوام کے ساتھ نیکی کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مؤمن کے (نیک) عمل کی انتہا موت رکھی ہے۔“

(الزّهد لعبد اللّٰه بن المبارك : 18، وسندهٗ صحيحٌ)

شیخ الاسلام، ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

دَخَلَ فِي ذٰلِكَ طَائِفَةٌ مِّنْ ضَلَالِ الْمُتَصَوِّفَةِ ظَنُّوا أَنَّ غَايَةَ الْعِبَادَاتِ هُوَ حُصُولُ الْمَعْرِفَةِ فَإِذَا حَصَلَتْ سَقَطَتِ الْعِبَادَاتُ وَقَدْ يَحْتَجُّ بَعْضُهُمْ بِقَوْلِهٖ : ﴿وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ﴾(الحجر : 99)، وَيَزْعُمُونَ أَنَّ الْيَقِينَ هُوَ الْمَعْرِفَةُ وَهٰذَا خَطَأٌ بِإِجْمَاعِ الْمُسْلِمِينَ أَهْلِ التَّفْسِيرِ وَغَيْرِهِمْ فَإِنَّ الْمُسْلِمِينَ مُتَّفِقُونَ عَلٰى أَنَّ وُجُوبَ الْعِبَادَاتِ كَالصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ وَنَحْوِهَا وَتَحْرِيمِ الْمُحَرَّمَاتِ، كَالْفَوَاحِشِ وَالْمَظَالِمِ لَا يَزَالُ وَاجِبًا عَلٰى كُلِّ أَحَدٍ مَّا دَامَ عَقْلُهٗ حَاضِرًا، وَّلَوْ بَلَغَ، وَأَنَّ الصَّلَوَاتِ لَا تَسْقُطُ عَنْ أَحَدٍ قَطُّ إِلَّا عَنِ الْحَائِضِ وَالنُّفَسَاءِ أَوْ مَنْ زَالَ عَقْلُهٗ ...... فَالْمَقْصُودُ مِنْ هٰذَا أَنَّ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ لَا تَسْقُطُ عَنْ أَحَدٍ لَّهٗ عَقْلٌ، سَوَاءً كَانَ كَبِيرًا أَوْ صَالِحًا أَوْ عَالِمًا.

وَمَا يَظُنُّهٗ طَوَائِفُ مِنْ جُهَّالِ الْعِبَادِ وَأَتْبَاعِهِمْ، وَجُهَّالِ النُّظَّارِ وَأَتْبَاعِهِمْ وَجُهَّالِ الْإِسْمَاعِيلِيَّةِ وَالنُّصَيْرِيَّةِ وَإِنْ كَانُوا كُلُّهُمْ جُهَّالًا مِّنْ سُقُوطِهَا عَنِ الْعَارِفِينَ أَوِ الْوَاصِلِينَ أَوْ أَهْلِ الْحَضْرَةِ أَوْ عَمَّنْ خَرِقَتْ لَهُمُ الْعَادَاتُ، أَوْ عَنِ الْأَئِمَّةِ الْإِسْمَاعِيلِيَّةِ أَوْ بَعْضِ أَتْبَاعِهِمْ أَوْ عَمَّنْ عَرَفَ الْعُلُومَ الْعَقْلِيَّةِ أَوْ عَنِ الْمُتَكَلِّمِ الْمَاهِرِ فِي النَّظْرِ أَوِ الْفَيْلَسُوفِ الْكَامِلِ فِي الْفَلْسَفَةِ فَكُلُّ ذٰلِكَ بَاطِلٌ بِاتِّفَاقِ الْمُسْلِمِينَ وَبِمَا عُلِمَ بِالْاِضْطِرَارِ مِنْ دِينِ الْإِسْلَامِ.

''گمراہ صوفیا کا ایک گروہ یہ سمجھتا ہے کہ عبادات کی غایت معرفت کا حصول محض ہے۔ تو جب معرفت حاصل ہو جائے، عبادات ساقط ہو جاتی ہیں۔ بعض نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو دلیل بنایا ہے: ﴿وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ﴾ (الحجر : 99) ''اللہ کی عبادت کریں، یہاں تک کہ یقین حاصل ہو جائے۔'' صوفیا کہتے ہیں کہ یقین سے مراد معرفت ہے، لیکن یہ خطا ہے۔ مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے۔ اہل تفسیر وغیرہ بھی اس کو خطا کہتے۔ مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ جب تک بندے کی عقل سلامت ہو، اس وقت تک احکام پر عمل کرنا جیسا کہ پانچ نمازیں اور منہیات جیسا کہ ظلم اور فحش وغیرہ سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رکے رہنا واجب ہے۔نماز کسی سے ساقط نہیں ہوتی،سوائے حیض اور نفاس والی خاتون کے یا اس شخص کے، جس کی عقل ہی زائل ہو چکی ہو۔......تو اس سے مقصود یہ ہے کہ پانچ نمازیں کسی سے ساقط نہیں ہوں گی، چاہے وہ صالح نیک ، عالم اور بڑا ہی کیوں نہ ہو۔اور یہ جو جاہل اسماعیلیوں، صوفیوں، نصیریوں اور ان کے متبعین نے سمجھ رکھا ہے کہ عارفین سے نماز ساقط ہو جاتی ہے، یا ان سے جو ایک خاص مقام کو پہنچ جائیں، یا ائمہ اسماعیلیہ اور ان کے بعض متبعین سے نماز ساقط ہو جاتی ہے۔اسی طرح علوم عقلیہ کے ماہر سے بھی ساقط ہو جاتی ہے۔ یا پھر علم کلام کے ماہر سے اور کامل فلسفی سے نماز ساقط ہو جاتی ہے،تو یہ سب باطل باتیں ہیں،اس پر مسلمانوں کا اتفاق ہے۔

(دَرء تعارض العقل والنّقل : 3/270-271)

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

”یہاں یقین سے مراد موت ہے اور اس پر مفسرین کا اجماع ہے۔تو بندہ جب تک دارالتکلیف میں رہتا ہے، اس وقت عبادت سے چھٹی نہیں ملتی، بلکہ برزخ میں بھی اس پر ایک دوسری نوعیت عبادت فرض ہے، فرشتے اس سے سوال کریں گے کہ آپ کس کی عبادت کیا کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟ وہ اس سے جواب چاہیں گے۔اسی طرح قیامت میں ایک نوعیت کی عبادت ہوگی۔ اللہ اپنی تمام مخلوق کو سجدے کا کہے گا،سب مسلمان مومن سجدہ کریں گے لیکن کفار اور منافقین سجدہ نہیں کر پائیں گے۔تو جب وہ دار ثواب اور عقاب میں داخل ہو جائیں گے، پھر مکلّف نہیں رہیں

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

گے۔تو جنت والوں کی عبادت تسبیح ہوگی، جوان کی سانسوں سے نکلتی رہے گی، اس سے وہ مشکل کا شکار نہیں ہوں گے۔ جو شخص ایسا خیال کرتا ہے کہ وہ ایسے مقام و مرتبے کو پہنچ گیا ہے، جس میں اس سے عبادت ساقط ہوگئی ہے تو وہ زندیق ہے، اللہ و رسول کے ساتھ کفر کرتا ہے۔ وہ اللہ کے ساتھ کفر کے مقام پر پہنچ گیا ہے اور دین سے نکل گیا ہے۔"

(مَدارِج السّالکین :117/1)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

يُسْتَدَلُّ مِنْ هٰذِهِ الْآيَةِ الْكَرِيمَةِ وَهِيَ قَوْلُهٗ : ﴿وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ﴾ عَلٰى أَنَّ الْعِبَادَةَ كَالصَّلَاةِ وَنَحْوِهَا وَاجِبَةٌ عَلَى الْإِنْسَانِ مَا دَامَ عَقْلُهٗ ثَابِتًا فَيُصَلِّي بِحَسَبِ حَالِهٖ، ...... وَيُسْتَدَلُّ بِهَا عَلٰى تَخْطِئَةِ مَنْ ذَهَبَ مِنَ الْمَلَاحِدَةِ إِلٰى أَنَّ الْمُرَادَ بِالْيَقِينِ الْمَعْرِفَةُ، فَمَتٰى وَصَلَ أَحَدُهُمْ إِلَى الْمَعْرِفَةِ سَقَطَ عَنْهُ التَّكْلِيفُ عِنْدَهُمْ، وَهٰذَا كُفْرٌ وَّضَلَالٌ وَجَهْلٌ، فَإِنَّ الْأَنْبِيَاءَ، عَلَيْهِمُ السَّلَامُ، كَانُوا هُمْ وَأَصْحَابُهُمْ أَعْلَمَ النَّاسِ بِاللّٰهِ وَأَعْرَفَهُمْ بِحُقُوقِهٖ وَصِفَاتِهٖ، وَمَا يَسْتَحِقُّ مِنَ التَّعْظِيمِ، وَكَانُوا مَعَ هٰذَا أَعْبَدَ النَّاسِ وَأَكْثَرَ النَّاسِ عِبَادَةً وَّمُوَاظَبَةً عَلٰى فِعْلِ الْخَيْرَاتِ إِلٰى حِينِ الْوَفَاةِ، وَإِنَّمَا الْمُرَادُ بِالْيَقِينِ هَاهُنَا الْمَوْتُ .

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

’’اللہ کا فرمان ہے کہ ’’اپنے رب کی عبادت کرتے رہو، یہاں تک کہ آپ کے پاس یقین آجائے۔‘‘ تو اس سے یہ استدلال لیا جاتا ہے کہ جب تک انسان کی عقل سلامت ہو، اس وقت تک وہ عبادات نماز وغیرہ کا مکلّف ہوتا ہے اور اپنے حالات کے مطابق ادا کرتا رہتا ہے۔ اس آیت سے ملحدین کے مذہب کے خطا ہونے پر بھی استدلال کیا جاتا ہے۔ ملحدین کہتے ہیں، یقین سے مراد معرفت ہے۔ تو وہ کہتے ہیں کہ جب بندہ معرفت کے مقام پر پہنچ جائے تو اس سے احکام شرعیہ کی پابندی ساقط ہو جاتی ہے۔ یہ کفر ضلالت اور جہالت ہے۔ کیوں کہ انبیاء اور ان کے ساتھی اللہ کے متعلق سب سے زیادہ علم رکھتے تھے اور اس کی سب سے زیادہ معرفت رکھتے تھے، اس کے حقوق عبادات اور تعظیم میں سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔ لیکن اس کے باجود وہ سب سے بڑے عابد تھے اور نیکی کے کاموں میں سب لوگوں سے زیادہ عبادت کرنے والے تھے۔ یقین سے یہاں مراد موت ہے۔‘‘

(تفسير ابن كثير : 554/4، سلامة)

علامہ محمد امین المعروف، ابن عابدین شامی حنفی (۱۲۵۲ھ) نقل کرتے ہیں:

مِنْ جِنْسِ ذٰلِكَ مَا يَدَّعِيهِ بَعْضُ مَنْ يَدَّعِي التَّصَوُّفَ أَنَّهٗ بَلَغَ حَالَةً بَيْنَهٗ وَبَيْنَ اللّٰهِ تَعَالٰى أَسْقَطَتْ عَنْهُ الصَّلَاةَ وَحَلَّ لَهٗ شُرْبُ الْمُسْكِرِ وَالْمَعَاصِي وَأَكْلُ مَالِ السُّلْطَانِ، فَهٰذَا مِمَّا لَا أَشُكُّ فِي وُجُوبِ قَتْلِهٖ إِذْ ضَرَرُهٗ فِي الدِّينِ أَعْظَمُ؛ وَيَنْفَتِحُ بِهٖ بَابٌ مِّنَ الْإِبَاحَةِ لَا يَنْسَدُّ؛ وَضَرَرُ هٰذَا فَوْقَ ضَرَرِ مَنْ يَقُولُ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

بِالْإِبَاحَةِ مُطْلَقًا؛ فَإِنَّهُ يُمْتَنَعُ عَنِ الْإِصْغَاءِ إِلَيْهِ لِظُهُورِ كُفْرِهِ .

''بعض صوفیا دعوی کرتے ہیں کہ وہ اپنے اور اللہ کے درمیان اس حالت کو پہنچ گئے ہیں، جہاں ان سے نماز ساقط ہوگئی ہے۔نشہ حلال ہوگیا ہے، گناہ اور سلطان کا مال کھانا حلال ہوگیا ہے۔تو میں ان لوگوں کے قتل کے وجوب میں کوئی شک نہیں کرتا، کیونکہ دین میں اس کا ضرر بہت بڑا ہے۔اس سے اباحیت کا وہ باب کھل جاتا ہے جو بند ہی نہیں ہوسکتا،اس کا ضرر اس شخص کے ضرر سے کہیں بڑا ہے، جو مطلق اباحت کا قول اختیار کرتا ہے، کیونکہ اس کا کفر ظاہر ہوتا ہے،تو لوگ اس کی طرف نہیں جاتے۔''

(فتاوى الشّامي : 243/4)

ملا علی قاری حنفی (۱۰۱۴ھ) لکھتے ہیں:

''(غالی) صوفیا کا کہنا ہے کہ بندہ جب محبت الٰہیہ کی انتہا کو پہنچ جاتا ہے،تو وہ شرعی احکام کا پابند نہیں رہتا،اس کے بعد اس کی عبادت محض تفکر (غور وخوض) ہوجاتی ہے۔یہ گروہ سب سے برا ہے۔انہوں نے اپنے اس عقیدے کی بنیاد اس فرمان باری تعالیٰ پر ڈالی ہے :﴿وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ﴾(الحجر : 99)''اللہ کی عبادت کریں، یہاں تک کہ موت آ جائے۔''مفسرین کا اجماع ہے کہ یہاں ''یقین'' سے مراد موت ہے۔''

(شرح الشّفا : 513/2)

❀❀❀❀❀❀❀

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۶۰)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا پاگل کسی لڑکی کے نکاح کا ولی بن سکتا ہے؟

جواب: پاگل اور دیوانہ کی ولایت ساقط ہے، تاوقتیکہ وہ صحیح العقل ہو جائے، کیونکہ مجنون کا کوئی عمل معتبر نہیں۔

❀ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

إِنَّ الْقَلَمَ قَدْ وُضِعَ عَنْ ثَلاثَةٍ عَنِ الْمَجْنُونِ حَتّٰى يَفِيقَ وَعَنِ الصَّبِيِّ حَتّٰى يَعْقِلَ وَعَنِ النَّائِمِ حَتّٰى يَسْتَيْقِظَ .

”تین طرح کے لوگوں سے قلم اٹھالیا گیا ہے؛ ① مجنون سے، جب تک کہ وہ تندرست نہ ہو جائے، ② بچے سے، جب تک کہ وہ سن شعور کو نہ پہنچ جائے اور ③ سوئے ہوئے سے، جب تک کہ وہ جاگ نہ جائے۔“

(مسند علي بن الجعد : 741، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: اگر باپ مرتد ہو جائے، تو لڑکی کے نکاح کا ولی کون ہوگا؟

جواب: اگر باپ مرتد ہو جائے، تو وہ ولایت کا اہل نہیں۔ لڑکی کا کوئی قریبی مسلمان رشتہ دار ولی بن جائے گا۔

سوال: کیا ہجرت اب بھی باقی ہے؟

جواب: جب مکہ فتح ہوا، تو مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت ختم ہوگئی، جس کا پہلے حکم دیا

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

گیا تھا، کیونکہ فتح کے بعد مکہ بھی دار الاسلام بن گیا تھا۔ اب بھی دار الکفر سے دار الاسلام کی طرف ہجرت باقی ہے۔

❀ فرمان نبوی ہے:

لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ .

”فتح مکہ کے بعد کوئی ہجرت نہیں۔“

(صحيح البخاري : 2825)

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

اِنْقَطَعَتِ الْهِجْرَةُ مُنْذُ فَتَحَ اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ .

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں مکہ فتح ہوا، تو ہجرت کا سلسلہ ختم ہو گیا۔“

(صحيح البخاري : 3080)

یہاں ہجرت سے مراد مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت ہے، کیوں کہ فتح مکہ کے بعد مکہ سے کہیں بھی ہجرت نہیں ہے، کیوں کہ مکہ دار الاسلام ہے، دار الحرب سے دار الاسلام کی طرف ہجرت تا قیامت باقی ہے۔

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (852ھ) لکھتے ہیں:

لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ وَإِنَّمَا كَانَ كَذٰلِكَ لِأَنَّ مَكَّةَ بَعْدَ الْفَتْحِ صَارَتْ دَارَ إِسْلَامٍ فَالَّذِي يُهَاجِرُ مِنْهَا لِلْمَدِينَةِ إِنَّمَا يُهَاجِرُ لِطَلَبِ الْعِلْمِ أَوِ الْجِهَادِ لَا لِلْفِرَارِ بِدِينِهٖ بِخِلَافِ مَا قَبْلَ الْفَتْحِ .

”فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے، فتح کے بعد مکہ دار الاسلام بن گیا ہے، تو اب

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت طلب علم یا جہاد کے لئے ہوگی، نہ کہ دین بچانے کے لئے، جیسا کہ فتح مکہ سے پہلے تھی۔''

(فتح الباري شرح صحيح البخاري : 185/10)

سوال: ''ہدی'' سے مراد کیا ہے؟

جواب: ''ہدی'' سے مراد وہ جانور ہے، جو حرم کعبہ کی طرف بھیجا جائے۔

سوال: کیا کسی صورت میں ہدیہ قبول کرنے سے انکار بھی کیا جا سکتا ہے؟

جواب: اگر کوئی ہدیہ (تحفہ) دے، تو اسے قبول کرنا چاہیے، نیز ہدیہ کا تبادلہ ہونا چاہیے، البتہ بعض صورتوں میں ہدیہ قبول کرنے سے انکار بھی کیا جا سکتا ہے، مثلاً آپ منصب قضا پر ہیں یا کسی ایسے عہدے پر جس پر ہدیہ قبول کرنا ناپسندیدہ ہو، تو ہدیہ قبول نہ کریں، یہی مستحب ہے۔

❁ صعب بن جثامہ نے نبی کریم ﷺ کو ہدیہ میں جنگلی گدھا پیش کیا، آپ نے وہ گدھا انہیں واپس کر دیا، کیوں کہ آپ احرام میں تھے۔ فرمایا:

لَوْلَا انَّا مُحْرِمُونَ، لَقَبِلْنَاهُ مِنْكَ.

''اگر ہم لوگ حالت احرام میں نہ ہوتے، تو آپ کا ہدیہ قبول کر لیتے۔''

(صحيح مسلم : 1194)

سوال: غیر مسلموں سے ہدیہ قبول کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: غیر مسلموں اور مشرکوں کو ہدیہ دیا بھی جا سکتا ہے اور اُن سے ہدیہ قبول بھی کیا جا سکتا ہے۔

❁ نبی کریم ﷺ کو ''اُکیدر'' نامی بادشاہ نے ریشمی جبہ بطور ہدیہ بھیجا، تو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آپ ﷺ نے اسے قبول فرمایا۔

(صحيح البخاري : 2615، 2616، صحيح مسلم : 2469)

سوال: جس کا مال حرام ہو، کیا اس کا تحفہ قبول کرنا جائز ہے؟

جواب: جس کا مال حرام ہو، تو شرعاً اس کا تحفہ قبول کرنا جائز ہے۔ حرام مال کمانے کا گناہ اس کے سر ہو گا۔

سوال: ہاتھ ضائع کرنے پر کتنی دیت ہے؟

جواب: ایک ہاتھ ضائع کرنے پر نصف دیت ہے۔

❁ امام ابن منذر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ أَهْلُ الْعِلْمِ عَلٰى أَنَّ فِي الْيَدِ نِصْفَ الدِّيَّةِ .

''اہل علم کا اجماع ہے کہ ہاتھ کی دیت نصف ہے۔''

(الإشراف : 425/7)

سوال: دوران اعتکاف بیوی سے ملاقات کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر ممکن ہو، تو دوران اعتکاف بیوی سے ملاقات کی جا سکتی ہے، البتہ دوران اعتکاف مباشرت جائز نہیں۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ تِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ﴾

(البقرة : 187)

''جب تم مسجدوں میں اعتکاف کر رہے ہو، تو اپنی بیویوں سے مباشرت مت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرو۔ یہ اللہ کی حدیں ہیں، ان کے قریب بھی مت پھٹکو، اللہ تعالیٰ اسی طرح لوگوں کے لیے اپنی آیات کھول کھول کر بیان کرتا ہے، تاکہ وہ متقی بن جائیں۔“

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حالت اعتکاف میں مسجد سے اپنا سر میرے نزدیک کر دیتے تھے، میں اپنے حجرہ میں ہوا کرتی تھی، تو میں آپ کا سر دھو دیتی اور کنگھی کر دیتی تھی، حالاں کہ میں حائضہ ہوتی تھی۔“

(صحيح البخاري : 295، صحيح مسلم : 9/297)

❁ اُم المومنین سیدہ صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دوران اعتکاف ملاقات کی۔ (بخاری: ۲۰۳۸)

سوال: ایفائے عہد سے کیا مراد ہے؟

جواب: ایفائے عہد سے مراد وعدہ پورا کرنا ہے۔ مسلمان کا شیوہ ہے کہ وہ اپنے عہد و پیمان کو وفا کرتا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی بھی صفت ہے۔ وعدہ خلافی کرنا منافق کی نشانی ہے۔ ایسا شخص بہت جلد معاشرے میں غیر معتبر قرار دے دیا جاتا ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَاَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا﴾ (الإسراء : 34)

”عہد پورا کریں اس بارے میں ضرور باز پرس ہوگی۔“

❁ نیز فرمایا:

﴿وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا﴾ (البقرة : 177)

”وہ (مؤمنین) وعدہ پورا کرتے ہیں۔“

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

❁ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

﴿وَاَوْفُوا بِعَهْدِ اللّٰهِ إِذَا عَاهَدْتُّمْ﴾(النّحل :91)

”جب اللہ سے عہد واثق کرو، تو اسے پورا کرو۔“

❁ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يَآ اَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اَوْفُوا بِالْعُقُودِ﴾(المائدة :1)

”اہل ایمان! وعدوں کو پورا کرو۔“

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ؛ إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ، وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ.

”منافق کی تین نشانیاں ہیں: جب بات کرتا ہے، تو جھوٹ بولتا ہے، وعدہ کرتا ہے، تو وعدہ خلافی کرتا ہے اور امانت میں خیانت کرتا ہے۔“

(صحيح البخاري : 33، صحيح مسلم : 59)

سوال: سر کے بال کیسے ہونے چاہئیں؟

جواب: سر کے بال اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہیں۔ جن میں ہیبت وسطوت بھی ہے اور حسن و جمال بھی۔ سنتِ رسول کے مطابق بال رکھنے سے جہاں اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی حاصل ہوتی ہے، وہاں قیام دین اور غلبہ اسلام کی بہترین کوشش بھی ہے۔

آج کے مسلمان کفار کی وضع قطع اور تہذیب وتمدن کے دل دادہ ہیں۔ جب سے انہوں نے اپنے عملی امتیازات ترک کیے، مجبور و مقہور ہو کر رہ گئے ہیں، اپنا مذہبی تشخص اور اسلامی شعار کھو بیٹھے ہیں۔ ان کے اور اللہ کے باغیوں کے مابین ظاہری فرق اور امتیاز ختم

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ہو گیا ہے۔

مسلمانوں کی غفلت وسرکشی اور بدعملی کا یہ عالم ہے کہ فطرت پرست انسان انہیں ایک نظر نہیں بھاتا۔ مغلوبیت کے ماروں نے کفار کی دیکھا دیکھی مسنون بالوں سے نفرت شروع کر دی ہے، کفار بالوں سے نفرت بھی کرتے ہیں اور بالوں سے ڈرتے بھی ہیں۔

گو بالوں کا تعلق عبادات سے نہیں معاملات سے ہے، لیکن بال رکھنے میں رسول اللہ ﷺ کا طریقہ اختیار کرنا مستحب ضرور ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ کفار کی مشابہت میں الٹے سیدھے بال رکھنا کسی صورت درست نہیں۔

افسوس کن امر ہے کہ بعض خاصے مذہبی قسم کے لوگ بھی دین دار نوجوانوں کو سختی کے ساتھ بال کٹوانے کا حکم دیتے نظر آتے ہیں، حالانکہ مستحب امور کی ترغیب ہونی چاہیے۔

بعض احباب یہ کہتے سنائی دیتے ہیں کہ بڑے بالوں کو سنوارنا مشکل ہے اور اس سے طالبِ علم کا حرج ہوتا ہے۔ لیکن یہ وہم ہے، کیوں کہ دین آسان ہے اور فطرت کے عین مطابق ہے۔ ہمارا مشاہدہ ہے کہ چھوٹے بال سنوارنا قدرے مشکل ہے، بل کہ ان کے سنوارنے میں زیادہ اخراجات اٹھتے ہیں اور وقت کا ضیاع ہے۔

مسلمان گھرانوں میں بچپن ہی سے اسلامی آدابِ معاشرت سکھائے جائیں تا کہ بڑے ہو کر اسلامی شعار اور اسلامی طرزِ زندگی اپنا سکیں اور پوری دنیا کے سامنے اسلامی تہذیب وتمدن کا بہترین نمونہ پیش کر سکیں۔

بصد معذرت کہ یہ سنت ہمارے معاشرے میں تو متروک ہوئی ہی تھی، مدارس دینیہ سے جبراً نکال دی گئی۔ جہاں سنت کا احیا چاہیے تھا، وہاں سنت کے ساتھ استہزا ہوتا ہے۔ طلباء کو زلفیں رکھنے سے صرف روکا ہی نہیں جاتا، بل کہ کوئی رکھ لے، تو خروج بھی لگ سکتا

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ چھوٹی عمر میں بالوں پر قینچی چلا دی جاتی ہے۔ اس معصوم کی فطرت کے ساتھ کھلواڑ کیا جاتا ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ طلبا کو مدارس سے محبت سنت کا درس ملتا، مگر یہاں تو سنت رسول کو دیس نکالا دیا جا رہا ہے۔ اسی باعث بیسیوں طلبا بدک جاتے ہیں۔ مدرسہ سے بھاگ لیتے ہیں۔ بھاگ نہ سکیں، تو ایک تنفر کی فضا ضرور بن جاتی ہے۔

ارباب مدارس! یاد رکھیے! بال سنوارنا ایک مخصوص عمر کی نفسیات ہیں۔ آپ کاٹیں یا چھوڑیں، وہ اپنا شوق پورا کرتا رہے گا، تو کیوں نہ اس کی فطرت مارنے کے بجائے، اسے درست رخ دے دیا جائے۔ اسے متنفر کرنے کے بجائے، محبت کا درس دیا جائے۔ وہ بال سنت کے مطابق رکھے، سنت کے لئے عوام الناس میں مثال قائم ہو، یاد رکھیے کہ بال رکھنے سے ایمان بگڑے گا، نہ اسلام جائے گا۔

ہمارے ہاں ایک اور خطا پر مبنی نظریہ بھی پایا جاتا ہے، وہ یہ کہ بال برابر رکھنے چاہیے۔ چھوٹے رکھیں، تو برابر۔ بڑے رکھیں، تو برابر۔ طرہ یہ کہ اسے اسلام کا حکم قرار دیا جاتا ہے۔ میرے بھائی! شوق سے برابر برابر کی رٹ لگائیں، اسے اسلام کے سر تو نہ تھوپیں، نبی کریم ﷺ سے صرف تین طرح کے بال رکھنا ثابت ہے، جن کا ذکر آ رہا ہے، برابر وغیرہ والا نظریہ اسلام ہوتا، تو نبی کریم ﷺ، اصحاب رسول ﷺ اور ائمہ سلف ضرور تصریح کرتے۔ واللہ اعلم

رسول اللہ ﷺ کے بال مبارک:

رسول اللہ ﷺ کے بال تین طرح کے تھے۔

① جُمّہ

کندھوں پر لٹکتی زلفیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

② لِمَّہ

کانوں کی لو سے بڑھی ہوئی زلف۔

③ وَفْرَہ

کانوں کی لو تک پہنچی ہوئی زلفیں۔

نوٹ:

لِمَّہ اور جُمَّہ ایک دوسرے کے معنیٰ میں بھی مستعمل ہیں۔

معروف لغوی، حافظ نووی رحمہ اللہ (م:٦٧٦ھ) لکھتے ہیں:

قَالَ أَهْلُ اللُّغَةِ : الْجُمَّةُ أَكْثَرُ مِنَ الْوَفْرَةِ، فَالْجُمَّةُ؛ الشَّعْرُ الَّذِي نَزَلَ إِلَى الْمَنْكِبَيْنِ، وَالْوَفْرَةُ؛ مَا نَزَلَ إِلٰى شَحْمَةِ الْأُذُنَيْنِ، وَاللِّمَّةُ؛ الَّتِي لَمَّتْ بِالْمَنْكِبَيْنِ .

”اہل لغت کہتے ہیں کہ جُمَّہ بال وَفرہ سے بڑے ہوتے ہیں۔ جمہ کندھوں پر لٹکتے بالوں کو کہتے ہیں۔ وفرہ وہ بال، جو کانوں کی لو تک پہنچیں اور لِمَّہ مونڈھوں کو چھوتے ہیں۔“

(شرح صحیح مسلم : ٢/٢٨٥)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک بالوں کی کیفیت ملاحظہ فرمائیں:

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَضْرِبُ شَعْرُهُ مَنْكِبَيْهِ .

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مونڈھوں کو چھوتے تھے۔“

(صحیح مسلم : ٩٥/٢٣٣٨)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

❁ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إِنَّ جُمَّتَهُ لَتَضْرِبُ قَرِيبًا مِّنْ مَّنْكِبَيْهِ .

”آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جُمّہ بال کندھوں کے قریب پہنچتے تھے۔“

(صحيح البخاري : ۵۹۰۱)

❁ سنن نسائی (۵۰۶۳) کی روایت میں ہے:

رَأَيْتُ لَهُ لِمَّةً تَضْرِبُ قَرِيبًا مِّنْ مَّنْكِبَيْهِ .

”میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لِمّہ بال دیکھے، جو کندھوں کے قریب تھے۔“

❁ ایک روایت میں ہے:

شَعْرُهُ يَضْرِبُ مَنْكِبَيْهِ .

”آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال کندھوں کو چھوتے تھے۔“

(صحيح مسلم : ۹۲/۲۳۳۷)

❁ قتادہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں کے بارے میں پوچھا، تو انھوں نے فرمایا:

كَانَ شَعَرًا رَّجِلًا، لَيْسَ بِالْجَعْدِ وَلَا السَّبْطِ، بَيْنَ أُذُنَيْهِ وَعَاتِقِهِ .

”آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال نہ بالکل سیدھے تھے نہ بالکل گھنگریالے۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کانوں اور کندھوں کے درمیان پڑتے تھے۔“

(صحيح مسلم : ۹٤/۲۳۳۸)

❁ مسند ابو یعلی (۲۸۴۷، وسندہ صحیح) کے الفاظ ہیں:

بَيْنَ الْجِيدِ وَعَاتِقِهِ .

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

”گردن اور کندھوں کے درمیان تھے۔“

❁ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

لَهُ شَعْرٌ يَبْلُغُ شَحْمَةَ أُذُنِهِ .

”آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال کانوں کی لوتک تھے۔“

(صحيح البخاري : ٣٥٥١)

❁ صحیح مسلم (۲۳۳۷/۹۱) میں یوں ہے:

عَظِيمُ الْجُمَّةِ إِلٰى شَحْمَةِ أُذُنَيْهِ .

”آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے بڑے جمہ بال تھے، جو کانوں کی لوتک تھے۔“

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

كَانَ شَعْرُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى أَنْصَافِ أُذُنَيْهِ .

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال کانوں کے وسط تک تھے۔“

(صحيح مسلم : ٩٦/٢٣٣٨)

❁ سیدنا انس رضی اللہ عنہ ہی بیان کرتے ہیں:

كَانَ شَعْرُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى شَحْمَةِ أُذُنَيْهِ.

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال کانوں کی لوتک تھے۔“

(سنن أبي داوٗد : ٤١٨٥، سنن النّسائي : ٥٠٦٤، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا انس رضی اللہ عنہ ہی بیان کرتے ہیں:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُجَاوِزُ شَعْرُهٗ أُذُنَيْهِ .

”نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال کانوں سے بڑھے ہوئے تھے۔“

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

(مسند الإمام أحمد : ١٤٢/٣، وسندہٗ صحيحٌ)

❁ ابو رمثہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

میں والدِ گرامی کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خدمت میں حاضر ہوا۔ جب میرے والد صاحب نے مجھے بتایا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، تو میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

كُنْتُ أَظُنُّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا لَّا يُشْبِهُ النَّاسَ، فَإِذَا بَشَرٌ لَّهٗ وَفْرَةٌ، وَبِهَا رَدْعٌ مِّنْ حِنَاءٍ.

”میرا خیال تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں جیسے نہیں ہوں گے، لیکن اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو بشر ہیں۔ آپ کے بال کانوں کی لو تک تھے اور انہیں مہندی لگی ہوئی تھی۔“

(مسند الإمام أحمد : ٢٢٦/٢، ٢٢٨، وسندہٗ صحيحٌ، وصحّحه ابن حبّان : ٥٩٩٥، والحاكم : ٤٢٥/٢، ووافقه الذهبي)

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

كَانَ شَعْرُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوْقَ الْوَفْرَةِ وَدُونَ الْجُمَّةِ.

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال وفرہ (کانوں کی لو) سے زیادہ اور جمہ (کندھوں) سے کم تھے۔“

(سنن أبي داوٗد : ٤١٨٧، وسندہٗ حسنٌ)

❁ سنن ترمذی (۱۷۵۵، وقال: حسن صحیح غریب) اور شمائل ترمذی (۲۴، وسندہ حسن) میں الفاظ ہیں:

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

فَوْقَ الْجُمَّةِ وَدُونَ الْوَفْرَةِ .

”نبی کریم ﷺ کے بال جمہ سے زیادہ اور وفرہ سے کم تھے۔“

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

”ان الفاظ کے مابین ہمارے شیخ نے سنن ترمذی کی شرح میں یوں تطبیق دی ہے کہ زیادہ یا کم کے الفاظ ایک دفعہ جگہ کے اعتبار سے بولے گئے اور دوسری دفعہ قلت و کثرت کے اعتبار سے۔یعنی جمہ سے اوپر تھے، جگہ کے اعتبار سے اور جمہ سے کم تھے، مقدار میں۔اسی طرح بالعکس بھی۔یہ اچھی تطبیق ہے۔“

(فتح الباري : ۳۵۸/۱۰)

نیز دیکھیں؛

(قوت المغتذي على جامع التّرمذي للسّيوطي : ۴۴۳/۱)

تنبیہ:

بعض صوفی اور ملنگ لمبے لمبے بال رکھتے ہیں، حتی کہ کمر تک جا پہنچتے ہیں۔ یہ عمل درست نہیں۔شریعت نے ایسے بالوں کو پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھا۔

سوال: ”ولی“ کا لفظ کن معانی کے لیے استعمال ہوتا ہے؟

جواب: لفظِ ولی مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے۔

❁ امام اللغۃ محمد بن زیاد ہاشمی رحمہ اللہ (۲۳۱ھ) فرماتے ہیں:

أَلْمَوْلَى الْمَالِكُ وَهُوَ اللّٰهُ وَالْمَوْلَى ابْنُ الْعَمِّ وَالْمَوْلَى الْمُعْتِقُ وَالْمَوْلَى الْمُعْتَقُ وَالْمَوْلَى الْجَارُ وَالْمَوْلَى الشَّرِيْكُ وَالْمَوْلَى الْحَلِيْفُ وَالْمَوْلَى الْمُحِبُّ وَالْمَوْلَى أَللَّوٰى وَالْمَوْلَى الْوَلِيُّ وَمِنْهُ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

قَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ، مَعْنَاهُ مَنْ تَوَلَّانِي فَلْيَتَوَلَّ عَلِيًّا ....

''لفظ مولیٰ مالک کے معنی میں بھی مستعمل ہے، جو کہ صرف اللہ کی ذات ہے، مولیٰ کا لفظ چچا زاد، غلام آزاد کرنیوالے، آزاد کردہ غلام، ہمسایہ، حصہ دار، حلیف، محبت کرنے والے، جھنڈا اُٹھانے والے اور دلی دوست پر بولا جاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان کہ جس کا میں مولیٰ ہوں، اس کے علی مولیٰ ہیں۔ اس کا معنی یہ ہے کہ جس کا میں دلی دوست ہوں، علی بھی اس کے دلی دوست ہونے چاہییں ......۔''

(تاریخ دِمَشق لابن عساکر : 238/42؛ وسندہٗ صحیحٌ)

❀ علامہ ابن اثیر رحمہ اللہ (۶۰۶ھ) لکھتے ہیں:

قَدْ تَكَرَّرَ ذِكْرُ الْمَوْلٰى فِي الْحَدِيثِ، وَهُوَ اسْمٌ يَّقَعُ عَلٰى جَمَاعَةٍ كَثِيرَةٍ، فَهُوَ الرَّبُّ، وَالْمَالِكُ، وَالسَّيِّدُ، وَالْمُنْعِمُ، وَالْمُعْتِقُ، وَالنَّاصِرُ، وَالْمُحِبُّ، وَالتَّابِعُ، وَالْجَارُ، وَابْنُ الْعَمِّ، وَالْحَلِيفُ، وَالْعَقِيدُ، وَالصِّهْرُ، وَالْعَبْدُ، وَالْمُعْتَقُ، وَالْمُنْعَمُ عَلَيْهِ، وَأَكْثَرُهَا قَدْ جَاءَ تْ فِي الْحَدِيثِ، فَيُضَافُ كُلُّ وَاحِدٍ إِلٰى مَا يَقْتَضِيهِ الْحَدِيثُ الْوَارِدُ فِيهِ، وَكُلُّ مَنْ وَلِيَ أَمْرًا أَوْ قَامَ بِهٖ فَهُوَ مَوْلَاهُ وَوَلِيُّهٗ، وَقَدْ تَخْتَلِفُ مَصَادِرُ هٰذِهِ الْأَسْمَاءُ، فَالْوَلَايَةُ بِالْفَتْحِ فِي النَّسَبِ وَالنُّصْرَةِ وَالْمُعْتِقِ، وَالْوِلَايَةُ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بِالْكَسْرِ، فِي الْإِمَارَةِ، وَالْوَلَاءُ، الْمُعْتَقُ وَالْمُوَالَاةُ مَنْ وَالَى الْقَوْمَ، وَمِنْهُ الْحَدِيثُ : مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ، فِي الْهَرْوِي قَالَ أَبُو الْعَبَّاسُ : أَيْ مَنْ أَحَبَّنِي وَتَوَلَّانِي فَلْيَتَوَلَّهُ، وَقَالَ ابْنُ الْأَعْرَابِيِّ : الْوَلِيُّ التَّابِعُ الْمُحِبُّ .

''مولیٰ کا لفظ حدیث میں بار بار آیا ہے۔ یہ لفظ بہت سے امور پر بولا جاتا ہے۔ اس کا اطلاق ربّ، مالک، سردار، محسن، آزاد کرنے والے آقا، ناصر، محبّ، تابع، پڑوسی، چچازاد، حلیف، معاہد، سسرالی رشتہ دار، غلام، آزاد کردہ غلام اور اس شخص پر کیا جاتا ہے، جس پر کوئی احسان کیا گیا ہو۔ احادیث میں لفظ مولیٰ مذکورہ بالا اکثر معانی میں استعمال ہوا ہے، تو ہر حدیث میں لفظ مولیٰ کا وہی معنی کیا جائے گا، جس کا متن حدیث متقاضی ہوگا، جو شخص کسی کام کا ذمہ دار بنے اور اس کا اہتمام کرے، وہ اس کا مولیٰ اور ولی ہوتا ہے۔ بسا اوقات ان اسما کے مصادر مختلف ہو جاتے ہیں۔ فتحہ کے ساتھ وَلایۃ کا اطلاق نسب، نصرت اور غلام آزاد کرنے والے پر ہوتا ہے۔ کسرہ کے ساتھ وِلایت امارت کے معنی میں ہوتی ہے۔ ولاء آزاد کردہ غلام کو کہتے ہیں، موالاۃ قوم کے والی پر بولا جاتا ہے۔ حدیث میں جو آیا ہے کہ «مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ، فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ» ابو العباس کے مطابق اس سے مراد یہ کہ جس نے مجھ سے محبت کی اور میری دوستی اختیار کی، وہ علی کو بھی دوست بنائے۔ ابن الاعرابی کہتے ہیں کہ ولی تابع اور محبّ کو کہتے ہیں۔'' (النّهاية في غريب الحديث : 225/5)

سوال : کیا اللہ تعالیٰ کے لیے ''ہاتھ'' ثابت ہے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(جواب): اللہ تعالیٰ کے لیے صفت ید (ہاتھ) ثابت ہے۔ یہ حقیقت پر محمول ہے، مگر اس کی کیفیت کا علم اللہ کے پاس ہے۔ ہاتھ کا معنی ''قبضہ وقدرت'' کرنا تاویل ہے۔

اللہ تعالیٰ کی صفت ید (ہاتھ) قرآن اور حدیث دونوں سے ثابت ہے۔

❀ علامہ سجزی رحمہ اللہ (۴۴۴ھ) فرماتے ہیں:

أَهْلُ السُّنَّةِ مُتَّفِقُونَ عَلٰى أَنَّ لِلّٰهِ سُبْحَانَهٗ يَدَيْنِ، بِذٰلِكَ وَرَدَ النَّصُّ فِي الْكِتَابِ وَالْأَثَرِ.

''اہل سنت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے دو ہاتھ ہیں۔ ان کے بارے میں کتاب وسنت میں نصوص وارد ہوئی ہیں۔''

(الرّدّ على من أنكر الحرف والصّوت، ص 263)

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَاءُ﴾ (المائدة : ٦٤)

''بلکہ اللہ کے دونوں ہاتھ فراخ ہیں، جیسے چاہے، خرچ کرتا ہے۔''

❀ نیز فرمایا:

﴿مَا مَنَعَكَ أَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ﴾ (صٓ : ٧٥)

''(اے ابلیس!) آدم کو سجدہ کرنے سے تجھے کس نے روکا، اسے میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا تھا۔''

❀ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كِلْتَا يَدَيْهِ يَمِينٌ.

''اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ داہنے ہیں۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(صحيح مسلم : 1827)

❀ ابووائل شقیق بن سلمہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

إِنَّ اللّٰهَ يَسْتُرُ الْعَبْدَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَسْتُرُهُ بِيَدِهِ، فَيَقُولُ : تَعْرِفُ مَا هٰهُنَا؟ فَيَقُولُ : نَعَمْ يَا رَبِّ! فَيَقُولُ : أُشْهِدُكَ أَنِّي قَدْ غَفَرْتُ لَكَ .

''اللہ تعالیٰ روز قیامت بندے کو اپنے ہاتھ سے ڈھانپے گا، پھر فرمائے گا: کیا تو جانتا ہے یہاں کیا ہے؟ وہ عرض کرے گا: ہاں اے میرے رب! اللہ فرمائے گا: میں تجھے گواہ بناتا ہوں کہ میں نے تجھے معاف کر دیا ہے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : ١٣/١٨١، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ نافع بن عمر جمحی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

سَأَلْتُ ابْنَ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ يَدِ اللّٰهِ أَوَاحِدَةٌ أَوِ اثْنَتَانِ؟ فَقَالَ : بَلِ اثْنَتَانِ .

''میں نے ابن ابی ملیکہ رحمہ اللہ سے اللہ تعالیٰ کے ہاتھ کے بارے میں پوچھا کہ وہ ایک ہے یا دو ہیں؟ فرمایا: دو۔''

(الرّدّ على المَريسي للدّارمي : ١/٢٨٦، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ مطرف بن عبداللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

تَذَكَّرْتُ مَا جِمَاعُ الْخَيْرِ، فَإِذَا الْخَيْرُ كَثِيرٌ؛ الصَّوْمُ وَالصَّلَاةُ، وَإِذَا هُوَ فِي يَدِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَإِذَا أَنْتَ لَا تَقْدِرُ عَلٰى مَا فِي يَدِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ إِلَّا أَنْ تَسْأَلَهٗ فَيُعْطِيَكَ، فَإِذَا جِمَاعُ الْخَيْرِ الدُّعَاءُ .

''میں نے نیکی کے خزانوں پر غور کیا، تو وہ بہت زیادہ تھے، مثلاً نماز، روزہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وغیرہ، لیکن (پھر خیال آیا کہ) وہ تو اللہ کے ہاتھ میں ہیں، آپ ان کی طاقت ہی نہیں رکھتے، ہاں! ایک صورت ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ سے مانگیں اور وہ آپ کو دے دے، چنانچہ خیر و بھلائی کا خزانہ ایک ہی ہوا، وہ دعا ہے۔''

(الزُّهد للإمام أحمد : ٣٤٦، وسندهٗ حسنٌ)

❁ اوزاعی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

كَتَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ إِلٰى ابْنٍ لَّهٗ كُتُبًا، وَكَانَ فِي أَوَّلِ مَا كَتَبَ : إِنِّي أَسْأَلُ اللّٰهَ الَّذِي بِيَدِهِ الْقُلُوبُ، يَصْنَعُ فِيهَا مَا شَاءَ، مِنْ هُدًى أَوْ ضَلَالَةٍ .

''عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اپنے بیٹے کو خط لکھا، پہلی بات یہ تھی، میں اس سے سوال کرتا ہوں جس کے ہاتھ میں تمام دل ہیں، ان میں ہدایت یا گمراہی جو چاہے، ڈال دیتا ہے۔''

(القدر للفِريابي : ٤١٠، وسندهٗ حسنٌ)

❁ زید بن اسلم رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''جب اللہ تعالیٰ نے تورات کو اپنے ہاتھ سے لکھا، تو فرمایا: اللہ کے نام کے ساتھ، یہ اللہ کی اپنے ہاتھ سے لکھی ہوئی کتاب اپنے بندے موسیٰ کے لیے ہے، وہ میری تسبیح و تقدیس بیان کرتا ہے، میرے نام کی جھوٹی قسم نہیں اٹھاتا، کیونکہ جو میرے نام کی جھوٹی قسم اٹھاتا ہے، میں اسے پاک نہیں کروں گا۔''

(الرّدّ على من يقول : القرآن مخلوق لأبي بكر النّجاد : ١٠١، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ وردان بن خالد رحمہ اللہ کہتے ہیں:

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

”اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام، جبریل علیہ السلام، اپنے عرش اور قلم کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا، نیز تورات اپنے ہاتھ سے لکھی، وہ کتاب بھی اپنے ہاتھ سے لکھی، جو اسی کے پاس ہے، کسی دوسرے کو اس پر اطلاع نہیں۔“

(الرّد على من يقول : القرآن مخلوق لأبي بكر النّجاد : ١٠٥، وسندهٗ حسنٌ)

❁ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

خَلَقَ اللّٰهُ تبَارَكَ وتَعَالٰى أَرْبَعَةَ أَشْيَاءَ بِيَدِهٖ، وَخَلَقَ الْقَلَمَ بِيَدِهٖ، وَخلَقَ جَنَّةَ عَدْنٍ بِيَدِهٖ .

”اللہ تعالیٰ نے چار چیزیں اپنے ہاتھ سے پیدا کیں، نیز قلم اور جنت عدن کو بھی اپنے ہاتھ سے پیدا کیا۔“

(الزُّهد لهنّاد بن السّري : ٤٥، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ عکرمہ رحمہ اللہ ﴿بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ﴾(المائدہ : ٦٤) کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

يَعْنِي الْيَدَيْنِ . ”مراد دونوں ہاتھ ہیں۔“

(الرّدّ على المرسي للدّارمي : ١/٢٨٥_٢٨٦، وسندهٗ حسنٌ)

❁ مجاہد بن جبیر رحمہ اللہ کہتے ہیں:

كِلْتَا يَدَيِ الرَّحْمٰنِ يَمِينٌ . ”رحمٰن کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں۔“

راوی (ابو یحییٰ) کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا : ﴿وَالسَّمَاوَاتُ مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِينِهٖ﴾(الزمر : ٦٧) ”آسمان اس کے دائیں ہاتھ پر لپیٹے ہوئے ہوں گے۔“ تو اس دن لوگ کہاں ہوں گے؟ فرمایا: جہنم کے پل پر۔“

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

(الرّدّ علی المَریسي للدّارمي : ۱/۲٦۷۔۲٦۸، وسندہٗ حسنٌ)

سوال: سورت حج میں کتنے سجدے ہیں؟

جواب: سورۂ حج میں دو سجدے ہیں۔

❁ ثعلبہ بن عبداللہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

”میں نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی، آپ نے سورۂ حج کی قرأت کی، اس میں دو سجدے کیے۔

(مصنّف ابن أبي شیبة : 11/2، شرح معاني الآثار للطّحاوي : 362/1، وسندہٗ صحیحٌ)

❁ عبداللہ بن دینار رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

”میں نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو سورۂ حج میں دو سجدے کرتے دیکھا۔“

(مؤطا الإمام مالك : 206/1، وسندہٗ صحیحٌ)

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

”سورۂ حج میں دو سجدے ہیں۔“

(السّنن الکبریٰ للبیهقي : 318/2، وسندہٗ صحیحٌ)

❁ سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ نے سورۂ حج میں دو سجدے کیے۔

(مصنّف ابن أبي شیبة : 11/2، وسندہٗ صحیحٌ)

❁ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے سورۂ حج کے آخری سجدہ کی تلاوت کی اور منبر سے اتر کر سجدہ کیا۔

(مصنّف ابن أبي شیبة : 18/2، وسندہٗ صحیحٌ)

❁ ابوالعالیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”سورۂ حج میں دو مبارک اور طیب سجدے ہیں۔“

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

(مصنّف ابن أبي شيبة : 11/2، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ زر بن حُبَیش اور ابوعبدالرحمٰن سلمی رحمہما اللہ سورۂ حج میں دو سجدے کرتے تھے۔

(مصنّف ابن أبي شيبة : 12/2، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ ابواسحاق سبیعی رحمہ اللہ (۱۲۷ھ) فرماتے ہیں:

"میں ستر سال سے لوگوں کو سورۂ حج میں دو سجدے کرتے دیکھ رہا ہوں۔"

(مصنّف ابن أبي شيبة : 12/2، وسندهٗ صحيحٌ)

امام شافعی (الام : ۱/ ۱۳۸)، امام احمد بن حنبل (مسائل احمد واسحاق : ۱/ ۹۱)، امام اسحاق بن راہویہ (جامع ترمذی تحت حدیث : ۵۷۸) اور امام عبداللہ بن مبارک رحمہم اللہ (جامع ترمذی تحت حدیث:۵۷۸) سورۂ حج میں دو سجدوں کے قائل ہیں۔

تنبیہ:

❁ سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے:

"میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی، کیا سورۂ حج میں دو سجدے ہیں؟ فرمایا: ہاں، سورۂ حج میں دو سجدے ہیں، جس نے یہ دو سجدے نہ کیے، اس نے ان دونوں کو نہیں پڑھا۔"

(سنن أبي داوٗد : 1402، سنن التّرمذي : 578)

سند ضعیف ہے۔

❁ امام ابوداود رحمہ اللہ نے اس حدیث کو "غیر ثابت" قرار دیا ہے۔

(السّنن الكبرىٰ للبيهقي، تحت الحديث : 3728)

❁ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

هٰذَا حَدِيثٌ لَيْسَ إِسْنَادُهُ بِذَاكَ الْقَوِيِّ .

''اس حدیث کی سند قوی نہیں۔''

اگرچہ ابن لہیعہ سے عبادلہ کی روایت کو اہل علم نے قبول کیا ہے، مگر یہاں صراحت کے ساتھ اس حدیث کو ضعیف قرار دیا گیا ہے، لہٰذا یہ روایت ان سے مستثنیٰ ہے۔

مشرح بن ہاعان ثقہ ہے، مگر اس نے سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے بعض منکر روایات بیان کی ہیں، مذکورہ روایت بھی عقبہ رضی اللہ عنہ سے ہے۔ یہ بھی اس کی منکر روایات میں سے ہے، کیونکہ اس پر اہل علم نے نقد کر دیا ہے۔

❁ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يَرْوِي عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ أَحَادِيثَ مَنَاكِيرَ لَا يُتَابَعُ عَلَيْهَا .

''مشرح بن ہاعان نے سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے کئی منکر روایات بیان کی ہیں، جن پر متابعت نہیں کی گئی۔''

(كتاب المَجروحين : 28/3)

فائدہ نمبر ①:

❁ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منسوب ہے کہ سورۂ حج میں ایک سجدہ ہے۔

(مصنّف ابن أبي شيبة : 12/2)

ہشیم بن بشیر کے ''عنعنہ'' کی وجہ سے سند ''ضعیف'' ہے، نیز ان کے اپنے فتویٰ کے خلاف بھی ہے۔

فائدہ نمبر ②:

❁ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منسوب ہے کہ سورۂ حج میں پہلا سجدہ عزیمت

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(پختگی) کے لیے اور دوسرا برائے تعلیم ہے، آپ رضی اللہ عنہ سورۂ حج میں سجدہ نہیں کرتے تھے۔

(شرح معاني الآثار للطّحاوي :362/1)

سند ''ضعیف'' ہے۔عبدالاعلیٰ بن عامر ثعلبی جمہور کے نزدیک ''قوی'' نہیں ہے۔

(فتح الباری لابن حَجَر : 124/12)

فائدہ نمبر ③:

❁ سعید بن جبیر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ سورۂ حج میں ایک سجدہ ہے۔

(مصنّف ابن أبي شيبة : 12/2، وسندهٗ صحيحٌ)

سعید بن جبیر رحمہ اللہ کا قول صحابہ کے اقوال وافعال کے مقابلہ میں حجت نہیں۔

❁❁❁❁❁❁❁

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۶۱)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: ابوعبدالرحمٰن سلمی رحمہ اللہ کی تفسیر کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: یہ گمراہ صوفیوں کی تفسیر ہے۔

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ عَلِيُّ بْنُ أَحْمَدَ الْوَاحِدِيُّ يَقُولُ : صَنَّفَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيُّ كِتَابَ حَقَائِقِ التَّفْسِيرِ، وَلَوْ قَالَ : إِنَّ ذَاكَ تَفْسِيرٌ لِّلْقُرْآنِ لَكَفَرَ بِهٖ، قُلْتُ : صَدَقَ وَاللّٰهِ .

”علی بن احمد واحدی کہتے ہیں: ابوعبدالرحمٰن سلمی نے حقائق التفسیر نامی کتاب تصنیف کی، اگر اسے قرآن کی تفسیر کہا جائے، تو یہ قرآن کے ساتھ کفر ہوگا۔ میں (ذہبی رحمہ اللہ) کہتا ہوں: اللہ کی قسم! سچ کہا۔“

(تاريخ الإسلام : 264/10)

سوال: دوران نماز کپڑوں اور بالوں کو سمیٹنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: نمازی کو کپڑوں اور بالوں کے حوالے سے شریعت مطہرہ کی راہنمائی یہ ہے کہ کپڑوں کو سمیٹنے یا لپیٹنے اور بالوں کو سمیٹنے سے مجتنب رہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

أُمِرْتُ أَنْ أَسْجُدَ عَلٰی سَبْعَةٍ، لَّا أَكُفُّ شَعَرًا وَلَا ثَوْبًا .

''مجھے سات اعضا پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے، نیز اس بات کا بھی حکم دیا گیا ہے کہ (حالت نماز یا نماز سے پہلے) بالوں اور کپڑوں کو نہ سمیٹوں۔''

(صحيح البخاري : 816، صحيح مسلم :: 490)

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس حدیث میں نمازی کو یہ حکم حالت نماز میں دیا گیا ہے یا نماز سے باہر آستین وغیرہ چڑھا کر نماز میں داخل ہونے کے بارے میں ہے۔

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''حدیث کے ظاہر کا تو تقاضا یہی ہے کہ یہ نہی وممانعت حالت نماز کے متعلق ہے۔ داؤدی کا میلان و رجحان بھی یہی ہے۔ تھوڑا سا آگے جا کر امام بخاری رحمہ اللہ نے بَابُ لَا يَكُفُّ ثَوْبَهٗ فِي الصَّلَاةِ (اس باب میں نماز میں کپڑا نہ سمیٹنے کا بیان ہے۔) قائم کیا ہے۔ یہ بھی اسی بات کی مؤید ہے۔''

(فتح الباري : 296/2)

امام نسائی رحمہ اللہ (۲/ ۲۱۵، ح: ۱۱۱۶) امام ابن ماجہ رحمہ اللہ (۱۰۴۰) کی تبویب سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے۔

❁ امام الأئمہ ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے اس حدیث پر ان الفاظ میں باب قائم کیا ہے:

بَابُ الزَّجْرِ عَنْ كَفِّ الثِّيَابِ فِي الصَّلَاةِ .

''یہ نماز کے اندر کپڑے سمیٹنے پر ڈانٹ کے متعلق باب ہے۔''

(صحيح ابن خزيمة : 782)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اِتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ عَلَى النَّهْيِ عَنِ الصَّلَاةِ وَثَوْبُهُ مُشَمَّرٌ أَوْ كُمُّهُ أَوْ نَحْوُهُ.

"علمائے کرام کا اتفاق ہے کہ کپڑا یا آستین وغیرہ چڑھانے کی ممانعت نماز کے بارے میں ہے۔"

(شرح صحیح مسلم: 193/1)

یعنی نماز کے علاوہ ممانعت نہیں ہے۔

✿ نیز لکھتے ہیں:

هُوَ كَرَاهَةُ تَنْزِيهٍ فَلَوْ صَلّٰى كَذٰلِكَ فَقَدْ أَسَاءَ وَصَحَّتْ صَلَاتُهُ وَاحْتَجَّ فِي ذٰلِكَ أَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ جَرِيرٍ الطَّبَرِيُّ بِإِجْمَاعِ العلماء وحكى بن الْمُنْذِرِ الْإِعَادَةَ فِيهِ عَنِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ.

"آستین چڑھا کر نماز پڑھنے کے بارے میں نہی، نہی تنزیہی ہے۔ (یعنی ناقابل مؤاخذہ خطا ہے۔) اگر کوئی اس حال میں نماز پڑھ لے، تو یہ مستحسن اقدام نہ ہوگا، لیکن اس کی نماز درست اور صحیح ہے۔ امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے علما کے اجماع کو اس مسئلہ میں دلیل بنایا ہے۔ ابن المنذر رحمہ اللہ نے امام حسن بصری رحمہ اللہ سے اس صورت میں نماز لوٹانے کا بیان کیا ہے۔"

(شرح صحیح مسلم: 193/1)

یاد رہے کہ امام ابن منذر رحمہ اللہ نے امام حسن بصری رحمہ اللہ کا قول بلا سند ذکر کیا ہے۔

نیز امام ابن منذر رحمہ اللہ نے بھی اجماع علما کا دعویٰ کیا ہے کہ ایسے نمازی پر نماز کا اعادہ نہیں ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(الأوسط لابن المنذر : 184/3)

راجح اور صحیح بات یہی ہے کہ یہ ممانعت مطلق نہیں ہے، بلکہ صرف نماز کے اندر منع ہے۔ راویٔ حدیث سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے فعل سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ البتہ بالوں کا معاملہ اس سے مستثنیٰ ہے۔ یعنی نماز کے اندر اور باہر ہر دو حالت ممنوع ہے۔

کریب سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں (ابن عباس رضی اللہ عنہما) نے عبداللہ بن حارث کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا جب کہ ان کے سر کے بال پیچھے کی طرف گوندھے ہوئے تھے۔ (یعنی سر کے بالوں کا جوڑا بنا ہوا تھا) تو ابن عباس رضی اللہ عنہما اٹھے اور بالوں کو کھولنا شروع کر دیا، جب وہ نماز سے فارغ ہوئے، تو ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف متوجہ ہو کر کہا: آپ میرے بالوں کے ساتھ کیا کر رہے تھے، تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

إِنَّمَا مَثَلُ هٰذَا مَثَلُ الَّذِيْ يُصَلِّي وَهُوَ مَكْتُوفٌ .

”اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے، جو نماز پڑھتا ہے اور اس کی مشکیں کسی ہوئی ہوں۔“

(صحیح مسلم : 492)

اسی دلیل کی بنا پر حافظ نووی رحمہ اللہ نے اس نہی کے مطلق ہونے کو مختار و صحیح کہا ہے۔

(شرح صحیح مسلم :193/1)

فائدہ نمبر: ①

اگر قمیص کے ہاف بازو ہوں یا بازو بالکل نہ ہوں، تو اس میں نماز بالکل درست ہے، کیوں کہ نماز میں کندھے ڈھانپنے کا ذکر تو ہے۔ (صحیح البخاری: ۳۵۹، صحیح مسلم: ۵۱۶) لیکن

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

بازو ڈھانپنے کا کہیں ذکر نہیں۔ہاں اگر آستین نماز کے اندر فولڈ کرتا ہے یا نماز سے باہر فولڈ کر کے نماز میں داخل ہوتا ہے، کہنیاں ننگی ہوں یا نہ ہوں،تو یہ مکروہ ضرور ہے۔اس میں کراہت تنزیہی ہے،لیکن نماز درست اور صحیح ہے۔ہاں کپڑے اور بال بھی سجدہ کرتے ہیں، اگر ان کو سمیٹ لے گا،تو سجدہ نہ کر پائیں گے،لہٰذا ثواب سے محروم رہے گا۔

فائدہ نمبر:(۲)

دوسرے قرائن ودلائل سے ثابت ہے کہ عورت بالوں اور آستین کے حوالے سے مستثنیٰ ہے۔

فائدہ نمبر:(۳)

شلوار وغیرہ کو پائنچے یا نیچے سے سمیٹنا یا لپیٹنا جائز اور درست ہے۔

سوال:روایت:مَنْ سَبَّ نَبِيًّا مِّنَ الْأَنْبِيَاءِ فَاقْتُلُوهُ'' بلحاظ سند کیسی ہے؟

جواب:یہ روایت ثابت نہیں۔

❁ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ سَبَّ نَبِيًّا مِّنَ الْأَنْبِيَاءِ فَاقْتُلُوهُ .

''جو کسی نبی کو سب وشتم کرے،اسے قتل کر دو۔''

(المعجم الأوسط للطّبراني : 4602، فوائد تمّام : 740)

یہ روایت سخت ضعیف ہے۔ابو صلت عبد السلام بن صالح ہروی سخت ضعیف اور متروک ہے۔اس کی متابعت عبید اللہ بن محمد عمری نے کی ہے، وہ بھی ضعیف ہے،اس کی توثیق ثابت نہیں۔

❁ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مَنْ سَبَّ اللّٰهَ أَوْ أَحَدًا مِّنَ الْأَنْبِيَاءِ فَاقْتُلُوهُ .

”جس نے اللہ یا انبیا میں سے کسی کو گالی دی، اسے قتل کردو۔“

(الکامل لابن عدي : 88/7)

اس قول کی سند جھوٹی ہے۔

① عصمہ بن محمد انصاری ”متروک وکذاب“ ہے۔

② شعیب بن سلمہ انصاری ”مجہول الحال“ ہے۔

❁ حافظ ابن عدی رحمہ اللہ نے اسے منکر اور غیر محفوظ قرار دیا ہے۔

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ”باطل“ (جھوٹی) قرار دیا ہے۔

(میزان الاعتدال : 78/3)

❁ علامہ ہندی رحمہ اللہ (۹۷۵ھ) اس روایت کے بارے میں لکھتے ہیں :

أَبُو الْحَسَنِ بْنُ رَمْلَةَ الْأَصْبَهَانِيُّ فِي أَمَالِيهِ، وَسَنَدُهٗ صَحِيحٌ .

”ابوالحسن بن رملہ اصبہانی نے اس روایت کو اپنی امالی میں روایت کیا ہے، اس کی سند صحیح ہے۔“

(کنز العُمّال : 420/12)

اس کی سند نہیں مل سکی۔ نیز مؤلف (ابوالحسن بن رملہ) کے حالات زندگی بھی نہیں مل سکے، لہٰذا اس کی سند کو ”صحیح“ کہنا درست نہیں۔

❁ اس کی ایک سند علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بھی ذکر کی ہے۔

(الصّارم المَسلول، ص 201)

یہ سند بھی ضعیف ہے۔ لیث بن ابی سلیم ”سیء الحفظ“ ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے،

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

نیز لیث سے نیچے سند بھی حذف ہے۔

(سوال): اگر کسی راوی کو امام ابن حبان رحمہ اللہ ''الثقات'' میں ذکر کریں اور امام حاکم رحمہ اللہ اس راوی کی سند کو ''صحیح'' کہیں، تو اس کا کیا حکم ہے؟

(جواب): امام ابن حبان اور امام حاکم رحمہما اللہ دونوں کی توثیق سے راوی حسن الحدیث بن جائے گا، اس سے جہالت عین اور جہالت عدالت زائل ہو جاتی ہے، جیسا کہ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ نے فرمایا ہے۔

(البدر المُنير : 356/5، التّوضيح لشرح الجامع الصّحيح : 367/26)

(سوال): لومڑی کا کیا حکم ہے؟

(جواب): لومڑی حرام ہے، اس کا شمار درندوں میں ہوتا ہے، اس کی کچلی ہوتی ہے۔

(سوال): ائمہ حق کون ہیں؟

(جواب): علامہ ابونصر سجزی رحمہ اللہ (۴۴۴ھ) فرماتے ہیں:

أَئِمَّةُ الْحَقِّ؛ هُمُ الْمُتَّبِعُونَ لِكِتَابِ رَبِّهِمْ سُبْحَانَهُ، الْمُقْتَفُونَ سُنَّةَ نَبِيِّهِمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، الْمُتَمَسِّكُونَ بِآثَارِ سَلَفِهِمُ الَّذِينَ أُمِرُوا بِالْاِقْتِدَاءِ بِهِمْ .

''ائمہ حق کتاب اللہ کا اتباع کرنے والے اور سنت رسول کی پیروی کرنے والے اور سلف صالحین کے آثار سے تمسک کرنے والے تھے، کہ جن کی اقتدا کا انہیں حکم دیا گیا تھا۔''

(الرّدّ على من أنكر الحرف والصّوت، ص 315)

(سوال): اگر کسی راوی سے دو ثقہ روایت کریں، تو کیا اس کی جہالت ختم ہو جاتی ہے؟

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(جواب): اگر کسی راوی سے دو ثقہ روایت کریں، تو اس کی جہالت حال زائل نہیں ہوتی، البتہ بعض اہل علم کی رائے میں جہالت حال بھی ختم ہو جاتی ہے اور اس کی عدالت ثابت ہو جاتی ہے، یہ مرجوح موقف ہے۔ درست بات یہ ہے کہ اس کی عدالت ثابت نہیں ہوتی، اکثر اہل علم کی یہی رائے ہے۔

❁ علامہ عبدالحی لکھنوی حنفی رحمہ اللہ (۱۳۰۴ھ) لکھتے ہیں:

إِنَّ جَهَالَةَ الْعَيْنِ تَرْتَفِعُ بِرِوَايَةِ اثْنَيْنِ عَنْهُ دُونَ جَهَالَةِ الْوَصْفِ هٰذَا عِنْدَ الْأَكْثَرِ .

''اگر کسی راوی سے دو (عادل) روایت کریں، تو اس کی جہالت عین مرتفع ہو جاتی ہے، البتہ جہالت حالیہ زائل نہیں ہوتی، اکثر اہل علم کی یہی رائے ہے۔''

(الرّفع والتّکمیل، ص 161)

(سوال): کیا مسلمان ہونے کے لیے کلمہ شہادت پڑھنا کافی ہے؟

(جواب): مسلمان ہونے کے لیے صدق دل سے کلمہ شہادت پڑھنا کافی ہے۔

❁ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ كُلُّ مَنْ نَحْفَظُ عَنْهُ أَنَّ الْكَافِرَ إِذَا قَالَ : لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، وَلَمْ يَزِدْ عَلٰى ذٰلِكَ شَيْئًا؛ أَنَّهُ مُسْلِمٌ .

''ہمارے علم کے مطابق تمام اہل علم کا اجماع ہے کہ جب کافر (صدق دل سے) صرف ''اشھد لا الہ الا اللہ وان محمدا عبدہ ورسولہ'' کہہ دے، تو وہ مسلمان ہے۔''

(الإجماع : 724)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

هٰذَا مِمَّا اتَّفَقَ عَلَيْهِ أَئِمَّةُ الدِّينِ، وَعُلَمَاءُ الْمُسْلِمِينَ، فَإِنَّهُمْ مُجْمِعُونَ عَلٰى مَا عُلِمَ بِالْاِضْطِرَارِ مِنْ دِينِ الرَّسُولِ، أَنَّ كُلَّ كَافِرٍ فَإِنَّهُ يَدَّعِي إِلَى الشَّهَادَتَيْنِ، سَوَاءً كَانَ مُعَطِّلًا، أَوْ مُشْرِكًا، أَوْ كِتَابِيًّا، وَبِذٰلِكَ يَصِيرُ الْكَافِرُ مُسْلِمًا، وَلَا يَصِيرُ مُسْلِمًا بِدُونِ ذٰلِكَ.

”ائمہ دین اور علمائے مسلمین کا اتفاق واجماع ہے کہ دین کے بنیادی مسائل میں سے ہے کہ جو کافر شہادتین کی گواہی دے، وہ کافر خواہ معطل (صفات باری تعالیٰ کا منکر) ہو، یا مشرک ہو یا اہل کتاب میں سے ہو، تو اس سے وہ کافر مسلمان ہو جائے گا، اس کے بغیر وہ مسلمان نہیں ہو سکتا۔“

(درء تعارض العقل والنّقل : 8/7)

اس اجماع کی مؤید کئی احادیث ہیں۔

سوال: تکبیر تحریمہ کے بعد کے اذکار کیا ہیں؟

جواب: تکبیر تحریمہ اور سورت فاتحہ کے مابین مختلف دعائیں احادیث میں وارد ہوئی ہیں، ان میں سے کوئی بھی دعا پڑھی جا سکتی ہے، ایک سے زائد دعائیں بھی پڑھی جا سکتی ہیں۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے تکبیر کہتے تو قرات سے پہلے ایک لمحہ خاموش رہتے، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ قربان، آپ خاموشی کے وقفے میں کیا پڑھتے ہیں؟ تو فرمایا: میں یہ دعا پڑھتا ہوں:

اَللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

وَالْمَغْرِبِ، اَللّٰهُمَّ نَقِّنِي مِنْ خَطَايَايَ كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْاَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ، اَللّٰهُمَّ اغْسِلْنِي مِنْ خَطَايَايَ بِالثَّلْجِ وَالْمَاءِ وَالْبَرَدِ.

''یا اللہ! میرے اور میرے گناہوں کے درمیان اتنی دوری ڈال، جتنی مشرق اور مغرب میں ہے، یا اللہ! مجھے گناہوں سے یوں پاک کر، جیسے سفید کپڑا میل سے پاک کیا جاتا ہے، یا اللہ! میری خطائیں، برف، پانی اور اولوں سے دھو دے۔''

(صحيح البخاري : 744؛ صحيح مسلم : 598)

❁ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کے لیے کھڑے ہوتے، تو تکبیر کہتے اور یہ کلمات ادا کرتے:

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ، وَتَعَالٰى جَدُّكَ، وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ.

''یا اللہ! تو پاک ہے، حمد و ثنا تیرے ہی لئے ہے، تیرا نام بابرکت ہے، تیری شان بلند و برتر ہے، تیرے سوا کوئی الٰہ نہیں۔''

پھر تین دفعہ «لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ» کہتے، تین دفعہ «اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيرًا» کہتے، اس کے بعد یہ دعا پڑھتے:

اَعُوذُ بِاللّٰهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ مِنْ هَمْزِهٖ، وَنَفْخِهٖ، وَنَفْثِهٖ.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

”میں شیطان مردود، اس کے وساوس اور اس کے فریب وسحر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ لیتا ہوں جو خوب سننے والا، خوب علم والا ہے۔“

(مسند الإمام أحمد : 50/3، 69؛سنن أبي داود : 775؛سنن النّسائي : 900؛ سنن التّرمذي : 242؛ سنن ابن ماجه : 804؛ وسندهٗ حسنٌ)

سوال: کیا قربانی کے لیے جانور کا دوندہ ہونا شرط ہے؟

جواب: قربانی کے جانور کا دوندہ ہونا شرط ہے۔

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَذْبَحُوا إِلَّا مُسِنَّةً إِلَّا أَنْ يُّعْسَرَ عَلَيْكُمْ فَتَذْبَحُوا جَذْعَةً مِّنَ الضَّأْنِ .

”دوندا جانور ہی ذبح کریں، تنگی کی صورت میں بھیڑ کی نسل سے جذعہ ذبح کر لیں۔“

(صحیح مسلم : ۱۹۶۳)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

”ارباب علم مُسِنَّةٌ دوندے اونٹ، گائے اور بکری وغیرہ کو کہتے ہیں، نیز اس حدیث میں وضاحت ہے کہ بھیڑ کے علاوہ جنس کا جَذَعَةٌ بطور قربانی جائز نہیں، بقول قاضی عیاض رحمہ اللہ اس پر اجماع ہے۔“

(شرح صحیح مسلم : ۱۵۵/۲)

❁ سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ثَنِيًّا فَصَاعِدًا وَاسْتَسْمِنْ فَإِنْ أَكَلْتَ أَكَلْتَ طَيِّبًا وَإِنْ أَطْعَمْتَ أَطْعَمْتَ طَيِّبًا .

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

”قربانی کا جانور دوندا یا اس سے بڑا ہو، اسے خوب فربہ کیجئے، جب کھلائیں، تو اچھا کھلائیں۔“

(السّنن الکبریٰ للبیهقي : ۹/۲۷۳، وسندهٗ صحیحٌ)

تمام اہل لغت کے نزدیک مسنہ کا معنی دوندا ہے۔ بعض اہل علم نے سہولت کے پیش نظر جانور کی عمر بیان کر دی ہے۔ اگر اس عمر کو پہنچ جاتا ہے، مگر دوندا نہیں ہوتا، تو قربانی جائز نہیں۔ اس لیے قربانی میں شرط جانور کے دوندا ہونے کی ہے، نہ کہ عمر کی۔

سوال: میت کو غسل دینے والے پر غسل کا کیا حکم ہے؟

جواب: میت کو غسل دینے والے شخص پر غسل واجب نہیں، بلکہ مندوب و مستحب ہے۔ اسی طرح میت کی چارپائی اٹھانے والے شخص پر بھی وضو واجب نہیں، بلکہ مستحب ہے۔ فہم سلف اسی کا مؤید ہے۔

✿ حافظ خطابی رحمہ اللہ (۳۸۸ھ) فرماتے ہیں:

لَا أَعْلَمُ أَحَدًا مِّنَ الْفُقَهَاءِ يُوجِبُ الِاغْتِسَالَ مِنْ غُسْلِ الْمَيِّتِ، وَلَا الْوُضُوءَ مِنْ حَمْلِهٖ، وَيُشْبِهُ أَنْ يَّكُونَ الْأَمْرُ فِي ذٰلِكَ عَلَى الِاسْتِحْبَابِ .

”میں فقہائے کرام میں سے کسی ایک بھی ایسے فقیہ سے واقف نہیں، جو میت کو غسل دینے والے شخص پر غسل کو اور اسے کندھا دینے والے شخص پر وضو کو واجب قرار دیتا ہو۔ معلوم یہی ہوتا ہے کہ اس بارے میں حکم استحباب پر محمول ہے۔“

(مَعالم السنن : 305/3)

اس مسئلہ میں جتنے بھی آثار وارد ہیں، ان کے بارے میں سلف اور ائمہ دین کا فیصلہ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ وہ سارے کے سارے استحباب پر محمول ہیں۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

مَنْ غَسَّلَ مَيِّتًا فَلْيَغْتَسِلْ، وَمَنْ حَمَلَهٗ فَلْيَتَوَضَّأْ .

”جو شخص میت کو غسل دے، وہ خود بھی غسل کرے اور جو میت کو کندھا دے، وہ وضو کرے۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 269/3، السّنن الكبرٰى للبيهقي : 302/1، وسندهٗ حسنٌ)

❁ سنن کبریٰ بیہقی میں یہ الفاظ بھی ہیں:

مَنْ مَّشٰى مَعَهَا فَلَا يَجْلِسْ حَتّٰى يَقْضِيَ دَفْنُهَا .

”جو جنازے کے ساتھ جائے وہ اس کی تدفین مکمل ہونے تک نہ بیٹھے۔“

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

كُنَّا نُغَسِّلُ الْمَيِّتَ، فَمِنَّا مَنْ يَّغْتَسِلُ، وَمِنَّا مَنْ لَّا يَغْتَسِلُ .

”ہم (صحابہ) میت کو غسل دیا کرتے تھے، بعض غسل کر لیتے تھے اور بعض نہیں کرتے تھے۔“

(السّنن الكبرٰى للبيهقي : 306/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس اثر کی سند کو ”صحیح“ کہا ہے۔

(التّلخيص الحَبير : 137/1)

❁ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما ہی فرماتے ہیں:

مَنْ غَسَّلَ مَيِّتًا فَأَصَابَهٗ مِنْهُ شَيْءٌ فَلْيَغْتَسِلْ، وَإِلَّا فَلْيَتَوَضَّأْ .

”اگر کسی شخص کو مردہ نہلاتے ہوئے اس سے کوئی گندگی لگ جائے تو وہ غسل کر

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

لے، ورنہ وضو ہی کر لے۔‘‘

(السّنن الکبرٰی للبیهقي :306/1، وسندهٗ حسنٌ)

❁ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

مَنْ غَسَّلَ مَيِّتًا فَلْيَغْتَسِلْ .

’’جو شخص میت کو غسل دے، وہ خود بھی غسل کر لے۔‘‘

(السّنن الکبرٰی للبیهقي :305/1، وسندهٗ صحیحٌ)

❁ نیز فرماتے ہیں:

لَيْسَ عَلَيْكُمْ فِي غُسْلِ مَيِّتِكُمْ غُسْلٌ إِذَا غَسَّلْتُمُوهُ، إِنَّ مَيِّتَكُمْ لَمُؤْمِنٌ طَاهِرٌ، وَلَيْسَ بِنَجَسٍ، فَحَسْبُكُمْ أَنْ تَغْسِلُوا أَيْدِيكُمْ .

’’جب تم اپنے مُردوں کو غسل دیتے ہو، تو اس سے تمہارے لیے غسل فرض نہیں ہوتا کیونکہ تمہارا مردہ مؤمن اور طاہر ہوتا ہے، نجس نہیں۔ لہٰذا تمہارے لیے اپنے ہاتھ دھو لینا ہی کافی ہے۔‘‘

(السّنن الکبرٰی للبیهقي :306/1، وسندهٗ حسنٌ)

❁ مزید فرماتے ہیں:

لَا تُنَجِّسُوا مَيِّتَكُمْ، يَعْنِي لَيْسَ عَلَيْهِ غُسْلٌ .

’’اپنے مُردوں کو پلید نہ سمجھو، یعنی مُردے کو نہلانے والے پر غسل (فرض) نہیں۔‘‘

(مصنّف ابن أبي شیبة : 267/3، وسندهٗ صحیحٌ)

❁ جب آپ رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا:

هَلْ عَلٰى مَنْ غَسَّلَ مَيِّتًا غُسْلٌ؟

’’ محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ‘‘

www.KitaboSunnat.com

”کیا مُردے کو غسل دینے والے پر غسل فرض ہے؟ اس پر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

أَنَجَسْتُمْ صَاحِبَكُمْ؟ يَكْفِي فِيهِ الْوُضُوءُ .

”کیا تم اپنے مردے کو پلید سمجھتے ہو؟ مردے کو نہلانے والے کے لیے وضو کر لینا ہی کافی ہے۔“

(السّنن الكبرٰی للبيهقي :305/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ نافع مولیٰ ابن عمر رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں:

كُنَّا نُغَسِّلُ الْمَيِّتَ، فَيَتَوَضَّأُ بَعْضُنَا وَيَغْتَسِلُ بَعْضٌ، ثُمَّ يَعُودُ، فَنُكَفِّنُهُ، ثُمَّ نُحَنِّطُهُ، وَنُصَلِّي عَلَيْهِ، وَلَا نُعِيدُ الْوُضُوءَ .

”ہم میت کو غسل دیتے، پھر ہم میں سے کچھ لوگ وضو کرتے تھے اور کچھ غسل کر لیتے تھے۔ پھر وہ لوٹتے تو ہم میت کو کفن دیتے، اسے خوشبو لگاتے اور اس کا جنازہ پڑھتے، ہم دوبارہ وضو نہیں کرتے تھے۔“

(السّنن الكبرٰی للبيهقي :306/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے جب مؤمن مُردوں کو غسل دینے والے شخص پر غسل (فرض) ہونے کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: ایسا نہیں ہے۔

(مصنّف ابن أبي شيبة : 268/3، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ عائشہ بنت سعد رحمہا اللہ بیان کرتی ہیں:

”سعد رضی اللہ عنہ کو سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے جنازے کی اطلاع ملی تو وہ اس وقت بقیع میں تھے۔ آپ تشریف لائے، سعید رضی اللہ عنہ کو غسل دیا، ان کو کفن دیا، خوشبو لگائی، پھر گھر گئے، ان کا جنازہ ادا کیا، پھر پانی منگوا کر غسل کیا اور فرمایا: میں

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

نے سیدنا سعید رضی اللہ عنہ کو غسل دینے کی وجہ سے غسل نہیں کیا۔ اگر وہ نجس ہوتے تو میں انہیں غسل ہی نہ دیتا۔ میں نے تو گرمی کی وجہ سے غسل کیا ہے۔‘‘

(مصنّف ابن أبي شيبة : 268/3، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ خزاعی بن زیاد رحمہ اللہ کہتے ہیں:

’’سیدنا عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے یہ وصیت کی تھی کہ ابن زیاد ان کے پاس نہ آئے، نیز ان کے ساتھ ان کے قریب آئیں۔ سیدنا عائذ بن عمرو، سیدنا برزہ اور سیدنا ابن مغفل رضی اللہ عنہ کے دیگر ساتھیوں کی طرف پیغام بھیجا گیا۔ انہوں نے آ کر صرف یہ کیا کہ اپنی کفیں اوپر چڑھائیں اور ان کے قمیصوں کا جو کپڑا لٹک رہا تھا، اسے اپنے کمر بندوں میں ڈال لیا، پھر (غسل دینے سے) فراغت کے بعد صرف وضو کر لیا۔‘‘

(مصنّف ابن أبي شيبة : 268/3، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ ابو قلابہ رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

إِنَّهٗ كَانَ إِذَا غَسَّلَ مَيِّتًا، اغْتَسَلَ .

’’جب وہ میت کو غسل دیتے تو خود بھی غسل کرتے۔‘‘

(مصنّف ابن أبي شيبة : 269/3، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

كَانُوا يَقُولُونَ : إِنْ كَانَ صَاحِبُكُمْ نَجِسًا، فَاغْتَسِلُوا مِنْهُ .

’’لوگ (صحابہ کرام) کہا کرتے تھے کہ اگر تمہارا مُردہ نجس ہے، تو پھر اسے غسل دینے کی وجہ سے غسل کر لو (یعنی میت کو غسل دینے پر غسل نہیں ہے)۔‘‘

(مصنّف ابن أبي شيبة : 269/3، وسندهٗ صحيحٌ)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

❁ یونس بن عبید رحمہ اللہ کہتے ہیں:

كَانَ الْحَسَنُ لَا يَرٰى عَلَى الَّذِي يَغْسِلُ الْمَيِّتَ غُسْلًا .

''امام حسن بصری تابعی رحمہ اللہ میت کو غسل دینے والے پر غسل کو (فرض) خیال نہیں کرتے تھے۔''

(المَطالب العالية لابن حَجر :481، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سعید بن مسیّب رحمہ اللہ کی رائے ہے:

إِنَّ مِنَ السُّنَّةِ أَنْ يَّغْتَسِلَ مَنْ غَسَّلَ مَيِّتًا وَيَتَوَضَّأَ مَنْ نَّزَلَ فِي حُفْرَتِهٖ حِينَ يُدْفَنُ، وَلَا وُضُوءَ عَلٰى أَحَدٍ مِّنْ غَيْرِ ذٰلِكَ مِمَّنْ صَلّٰى عَلَيْهِ، وَلَا مِمَّنْ حَمَلَ جِنَازَتَهٗ، وَلَا مِمَّنْ مَّشٰى مَعَهَا .

''میت کو غسل دینے والے کے لیے غسل کرنا اور دفن کے وقت قبر میں اترنے والے کے لیے وضو کرنا مسنون ہے۔ان کے علاوہ جنازہ پڑھنے والے، کندھا دینے والے اور جنازے کے ساتھ چلنے والے، کسی پر وضو نہیں۔''

(السّنن الكبرٰى للبيهقي :303/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ (279ھ) فرماتے ہیں:

قَدِ اخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي الَّذِي يُغَسِّلُ الْمَيِّتَ، فَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ : إِذَا غَسَّلَ مَيِّتًا فَعَلَيْهِ الْغُسْلُ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ : عَلَيْهِ الْوُضُوءُ، وَقَالَ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ : أَسْتَحِبُّ الْغُسْلَ مِنْ غُسْلِ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

الْمَيِّتِ، وَلَا أَرٰى ذٰلِكَ وَاجِبًا، وَهٰكَذَا قَالَ الشَّافِعِيُّ، وَقَالَ أَحْمَدُ : مَنْ غَسَّلَ مَيِّتًا أَرْجُو أَنْ لَّا يَجِبَ عَلَيْهِ الْغُسْلُ، وَأَمَّا الْوُضُوءُ فَأَقَلُّ مَا قِيلَ فِيهِ، وَقَالَ إِسْحَاقُ : لَا بُدَّ مِنَ الْوُضُوءِ، وَقَدْ رُوِيَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُبَارَكِ أَنَّهُ قَالَ : لَا يَغْتَسِلُ وَلَا يَتَوَضَّأُ مَنْ غَسَّلَ الْمَيِّتَ .

”مردے کو نہلانے والے (پر غسل) کے بارے میں اہل علم کا اختلاف ہے۔صحابہ کرام وغیرہ پر مشتمل بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ جب کوئی میت کو غسل دے تو اس پر بھی غسل ہے۔بعض کا کہنا ہے کہ اس پر وضو ہے۔امام مالک بن انس فرماتے ہیں کہ میں مردے کو نہلانے والے کے لیے غسل کو مستحب سمجھتا ہوں، واجب نہیں۔امام شافعی بھی یہی فرماتے ہیں۔امام احمد بن حنبل کا قول ہے کہ میرے خیال میں میت کو غسل دینے والے پر غسل فرض نہیں، البتہ اسے کم ازکم وضو کا کہا گیا ہے۔امام اسحاق بن راہویہ فرماتے ہیں: اس کے لیے وضو ضروری ہے، جبکہ امام عبداللہ بن مبارک سے مروی ہے کہ اسے نہ غسل کرنے کی ضرورت ہے نہ وضو کرنے کی۔“

(سنن الترمذي، تحت الحديث : 993)

تنبیہ:

اس باب میں مروی ساری کی ساری مرفوع روایات معلول ہیں۔

❀ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

مَنْ غَسَّلَ مَيِّتًا فَلْيَغْتَسِلْ، وَمَنْ حَمَلَهُ فَلْيَتَوَضَّأْ.

''جو شخص میت کو غسل دے، وہ خود بھی غسل کرے اور جو میت کو کندھا دے، وہ وضو کرے۔''

(سنن التّرمذي : 933، وقال : حسنٌ، سنن ابن ماجه : 1463، السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 301/10، وصحّحه ابن حبان : 1161)

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ غَسَّلَ مَيِّتًا فَلْيَغْتَسِلْ، وَمَنْ حَمَلَهُ فَلْيَتَوَضَّأْ»

''جو شخص میت کو غسل دے، وہ خود بھی غسل کرے اور جو میت کو کندھا دے، وہ وضو کرے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 269/3، مسند الإمام أحمد : 433/2، 454، مسند الطّيالسي : 305/2، الجَعديّات لأبي القاسم البغوي : 987,986/2)

❀ مسند طیالسی وغیرہ میں یہ الفاظ بھی ہیں:

مَنْ حَمَلَ جَنَازَةً فَلْيَتَوَضَّأْ.

''جو شخص جنازے کو اٹھائے، وہ وضو کرے۔''

ان تمام مرفوع احادیث کو ائمہ علل نے ضعیف وغیر ثابت قرار دیا ہے۔

❀ امام محمد بن یحییٰ ذہلی رحمہ اللہ (م: 258ھ) فرماتے ہیں:

لَا أَعْلَمُ فِيمَنْ غَسَّلَ مَيِّتًا فَلْيَغْتَسِلْ، حَدِيثًا ثَابِتًا، وَلَو ثَبَتَ لَزِمْنَا اسْتِعْمَالُهُ.

''میرے علم میں مردے کو غسل دینے والے پر غسل کے بارے میں کوئی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حدیث ثابت نہیں۔ اگر یہ حدیث ثابت ہو جائے تو ہمارے لیے اس پر عمل لازم ہو جائے گا۔"

(السّنن الكبرٰى للبيهقي :302/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (۲۴۱ھ) فرماتے ہیں:

لَيْسَ يَثْبُتُ فِيهِ حَدِيثٌ .

"اس بارے میں کوئی حدیث ثابت نہیں۔"

(مسائل الإمام أحمد برواية أبي داوٗد، ص 309)

❀ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

لَيْسَ فِيهِ خَبَرٌ ثَابِتٌ .

"اس بارے میں کوئی ثابت حدیث موجود نہیں۔"

(الأوسط : 351/5)

❀ امام بیہقی رحمہ اللہ (۴۵۸ھ) فرماتے ہیں:

اَلرِّوَايَاتُ الْمَرْفُوعَةُ فِي هٰذَا الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ غَيْرُ قَوِيَّةٍ، لِجَهَالَةِ بَعْضِ رُوَاتِهَا وَضُعْفِ بَعْضِهِمْ .

"اس بارے میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی مرفوع روایات قوی نہیں، کیونکہ ان کے بعض راوی مجہول ہیں اور بعض ضعیف۔"

(السّنن الكبرٰى :303/1)

تنبیہ:

امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے اس حدیث کو منسوخ قرار دیا ہے لیکن اس کا کوئی ناسخ ذکر نہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

کیا۔

صحیح بات یہ ہے کہ اس مسئلے میں مرفوع احادیث ثابت نہیں، البتہ بہت سے آثارِ صحابہ موجود ہیں۔ان تمام کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ بات سامنے آتی ہے کہ میت کو غسل دینے والے پر غسل فرض نہیں، بلکہ مستحب ہے۔اسی طرح میت کی چارپائی کو کندھا دینے والے شخص کے لیے وضو واجب نہیں، بلکہ مستحب ہے۔جن آثار میں غسل اور وضو کی نفی کی گئی ہے، ان سے مراد فرضیت اور وجوب کی نفی ہے، جیسا کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے آثار سے بخوبی معلوم ہو جاتا ہے۔

معلوم ہوا کہ میت کو غسل دینے والے کے لیے غسل کرنا اور میت کو کندھا دینے والے کے لیے وضو کرنا واجب نہیں، بلکہ مستحب ہے۔

❀❀❀❀❀❀❀

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۶۲)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: پاگل جانور کی قربانی کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر پاگل جانور میں قربانی کی شرائط پوری ہیں، تو اس کی قربانی جائز ہے۔

سوال: لمبے ناخن رکھنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: لمبے ناخن رکھنا حرام، خلافِ فطرت اور کافروں کے ساتھ مشابہت ہے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”پانچ چیزیں فطرت ہیں؛ ① ختنہ ② زیر ناف بالوں کی صفائی ③ مونچھیں ہلکی کرنا ④ ناخن تراشنا ⑤ بغلوں کے بال اکھاڑنا۔“

(صحيح البخاري : 5891، صحيح مسلم : 257)

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

”رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لیے مونچھیں کاٹنے، ناخن تراشنے، بغلوں کے بال اکھاڑنے اور زیر ناف بالوں کی صفائی کا (زیادہ سے زیادہ) وقت چالیس دن مقرر فرمایا۔“

(صحيح مسلم : 258)

❁ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”مونچھیں کاٹنا، بغلوں کے بال اکھاڑنا اور ناخن تراشنا (واجبی) سنت ہے۔“

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

(السنن الکبریٰ للبیهقي :149/1، وسندہٗ صحیحٌ)

چالیس دنوں سے زیادہ ناخن نہ تراشنا حرام وناجائز ہے، کیونکہ یہ رسول اللہ ﷺ کے حکم اور سنت کی مخالفت ہے، جو سراسر ہلاکت و بربادی کا باعث ہے۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ کافروں کی نقالی کی بجائے نبی کریم ﷺ کے اسوہ کو اپنائیں۔ اسی میں دین و دنیا کی خیر و بھلائی ہے۔

سوال: دیہات میں جمعہ کا کیا حکم ہے؟

جواب: قریہ کا اطلاق شہر پر بھی ہوتا ہے اور دیہات پر بھی۔ بستیوں میں جمعہ بالاجماع جائز ہے۔ مسلمان قرآن کریم کے عموم کے مطابق ہر جگہ جمعہ کے قائل ہیں، وہ بستی ہو، شہر ہو، صحراء ہو یا جنگل۔ جہاں بھی تین یا اس سے زائد مسلمان ہوں، وہ جمعہ ادا کریں۔ یہ قید لگانا کہ جمعہ صرف بڑے شہر میں ہوتا ہے، بستیوں میں جمعہ نہیں ہوتا، بے دلیل مؤقف ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

إِنَّ أَوَّلَ جُمُعَةٍ جُمِّعَتْ بَعْدَ جُمُعَةٍ فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِي مَسْجِدِ عَبْدِ الْقَيْسِ بِجُوَاثٰى مِنَ الْبَحْرَيْنِ.

”مسجد نبوی کے بعد سب سے پہلا جمعہ مسجد عبد قیس میں ادا کیا گیا، جو بحرین کی ایک بستی میں واقع ہے۔“

(صحیح البخاري : 892)

❀ اس حدیث کے تحت حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ (۵۹۷ھ) فرماتے ہیں:

فِي هٰذَا دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ الْجُمُعَةَ تُقَامُ فِي الْقُرٰى، وَهُوَ قَوْلُ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

مَالِكٍ وَّالشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ، وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ : لَا تُقَامُ إِلَّا فِي الْأَمْصَارِ .

''یہ حدیث دلیل ہے کہ بستیوں میں بھی جمعہ ادا کیا جائے گا۔امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا یہی مذہب ہے، جبکہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جمعہ صرف شہروں میں ہی ادا ہو سکتا ہے۔''

(کشف المُشکل من حدیث الصّحیحین : 420/2)

❁ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک خط کے جواب میں فرمایا:

جَمِّعُوا حَيْثُ كُنْتُمْ .

''جہاں بھی ہوں، جمعہ ادا کریں۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 101/2، وسندهٗ صحيحٌ)

یہ قول عام ہے۔سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے مطابق جمعہ ہر جگہ ادا کیا جا سکتا ہے، شہر کی قید نہیں۔ اس اثر میں شہر کی قید لگانا بلا دلیل ہے۔

تنبیہ:

❁ سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لَا تَشْرِيقَ وَلَا جُمُعَةَ إِلَّا فِي مِصْرٍ جَامِعٍ .

''نماز عید اور نماز جمعہ صرف ان آبادیوں میں فرض ہے، جن کے باشندے مستقل رہائش پذیر ہیں۔''

(معرفة السّنن والآثار للبيهقي : 6330، وسندهٗ صحيحٌ)

قرآن کریم کے عموم اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے فرمان کے مطابق ہر جگہ جمعہ ادا کیا جا سکتا

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ہے، سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور دیگر اہل علم کے اقوال کا یہ مطلب نہیں کہ بستیوں میں جمعہ یا عید ادا نہیں ہوسکتی، بلکہ اہل علم نے اس کے دو مفہوم بیان کیے ہیں:

① حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

''سلف کے اقوال و افعال سے درست بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ ان بستیوں میں جمعہ قائم کیا جائے گا، جہاں لوگ مقیم ہوں اور ان میں نہیں، جہاں لوگ مسافر ہوں اور انہوں نے وہاں سے کوچ کر جانا ہو، علی رضی اللہ عنہ کی یہی مراد ہے۔''

(المُهذّب في اختصار السّنن الكبير : 1109/3)

② علامہ ابن رجب رحمہ اللہ (۷۹۵ھ) فرماتے ہیں:

''اس سے مراد وہ بستیاں ہیں، جن میں کوئی والی ہوتا ہے، جسے امام نے مقرر کیا ہوتا ہے، تو ان کی مراد یہ ہوگی کہ جمعہ صرف امام کی اجازت سے ہوتا ہے، ایسی جگہ میں، جہاں اس کا کوئی نائب ہو، وہ اس کی اجازت سے جمعہ پڑھائے گا۔ امام احمد نے یہی تفسیر کی ہے۔''

(فتح الباري لابن رجب : 140/8)

سوال: کیا اعتکاف صرف جامع مسجد میں جائز ہے؟

جواب: اعتکاف ہر مسجد میں ہوسکتا ہے۔

① اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ﴾ (البقرة : ١٨٧)

''تم مسجد میں اعتکاف کر رہے ہو۔''

❀ امام مالک بن انس رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

عَمَّ اللّٰهُ الْمَسَاجِدَ كُلَّهَا وَلَمْ يَخُصَّ شَيْئًا مِنْهَا .

''اللہ تعالیٰ نے تمام مسجدوں کو شامل کیا ہے، کسی مسجد کو خاص نہیں کیا۔''

(مؤطأ الإمام مالك: 313/1)

❀ امام بخاری رحمہ اللہ اسی آیت سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اَلْاِعْتِكَافُ فِي الْمَسَاجِدِ كُلِّهَا .

''تمام مساجد میں اعتکاف (کا بیان)''

(صحيح البخاري، قبل الحديث: 2025)

❀ امام ابن منذر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْاِعْتِكَافُ جَائِزٌ فِي جَمِيعِ الْمَسَاجِدِ عَلٰى ظَاهِرِ الْآيَةِ .

''آیت کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ اعتکاف تمام مساجد میں جائز ہے۔''

(الإشراف على مذاهب العلماء: 160/3)

② سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَّطَهُورًا .

''میرے لیے زمین کو مسجد اور پاکی کا ذریعہ بنا دیا گیا ہے۔''

(صحيح البخاري: 335، صحيح مسلم: 521)

❀ اس حدیث کے تحت علامہ ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ پوری زمین میں نماز جائز ہے، ورنہ تو نص اور اجماع سے ثابت ہے کہ پیشاب و پاخانہ مسجد کے علاوہ ہر جگہ جائز ہے، لہٰذا یہ بات درست ہے کہ مسجد کے علاوہ مقامات کا مسجد والا حکم نہیں ہے، یہ بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

درست ہے کہ مسجد کے علاوہ کہیں اعتکاف نہیں۔‘‘

(المحلّٰی بالآثار : 428/3)

③ امام زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا اعْتِكَافَ إِلَّا فِي مَسْجِدِ جَمَاعَةٍ، يُجْمَعُ فِيهِ .

’’اعتکاف صرف اس مسجد میں ہوسکتا ہے، جس میں نماز باجماعت کا اہتمام ہو۔‘‘

(مصنف ابن أبي شيبة : 90/3، وسندهٗ صحيحٌ)

④، ⑤ امام حکم بن عتیبہ اور امام حماد بن ابی سلیمان رحمہما اللہ فرماتے ہیں:

لَا يُعْتَكَفُ إِلَّا فِي مَسْجِدٍ يَجْمَعُونَ فِيهِ .

’’اعتکاف صرف اس مسجد میں کیا جا سکتا ہے، جس میں لوگ باجماعت نماز پڑھتے ہوں۔‘‘

(مصنف ابن أبي شيبة : 91/3، وسندهٗ صحيحٌ)

⑥ امام ابوجعفر باقر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا اعْتِكَافَ إِلَّا فِي مَسْجِدٍ يُجْمَعُ فِيهِ .

’’اعتکاف صرف اس مسجد میں جائز ہے، جس میں نماز باجماعت کا اہتمام ہو۔‘‘

(مصنف ابن أبي شيبة : 91/3، وسندهٗ صحيحٌ)

⑦ امام عروہ بن زبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا اعْتِكَافَ إِلَّا فِي مَسْجِدِ جَمَاعَةٍ .

’’اعتکاف اس مسجد میں درست ہے، جس میں نماز کی جماعت ہوتی ہو۔‘‘

(مصنف ابن أبي شيبة : 91/3، وسندهٗ صحيحٌ)

’’ محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ‘‘

www.KitaboSunnat.com

⑧ ایوب سختیانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّ أَبَا قِلَابَةَ اعْتَكَفَ فِي مَسْجِدِ قَوْمِهِ .

''امام ابوقلابہ رحمہ اللہ نے اپنے علاقے کی مسجد میں اعتکاف کیا۔''

(مصنف ابن أبي شيبة : 89/3، وسندهٗ صحيحٌ)

⑨ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا بَأْسَ بِالِاعْتِكَافِ فِي مَسَاجِدِ الْقَبَائِلِ .

''قبائل کی مساجد میں اعتکاف کرنے میں کوئی حرج نہیں۔''

(مصنف ابن أبي شيبة : 90/3، وسندهٗ صحيحٌ)

⑩ امام مالک بن انس رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْأَمْرُ عِنْدَنَا الَّذِي لَا اخْتِلَافَ فِيهِ، أَنَّهٗ لَا يُكْرَهُ الْاعْتِكَافُ فِي كُلِّ مَسْجِدٍ يُجَمَّعُ فِيهِ .

''ہمارا اتفاقی مسئلہ ہے کہ جس مسجد میں جمعہ ہوتا ہے، اس میں اعتکاف کرنا مکروہ نہیں ہے۔''

(مؤطأ الإمام مالك :313/1)

سوال: ٹڈی کا کیا حکم ہے؟

جواب: ٹڈی بالاتفاق حلال ہے۔مچھلی کی طرح اسے بھی ذبح نہیں کیا جاتا۔اس کا شمار حشرات الارض میں ہوتا ہے۔یہ چھ ٹانگوں والا کیڑا ہے۔اس میں خون نہیں ہوتا۔کئی بیماریوں میں بطور علاج استعمال ہوتا ہے۔قوم موسیٰ پر ٹڈیوں کا عذاب آیا تھا۔(سورت اعراف:۱۳۳) سیدنا ایوب علیہ السلام پر سونے کی ٹڈیوں کا لشکر اُتارا گیا۔(صحیح بخاری:۲۷۹)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سیدنا ایوب علیہ السلام صابر نبی تھے، قضائے الٰہی پر راضی ہونے والے تھے، یہ ان کے لیے بطور معجزہ و اکرام صلہ تھا۔

❁ سیدنا عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

غَزَوْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَ غَزَوَاتٍ نَأْكُلُ الْجَرَادَ .

''ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سات غزوات میں شریک ہوئے، جن میں ہم ٹڈیاں کھاتے رہے۔''

(صحيح البخاري : 5495، صحيح مسلم : 1952)

❁ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ٹڈی کے بارے میں پوچھا گیا، تو فرمایا:

وَدِدْتُ أَنَّ عِنْدِي قَفْعَةً نَأْكُلُ مِنْهُ .

''دل کرتا ہے کہ میرے پاس ٹڈیاں سے بھری ٹوکری ہو اور ہم کھائیں۔''

(مؤطأ الإمام مالك : 933/2، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

أُحِلَّتْ لَنَا مَيْتَتَانِ وَدَمَانِ؛ الْجَرَادُ وَالْحِيتَانِ وَالْكَبِدُ وَالطِّحَالُ .

''ہمارے لیے دو مردار اور دو خون حلال کر دیے گئے ہیں؛ (مردار میں) ٹڈی اور مچھلی، (اور خون میں) جگر اور تلی۔''

(السّنن الكبرى للبيهقي : 1196، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

❁ امام محمد بن ادریس شافعی رحمہ اللہ (۲۰۴ھ) فرماتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مَا رَأَيْتُ الْمَيِّتَ يَحِلُّ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا الْجَرَادُ وَالْحُوتُ .

''میں کسی مردہ چیز کو حلال نہیں جانتا، سوائے ٹڈی اور مچھلی کے۔''

(کتاب الأم : 233/2، ط النّجّار)

اجماع:

❁ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعُوا عَلٰى إِبَاحَةِ أَكْلِ الْجَرَادِ إِذَا وُجِدَ مَيِّتًا .

''اہل علم کا اجماع ہے کہ ٹڈی مردہ بھی ملے، تو اسے کھانا حلال ہے۔''

(الإجماع : 744)

❁ علامہ قرطبی رحمہ اللہ (۶۷۱ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ يَخْتَلِفِ الْعُلَمَاءُ فِي أَكْلِهِ عَلَى الْجُمْلَةِ، وَأَنَّهُ إِذَا أُخِذَ حَيًّا وَقُطِعَتْ رَأْسُهُ أَنَّهُ حَلَالٌ بِاتِّفَاقٍ .

''مجموعی طور پر اہل علم نے ٹڈی کو کھانے میں اختلاف نہیں کیا۔ ٹڈی کو زندہ پکڑ کر اس کا سر کاٹ دیا جائے، تو یہ بالاتفاق حلال ہے۔''

(تفسير القُرطبي : 268/7)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (۶۷۶ھ) فرماتے ہیں:

اَلسَّمَكُ وَالْجَرَادُ إِذَا مَاتَا طَاهِرَانِ بِالنُّصُوصِ وَالْإِجْمَاعِ .

''مچھلی اور ٹڈی مر جائیں، تو نصوص شرعیہ اور اجماع کی رُو سے پاک ہیں۔''

(المَجموع شرح المهذّب : 561/2)

سوال: دَم پر اجرت لینا کیسا ہے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: دَم پر اُجرت لینا جائز ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''اصحابِ رسول کا گروہ ایک چشمے پر پڑاؤ ڈالے ہوئے لوگوں کے پاس سے گزرا۔ان میں سے کسی شخص کو موذی جانور نے ڈس لیا تھا۔ان کا ایک آدمی صحابہ کرام کے پاس آیا اور پوچھا: کیا تم میں کوئی دَم کرنے والا ہے؟ چشمے کے پاس پڑاؤ کرنے والوں میں ایک شخص کو کسی موذی جانور نے کاٹ لیا ہے۔ایک صحابی گئے اور بکریوں کے عوض سورۂ فاتحہ پڑھ کر دَم کیا تو وہ شفایاب ہو گیا۔وہ بکریاں لے کر دوسرے صحابہ کے پاس آئے تو انہوں نے اس کام کو ناپسند کیا اور (اعتراض کرتے ہوئے) کہا: آپ نے قرآنِ کریم پر اُجرت لی ہے! حتیٰ کہ جب وہ مدینہ منورہ واپس آئے تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: اللہ کے رسول! اس شخص نے کتاب اللہ پر اُجرت لی ہے۔اس پر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جن چیزوں پر تمہارا اُجرت لینا جائز ہے، ان میں سب سے اولیٰ کتاب اللہ ہے۔''

(صحيح البخاري: 5737)

❁ سیدنا ابوسعید، خدری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

''صحابہ کرام کی جماعت عربوں کے ایک قبیلے کے پاس آئی تو انہوں نے مہمان نوازی نہ کی۔اسی اثنا میں ان کے سردار کو موذی جانور نے ڈَس لیا۔وہ کہنے لگے: کیا تمہارے پاس کوئی دوا یا دَم کرنے والا کوئی شخص ہے؟ صحابہ کرام نے کہا: تم نے ہماری مہمان نوازی نہیں کی، ہم بھی اس وقت تک دَم نہیں کریں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گے، جب تک تم ہماری اُجرت مقرر نہیں کرتے۔ قبیلے والوں نے بکریوں کا ایک ریوڑ مقرر کر دیا۔ ایک صحابی سورۂ فاتحہ کی قراءت کرنے لگے اور اپنی تھوک جمع کر کے اسے پھونکنے لگے۔ یوں وہ شخص شفایاب ہو گیا اور صحابہ کرام بکریاں لے آئے۔ کچھ صحابہ کرام نے کہا کہ ہم اس وقت تک یہ بکریاں نہیں لیں گے، جب تک نبی اکرم ﷺ سے پوچھ نہ لیں۔ انہوں نے آپ ﷺ سے پوچھا، تو آپ ہنس دیے اور (دَم کرنے والے صحابی سے) فرمایا: آپ کو کیسے معلوم تھا کہ سورۂ فاتحہ دَم ہے؟ بکریاں لے لیں اور اُن سے میرا حصہ بھی نکالیے۔"

(صحيح البخاري : 5736؛ صحيح مسلم :2201)

❀ فقیہ الامت، امام بخاری رحمہ اللہ (256ھ) نے اس حدیث کو کتاب الإجارة (اُجرت کے بیان) اور کتاب الطبّ (علاج کے بیان) میں ذکر کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ قرآنِ کریم تعلیم اور دَم وغیرہ پر اجرت لینا جائز ہے۔

❀ علامہ ابن بطال رحمہ اللہ (449ھ) اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

"دَم کے معاوضے اور قرآنِ کریم کی تعلیم پر اُجرت میں کوئی فرق نہیں، کیوں کہ دونوں معاملات منفعت پر مبنی ہیں، نیز نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ اُجرت لینے کے حوالے سے سب سے بہترین چیز کتاب اللہ ہے، یہ فرمان عام ہے اور اس میں تعلیم وغیرہ پر اُجرت کا جواز بھی شامل ہے۔"

(شرح صحيح البخاري : 406/6)

❀ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ (855ھ) لکھتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

مُطَابَقَتُهٗ لِلتَّرْجَمَةِ مِنْ حَيْثُ إِنَّ فِيهِ جَوَازَ أَخْذِ الْأُجْرَةِ لِقِرَائَةِ الْقُرْآنِ، وَلِلتَّعْلِيمِ أَيْضًا، وَلِلرُّقْيَا بِهٖ أَيْضًا لِّعُمُومِ اللَّفْظِ .

''اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح سے ہے کہ اس میں قرآنِ کریم پڑھ کر، اس کی تعلیم دے کر اور اس کا دَم کر کے اُجرت لینے کا جواز ہے، کیوں کہ حدیث کے الفاظ میں عموم ہے۔''

(عمدة القاري : 95/12)

❁ علامہ امیر صنعانی رحمہ اللہ (1182ھ) لکھتے ہیں:

''امام بخاری رحمہ اللہ نے اس قصہ کو قرآنِ کریم پر اُجرت کے بیان میں ذکر کیا ہے۔ اگر چہ اس حدیث میں تعلیم پر اُجرت کا بیان نہیں ہوا، لیکن اس میں قرآنِ کریم پڑھنے کے بدلے معاوضہ لینے کا ذکر ضرور ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے تعلیم یا کسی دوسرے مقصد (علاج) کے لیے قرآنِ کریم کی قراءت پر اُجرت جائز قرار دینے کے لیے اس حدیث کو بیان کیا ہے، کیوں کہ تعلیم یا علاج کے لیے قرآنِ کریم پڑھنے میں کوئی فرق نہیں۔''

(سبل السّلام : 117/2)

سوال: جلسہ استراحت کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: پہلی اور تیسری رکعت میں سجدوں کے بعد بیٹھنا، جلسۂ استراحت کہلاتا ہے۔ جلسہ استراحت سنت ہے۔

❁ سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي، فَإِذَا كَانَ فِي وِتْرٍ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مِّنْ صَلَاتِهٖ لَمْ يَنْهَضْ حَتّٰى يَسْتَوِيَ قَاعِدًا .

''میں نے نبی کریم ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھا، جب آپ طاق رکعت میں ہوتے، تو اس وقت تک کھڑے نہ ہوتے، جب تک سیدھے ہو کر بیٹھ نہ جاتے۔''

(صحيح البخاري : ٨٢٣)

❁ نبی کریم ﷺ نے ایک ایسے شخص کو، جو نماز صحیح طرح نہیں پڑھ رہا تھا، نماز کا طریقہ بتلایا اور اسے فرمایا:

ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا .

''پھر (دوسرے سجدے سے) سر اٹھائیں اور اطمنان سے بیٹھ جائیں۔''

(صحيح البخاري : ٦٢٥١)

فائدہ:

❁ ایوب سختیانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ يَفْعَلُ شَيْئًا لَّمْ أَرَهُمْ يَفْعَلُونَهٗ كَانَ يَقْعُدُ فِي الثَّالِثَةِ وَالرَّابِعَةِ .

''سیدنا عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ ایک ایسا عمل کرتے تھے، جو میں نے عام لوگوں کو کرتے نہیں دیکھا، آپ رضی اللہ عنہ تیسری اور چوتھی رکعت میں (دو سجدوں کے درمیان) بیٹھتے تھے۔''

(صحيح البخاري : ٨١٨)

اس سے مراد دو سجدوں کے درمیان والا قعدہ ہے، نہ کہ دو سجدوں کے بعد (جلسہ استراحت) والا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مطلب یہ کہ آپ رضی اللہ عنہ صرف یہی قعدہ کرتے ہوں گے، جب کہ دیگر صحابہ اور تابعین تمام رکعات میں دو سجدوں کے درمیان قعدہ کرتے تھے۔

اسے جلسہ استراحت کی نفی پر دلیل بنانا سراسر غلط ہے، کیوں کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے بَابُ الْمُكْثِ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ "دو سجدوں کے درمیان ٹھہراؤ کا بیان" کے تحت ذکر کیا ہے۔

❁ سیدنا ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے دس صحابہ رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھ کر دکھائی، تو سب نے یک زبان ہو کر کہا:

صَدَقْتَ هٰكَذَا كَانَ يُصَلِّي صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

"آپ نے سچ کہا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے ہی نماز ادا کرتے تھے۔"

❁ اسی حدیث میں ہے:

ثُمَّ قَالَ : اللّٰهُ أَكْبَرُ، ثُمَّ ثَنٰى رِجْلَهٗ وَقَعَدَ وَاعْتَدَلَ حَتّٰى يَرْجِعَ كُلُّ عَظْمٍ فِي مَوْضِعِهٖ، ثُمَّ نَهَضَ .

"پھر اللہ اکبر کہا اور ایک پاؤں کھڑا کر لیا اور اس قدر اعتدال کے ساتھ بیٹھ گئے کہ ہر ہڈی اپنے فطری مقام پر پہنچ گئی، پھر کھڑے ہو گئے۔"

(مسند الإمام أحمد : ٤٢٤/٥، سنن أبي داود : ٧٣٠، سنن الترمذي : ٣٠٤، سنن ابن ماجه : ١٠٦٢،٨٦٢، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے "حسن صحیح"، امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۱۹۲)، امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۵۸۷)، امام ابن حبان رحمہ اللہ (۱۸۶۵)، حافظ خطابی رحمہ اللہ (معالم السنن: ۱/۱۹۴)، حافظ نووی رحمہ اللہ (خلاصۃ الأحکام: ۱/۳۵۳) اور حافظ ابن قیم رحمہ اللہ (تہذیب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

السنن:۲/۴۱٦) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو نماز تسبیح کا طریقہ سکھاتے ہوئے فرمایا:

ثُمَّ تَرْفَعُ رَأْسَكَ، فَتَقُولُهَا عَشْرًا.

''پھر سر اٹھائیں اور دس مرتبہ دعا پڑھیں۔''

(سنن أبي داود: ۱۲۹۷، سنن ابن ماجه: ۱۳۸۷، وسندهٔ حسنٌ)

❁ اس حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۱۲۱٦) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

مذکورہ حدیث میں دو سجدوں کے بعد دس بار تسبیحات پڑھنے کا حکم ہے، جو کہ لازما جلسہ استراحت میں ہی ممکن ہے۔ اگر جلسہ استراحت مشروع نہیں، تو دس بار تسبیحات کس حالت میں پڑھی جائیں؟

❁ علامہ سندھی حنفی رحمہ اللہ (۱۱۳۸ھ) لکھتے ہیں:

هٰذَا نَصٌّ فِي شَرْعِ جِلْسَةِ الْاِسْتِرَاحَةِ فِي هٰذِهِ الصَّلَاةِ فَلَا وَجْهَ لِلْاِحْتِرَازِ عَنْهُ.

''یہ حدیث تسبیح نماز میں جلسہ استراحت کے مشروع ہونے پر نص ہے، اس سے چھٹکارا ممکن نہیں۔''

(حاشية السّندهي على سنن ابن ماجه: ۱/۴۲۰)

❁ علامہ عبدالحی لکھنوی حنفی رحمہ اللہ (۱۳۰۴ھ) لکھتے ہیں:

اَلشَّافِعِيَّةُ وَالْمُحَدِّثُونَ أَكْثَرُهُمُ اخْتَارُوا الْكَيْفِيَّةَ الْمُشْتَمِلَةَ عَلٰى جَلْسَةِ الْاِسْتِرَاحَةِ وَقَدْ عُلِمَ مِمَّا أَسْلَفْنَا أَنَّ الْأَصَحَّ ثُبُوتًا

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

هُوَ هٰذِهِ الْكَيْفِيَّةُ فَلْيَأْخُذْ بِهَا مَنْ يُّصَلِّيهَا حَنَفِيًّا كَانَ أَوْ شَافِعِيًّا .

”شافعیہ اور محدثین کی اکثریت نے (نمازِ تسبیح میں) جلسہ استراحت والی کیفیت اختیار کی ہے۔ ہماری سابقہ بحث سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ثبوت کے اعتبار سے صحیح ترین یہی کیفیت ہے، لہٰذا حنفی ہو یا شافعی، جو بھی نمازِ تسبیح پڑھنا چاہتا ہے، وہ اسی کیفیت کو اختیار کرے۔“

(الآثار المرفوعة في الأخبار الموضوعة، ص ١٤١)

سوال: با جماعت نماز کا حکم کیا ہے؟

جواب: مردوں کے لیے نماز کو با جماعت ادا کرنا واجب ہے۔ جان بوجھ کر اس کا ترک جائز نہیں۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”میں نے ارادہ کیا ہے کہ لوگوں کو حکم دے کر جماعت کھڑی کروا دوں، پھر میں اپنے جوانوں کو حکم دوں کہ وہ ان لوگوں کے پاس جائیں، جو جماعت میں شامل نہیں ہوتے اور لکڑیوں کے گٹھے سے ان کے گھر جلا دوں، اگر کسی کو معلوم ہو جائے کہ اسے موٹی تازی ہڈی یا دو عمدہ پائے ملیں گے، تو وہ عشا کی نماز میں بھی حاضر ہو جائے گا۔“

(صحيح البخاري : 644، صحيح مسلم :651، المنتقى لابن الجارود : 304)

سوال: خواتین کی جماعت کا کیا حکم ہے؟

جواب: مسجد میں با پردہ انتظام موجود ہو، تو خواتین جماعت کے ساتھ نماز پڑھ سکتی ہیں، البتہ ان پر جماعت میں شامل ہونا واجب نہیں۔ اسی طرح خواتین گھر میں بھی

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

باجماعت نماز ادا کرسکتی ہیں۔عورت امام بھی بن سکتی ہے،مگرصرف عورتوں کی۔اس صورت میں وہ صف کے درمیان میں کھڑی ہوگی۔

❁ ریطہ حنفیہ رحمہا اللہ بیان کرتی ہیں:

أَمَّتْنَا عَائِشَةُ فَقَامَتْ بَيْنَهُنَّ فِي الصَّلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ .

’’ہمیں اُم المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے صف کے درمیان کھڑے ہوکر فرض نماز کی امامت کرائی۔‘‘

(سنن الدّارقُطني : 1507 ، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ’’صحیح‘‘ کہا ہے۔

(خُلاصة الأحكام : 680/2)

سوال: جمعہ کے دن درود کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: بلاشبہ نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس پر درود وسلام پڑھنا باعث فضیلت اور باعث رحمت وبرکت ہے۔

❁ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ صَلَّى عَلَيَّ وَاحِدَةً؛ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشْرًا .

’’اللہ اس پر دس رحمتیں کرتا ہے جو مجھ پہ ایک دفعہ درود پڑھے۔‘‘

(صحيح مسلم : 408)

❁ دوسری روایت ہے:

مَنْ صَلَّى عَلَيَّ مَرَّةً وَاحِدَةً؛ كَتَبَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهٗ بِهَا عَشْرَ حَسَنَاتٍ .

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

”جو ایک دفعہ مجھ پہ درود پڑھے، اللہ اس کی دس نیکیاں لکھ دیتا ہے۔“

(مسند الإمام أحمد : 262/2، وسندهٗ حسنٌ، وصحّحه ابن حبّان : 905)

یہ فضیلت ہر وقت اور ہر دن کے لیے ہے، جمعہ والے دن میں درود پڑھنے کی کوئی الگ فضیلت نہیں، اس بارے میں مروی ساری کی ساری روایات ضعیف وغیر ثابت ہیں۔

سوال: جمعہ کے دن غسل کا کیا حکم ہے؟

جواب: جمعہ کے دن غسل کرنا مستحب اور مسنون ہے، اسے بلا عذر ترک کرنا کئی فضائل و برکات سے محرومی ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمُ الْجُمُعَةَ؛ فَلْيَغْتَسِلْ .

”جب آپ میں سے کوئی جمعہ پڑھنے آئے، تو غسل کر کے آئے۔“

(صحيح البخاري : 877، صحيح مسلم : 844)

❁ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

غُسْلُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُحْتَلِمٍ .

”جمعہ کے دن غسل ہر بالغ مسلمان پر واجب (ثابت) ہے۔“

(صحيح البخاري : 879، صحيح مسلم : 846)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لِلّٰهِ تَعَالٰى عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ حَقٌّ أَنْ يَّغْتَسِلَ فِي كُلِّ سَبْعَةِ أَيَّامٍ يَوْمًا .

”اللہ تعالیٰ کا ہر مسلمان پر حق ہے کہ وہ ہر سات دنوں میں ایک دن غسل کرے۔“(صحيح البخاري : 898، صحيح مسلم : 849)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ان احادیث کا معنی درجِ ذیل احادیث و آثار سے واضح ہو جاتا ہے:

❁ ام المومنین، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''لوگ جمعہ کے دن اپنے گھروں اور دُور کے علاقوں سے گرد و غبار سے گزر کر آتے تھے۔ وہ گرد و غبار میں اَٹے ہوتے تھے اور پسینے سے شرابور ہوتے تھے۔ ان میں سے ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت میرے پاس تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر آپ اس دن کے لیے غسل کرتے (تو اچھا ہوتا)۔'' (صحيح البخاري : 902، صحيح مسلم : 847)

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

كَانَ النَّاسُ مَهَنَةَ أَنْفُسِهِمْ، وَكَانُوا إِذَا رَاحُوا إِلَى الْجُمُعَةِ؛ رَاحُوا فِي هَيْئَتِهِمْ، فَقِيلَ لَهُمْ : «لَوِ اغْتَسَلْتُمْ» .

''صحابہ کرام محنت و مزدوری کرنے والے لوگ تھے، جب وہ جمعہ کے لیے آتے، تو اپنی اسی حالت میں آتے۔ اس پر انہیں یہ فرمایا گیا کہ اگر تم غسل کرو، تو بہتر ہے۔'' (صحيح البخاري : 903، صحيح مسلم : 847)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن کھڑے خطبہ دے رہے تھے کہ مہاجرین اوّلین میں سے ایک صحابی مسجد میں داخل ہوئے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں پکارا: یہ کون سا وقت ہے؟ انہوں نے کہا: میں کام میں مصروف تھا اور گھر لوٹا ہی تھا کہ اذان سنی، صرف وضو ہی کیا اور آ گیا۔ فرمایا: اور کیا بھی صرف وضو، جبکہ آپ کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو غسل کا حکم فرماتے تھے۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(صحيح البخاري : 878، صحيح مسلم : 845)

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ تَوَضَّأَ؛ فَبِهَا وَنِعِمَتْ، وَيُجْزِئُ مِنَ الْفَرِيضَةِ، وَمَنِ اغْتَسَلَ؛ فَالْغُسْلُ أَفْضَلُ.

”جو شخص وضو کرے، اس نے سنت کو لیا اور یہ سنت اچھی ہے اور اس کا فرض بھی ادا ہو گیا، لیکن جو شخص غسل کرے، تو یہ عمل زیادہ بہتر ہے۔“

(السّنن الکبریٰ للبیهقي :1/295، وسندہٗ حسنٌ)

❁ عکرمہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

”اہل عراق میں سے کچھ لوگ آئے اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہنے لگے: ابن عباس! کیا آپ جمعہ کے دن غسل کو واجب سمجھتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: نہیں، لیکن یہ زیادہ پاکیزگی کا سبب ہے اور زیادہ بہتر ہے۔ جو شخص غسل نہ کرے، اس پر فرض نہیں۔ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ غسل کیسے شروع ہوا؟ لوگ کام میں انتہائی مصروف تھے، اون کے کپڑے پہنے کمر پر بوجھ اٹھاتے تھے۔ ان کی مسجد تنگ تھی اور اس کی چھت نیچی تھی اور وہ تھا بھی چھپر۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک سخت گرمی والے دن تشریف لائے، لوگ اون کے کپڑوں میں پسینے سے شرابور تھے اور ان سے پسینے کی بدبو کے بھبوکے اٹھ رہے تھے جس سے ایک دوسرے کو تکلیف ہو رہی تھی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بدبو محسوس کی، تو فرمایا: لوگو! جب جمعہ کا دن ہو، تو غسل کر لیا کریں اور ہر شخص کے پاس جو تیل اور خوشبو ہو، لگا لیا کرے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ اچھے دن لے آیا، لوگوں نے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

اونی کپڑے پہننا چھوڑ دیے، ان کا کام بھی ہلکا ہو گیا، ان کی مسجد بھی وسیع ہو گئی اور پسینے کی وجہ سے جو ایک دوسرے کو تکلیف ہوتی تھی، وہ بھی تقریباً ختم ہو گئی۔''

(سنن أبي داوٗد : 353، المعجم الكبير للطبراني : 219/11، شرح معاني الآثار للطحاوي :116/1، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (1755) نے ''صحیح'' اور امام حاکم رحمہ اللہ (280/1، 189/4) نے ''امام بخاری کی شرط پر صحیح'' قرار دیا ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اس بارے میں ان کی موافقت کی ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''حسن'' کہا ہے۔(فتح الباري : 362/2)

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مِنَ السُّنَّةِ الْغُسْلُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ .

''جمعہ کے دن غسل کرنا سنت ہے۔''

(مسند البزّار [كشف الأستار : 627]، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: کیا روح کو فنا ہے؟

جواب: روح کو فنا نہیں۔ روح باقی رہتی ہے۔

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا الْحَقُّ الَّذِي اتَّفَقَتْ عَلَيْهِ الرُّسُلُ وَأَتْبَاعُهُمْ، فَهُوَ أَنَّ هٰذِهِ الْأَرْوَاحَ بَاقِيَةٌ بَعْدَ مُفَارَقَةِ أَبْدَانِهَا، لَا تَفْنٰى وَلَا تُعْدَمُ، وَأَنَّهَا مُنَعَّمَةٌ أَوْ مُعَذَّبَةٌ فِي الْبَرْزَخِ، فَإِذَا كَانَ يَوْمُ الْمَعَادِ رُدَّتْ إِلٰى أَبْدَانِهَا، فَتُنَعَّمُ مَعَهَا أَوْ تُعَذَّبُ، وَلَا تُعْدَمُ وَلَا تَفْنٰى .

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''جس حق بات پر رسولوں اور ان کے متبعین کا اتفاق ہے، وہ یہ ہے کہ روحیں جسموں سے نکلنے کے بعد باقی رہتی ہیں، یہ فنا نہیں ہوتیں، نیز یہ برزخ میں (اپنے اپنے اعمال کی بنا پر) نعمتوں سے لطف اندوز ہوتی ہیں یا عذاب سے دوچار کی جاتی ہیں، پھر جب قیامت کا دن آئے گا، تو ان روحوں کو جسموں میں لوٹا دیا جائے گا اور وہ اپنے اپنے جسموں کے ساتھ نعمتوں سے سرفراز ہوں گی یا (اعمال کی خرابی کی وجہ سے) عذاب کا شکار ہوں گی، بہر کیف انہیں فنا نہیں۔''

(مَدارج السّالکین: 241/2)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۶۳)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: عیسیٰ بن جاریہ راوی کے متعلق کیا کہتے ہیں؟

جواب: عیسیٰ بن جاریہ جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ اس کا ضعف ہی راجح ہے۔ اس بارے میں ائمہ کے اقوال ملاحظہ فرمائیں؛

❀ امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عِنْدَهٗ أَحَادِيثُ مَنَاكِيرُ .

''اس کی منکر احادیث ہیں۔''

(تاريخ ابن معين برواية الدّوري : 4825)

❀ نیز فرماتے ہیں:

حَدِيثُهٗ لَيْسَ بِذَاكَ .

''اس کی حدیث قوی نہیں۔''

(تاريخ ابن معين برواية الدّوري : 4810)

❀ مزید فرماتے ہیں:

لَيْسَ بِشَيْءٍ .

''یہ کچھ نہیں تھا۔''

(سؤالات ابن الجنيد : 117)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

❁ امام نسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مُنْكَرُ الْحَدِيثِ .

”یہ منکر الحدیث ہے۔“

(الضّعفاء والمتروكون : 423، الكامل لابن عدي : 436/6)

❁ امام ابن عدی رحمہ اللہ نے اس کی روایات کو ”غیر محفوظ“ قرار دیا ہے۔

(الكامل في ضُعفاء الرِّجال : 437/6)

حافظ ساجی اور حافظ عقیلی رحمہما اللہ نے ”الضعفاء“ میں ذکر کیا ہے۔

❁ امام ابوزرعہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا بَأْسَ بِهِ .

”اس میں کوئی حرج نہیں۔“

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم : 273/6، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ”الثقات (۲۱۴/۵)“ میں ذکر کیا ہے۔

❁ حافظ خلیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَحَلُّهُ الصِّدْقُ .

”یہ سچا تھا۔“

(الإرشاد : 785/2)

تنبیہ:

امام ابوداود رحمہ اللہ نے ”منکر الحدیث“ کہا ہے۔

(تهذيب التّهذيب لابن حَجَر : 207/8)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

یہ قول ثابت نہیں ہے۔ امام ابوداود رحمہ اللہ سے نقل کرنے والے "آجری" کے حالات زندگی نہیں ملے۔

سوال: جمعہ کے دن سفر کرنا کیسا ہے؟

جواب: جمعہ کے دن سفر جائز ہے۔ اس بارے میں ممانعت ثابت نہیں۔

سوال: جمعہ سے پہلے اور بعد کی سنتیں کتنی ہیں؟

جواب: جمعہ سے پہلے نماز کی رکعات متعین نہیں۔ مطلب یہ کہ خوب عبادت کی جائے۔ ہفتہ بھر کی بہتری اسی دن پر موقوف ہے، لہٰذا خاص تیاری کے ساتھ جلد ہی مسجد کا رُخ کیا جائے۔ صد افسوس! کہ ہم اس دن کی اہمیت سے غافل ہیں اور ان بابرکت ساعتوں کو دُنیا کی نظر کر دیتے ہیں، بوڑھے بزرگ گھروں میں وقت ضائع کرتے رہتے ہیں۔ چاہیے تو یہ تھا کہ علی الصبح نہا دھو کر صاف ستھرا لباس زیب تن کر کے اور خوشبو سے معطر ہو کر مسجد کی جانب چل پڑتے اور سارا دن ذکر الٰہی، تلاوت قرآن کریم، دُعاؤں، التجاؤں اور نوافل میں مشغول رہتے، قبولیت کی ان ساعتوں سے بہرہ مند ہوتے۔ یہ تھا مقصد ہفتہ کے بعد جمعۃ المبارک کا۔ لیکن ہماری غفلت کا یہ عالم ہے کہ جمعہ پڑھتے ہی نہیں ہیں۔ سارا دن تقریبات اور دُنیاوی چہل پہل میں گزار دیتے ہیں، جو اِکّا دُکّا پڑھتے ہیں، وہ بروقت مسجد میں نہیں آتے۔

جمعہ کے نوافل کی رکعات متعین نہیں، پہلے آنے والا جتنی چاہے عبادت کرے۔

① سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنِ اغْتَسَلَ، ثُمَّ أَتَى الْجُمُعَةَ، فَصَلَّى مَا قُدِّرَ لَهُ، ثُمَّ أَنْصَتَ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْ خُطْبَتِهِ، ثُمَّ يُصَلِّي مَعَهُ؛ غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الْجُمُعَةِ الْأُخْرٰی، وَفَضْلُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ .

’’غسل کر کے جو شخص نماز جمعہ کے لیے آ گیا، نوافل ادا کئے اور خاموش ہو رہا، امام خطبہ سے فارغ ہوا، تو اس کے ساتھ نماز ادا کی۔ اسے اگلے جمعہ تک کے اور مزید تین دن کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔‘‘

(صحيح مسلم : 857)

② سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’جس نے جمعہ کے دن غسل کیا، ممکن حد تک طہارت حاصل کی، تیل یا خوشبو لگائی اور جمعہ کے لئے چل دیا، لوگوں کی گردنیں پھلانگیں، نہ ان میں گھس کر بیٹھا، نوافل ادا کیے، امام کے آنے پر خاموش ہو رہا، تو پچھلے جمعہ سے اس جمعہ تک کے تمام گناہ اسے معاف کر دیئے جاتے ہیں۔‘‘

(صحيح البخاري : 910)

③ سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا:

’’جس نے جمعہ کے دن غسل کیا، خوشبو پاس ہے، تو وہ لگائی، خوبصورت لباس زیب تن کیا، پھر مسجد کی جانب چل دیا۔ ممکن ہوا، تو نماز پڑھی، کسی کو تکلیف نہ دی، امام (جمعہ کیلئے) نکلا، نماز ادا کرنے تک خاموش رہا، تو یہ عمل سابقہ جمعہ سے اس جمعہ تک کے تمام گناہوں کا کفارہ بن جائے گا۔‘‘

(مسند الإمام أحمد : 420/5، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (1775) نے ’’صحیح‘‘ کہا ہے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ثابت ہوا کہ جمعہ سے پہلے نوافل کی تعداد متعین نہیں، جتنے چاہے پڑھ لے۔

③ نافع رحمہ اللہ کہتے ہیں:

”سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جمعہ سے پہلے لمبی نماز پڑھتے، جمعہ کے بعد گھر میں دو رکعت پڑھتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی عمل روایت کرتے۔“

(سنن أبي داوٗد : 1128، وسندہٗ صحیحٌ)

جمعہ کے بعد صرف دو رکعت بھی پڑھی جا سکتی ہیں، چار بھی، دو پڑھ کر پھر چار یعنی چھ بھی پڑھی جا سکتی ہیں۔ گھر میں پڑھیں یا مسجد میں، دونوں صورتیں جائز ہیں:

① سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

كَانَ لَا يُصَلِّي بَعْدَ الْجُمُعَةِ حَتّٰى يَنْصَرِفَ، فَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ فِي بَيْتِهٖ .

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے بعد گھر لوٹ کر ہی دو رکعت ادا کرتے تھے۔“

(صحيح البخاري : 937؛ صحيح مسلم : 882)

② سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا صَلّٰى أَحَدُكُمُ الْجُمُعَةَ، فَلْيُصَلِّ بَعْدَهَا أَرْبَعًا .

”جمعہ کے بعد چار رکعت ادا کریں۔“

(صحيح مسلم :67/881)

❀ صحیح مسلم (69/881) میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ كَانَ مِنْكُمْ مُّصَلِّيًا بَعْدَ الْجُمُعَةِ، فَلْيُصَلِّ أَرْبَعًا .

”جمعہ کے بعد چار رکعت ادا کریں۔“

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

③ امام ابن جریج رحمہ اللہ کہتے ہیں:

”عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ نے مجھے بتایا کہ انہوں نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو جمعہ کے بعد نماز پڑھتے دیکھا۔ آپ جمعہ والی جگہ سے تھوڑا سا سرک جاتے اور دو رکعت پڑھتے، پھر تھوڑا اور آگے بڑھتے اور چار رکعت ادا کرتے۔ میں نے عطاء رحمہ اللہ سے پوچھا کہ کتنی بار دیکھا؟ کہا: کئی بار۔“

(سنن أبي داوٗد : 1133؛ سنن التِّرمِذي : 523، وسندهٗ صحيحٌ)

✿ حافظ نووی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ”صحیح“ کہا ہے۔

(خُلاصة الأحكام : 812/2)

سوال: کیا جمعہ والے دن فجر کی نماز میں سورت سجدہ اور سورت دہر کی قرأت مسنون ہے؟

جواب: جمعہ کے روز نماز فجر کی پہلی رکعت میں سورۂ سجدہ اور دوسری میں سورۂ دہر کی تلاوت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

✿ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْجُمُعَةِ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ ﴿الم تَنْزِيلُ السَّجْدَةَ﴾، وَ﴿هَلْ اَتٰى عَلَى الْإِنْسَانِ حِينٌ مِّنَ الدَّهْرِ﴾.

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن نماز فجر میں سورت سجدہ اور سورت دہر کی تلاوت کیا کرتے تھے۔“

(صحيح البخاري : 891؛ صحيح مسلم : 880)

www.KitaboSunnat.com

سوال: کیا خطبہ جمعہ میں خاموشی اختیار کرنا واجب ہے؟

جواب: خطبہ جمعہ مکمل توجہ سے سننا چاہیے، اس دوران گفت وشنید کرنا ممنوع ہے۔ قرآن وحدیث کے دلائل سے یہی ثابت ہوتا ہے۔

سوال: کیا جنوں میں سے کوئی نبی ہوا ہے؟

جواب: جنوں میں نبی ہونے پر قرآن وحدیث میں کوئی دلیل نہیں، نبی اور رسول فقط انسانوں میں آئے تھے۔

❁ جنوں نے کہا تھا:

﴿إِنَّا سَمِعْنَا كِتَابًا أُنْزِلَ مِنْ بَعْدِ مُوسٰى﴾(الأحقاف : ۳۰)

”ہم نے موسیٰ علیہ السلام کے بعد نازل ہونے والی ایک کتاب کی تلاوت سنی۔“

اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو جنوں کی طرف بھی بھیجا گیا تھا۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا إِنَّهُمْ لَيَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَيَمْشُونَ فِي الْأَسْوَاقِ﴾(الفرقان : ۲۰)

”(اے نبی!) آپ سے پہلے تمام رسول کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے تھے۔“

❁ نیز فرمایا:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُوحِي إِلَيْهِمْ مِنْ أَهْلِ الْقُرٰى﴾(یوسف : ۱۰۹)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

”(اے نبی!) ہم نے آپ سے پہلے بھی سبھی رسول جنسِ مرد سے بھیجے، ہم ان کی طرف وحی کرتے تھے۔ نیز وہ اپنی قوم کے ہی فرد تھے۔“

اللہ تعالیٰ کا یہ بھی فرمان ہے کہ ابراہیم خلیل علیہ السلام کے بعد جتنے بھی نبی آئے، سب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سے تھے۔

❀ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ﴾(العنکبوت : ٢٧)

”ہم نے نبوت اور کتابوں کا سلسلہ ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں رکھ دیا ہے۔“

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ﴾(الأنعام : ١٣٠)

”اے انسانوں اور جنوں کی جماعت! کیا تمہارے پاس رسول نہیں آئے، جو تم ہی میں سے تھے۔“

بعض لوگ اس آیت سے استدلال کرتے ہیں کہ جنوں میں بھی رسول مبعوث ہوئے تھے، لیکن یہ استدلال درست نہیں ہے، کیوں کہ سلف صالحین میں سے کسی نے اس آیت سے جنوں سے رسول مبعوث ہونے پر استدلال نہیں کیا۔

سلف صالحین سب سے بڑھ کر قرآنی نصوص کی مراد و معنی سمجھنے والے تھے۔ صحیح معنی یہ کہ انبیا تھے تو انسان ہی، مگر مبعوث جن و انس دونوں کی طرف ہوئے۔

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

فِي الْاسْتِدْلَالِ بِهَا عَلٰى ذٰلِكَ نَظَرٌ، لِأَنَّهَا مُحْتَمِلَةٌ وَلَيْسَتْ بِصَرِيحَةٍ.

”اس آیت سے جنوں میں سے نبی ہونے پر استدلال کرنا محلِ نظر ہے، کیوں

www.KitaboSunnat.com

کہ یہ استدلال اپنے دعوی پر واضح نہیں ہے۔"

(تفسیر ابن کثیر : 340/3)

دوسرے یہ کہ لفظ "مجموعہ" کا اطلاق "بعض" پر بھی ہو جاتا ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيهِنَّ نُورًا وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا﴾(نوح : ١٦)

"اللہ نے چاند کو آسمانوں میں نور اور سورج کو چراغ بنایا۔"

حالانکہ چاند کی روشنی تو صرف ایک آسمان پر ہوتی ہے، سب کا ذکر کر کے مراد ایک لیا ہے۔

❀ نیز فرمان الٰہی ہے:

﴿فَكَذَّبُوهُ فَعَقَرُوهَا﴾(الشّمس : ١٤)

"ثمود نے صالح کی تکذیب کی اور اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں۔"

یہاں بھی تمام سے بعض مراد ہیں، کیوں کہ کونچیں صرف ایک نے کاٹی تھیں۔

❀ قرآن مجید نے دوسرے مقام پر بیان کیا ہے:

﴿فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطَى فَعَقَرَ﴾(القمر : ٢٩)

"ثمود نے اپنے ایک ساتھی کو بلایا اور اس سرکش نے اونٹنی کے پانچے کاٹ دیے۔"

تنبیہ ①

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

هُمُ الْجِنُّ لَقُوا قَوْمَهُمْ، وَهُمْ رُسُلٌ إِلٰى قَوْمِهِمْ .

"ان جنوں سے مراد وہ ہیں، جو اپنی قوم میں بطور ایلچی گئے تھے۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(تفسير الطّبري : 122/12)

یہ اثر دو وجہ سے ''ضعیف'' ہے۔

① امام طبری کے استاذ قاسم بن حسن کون ہیں؟ معلوم نہیں!

② ابن جریج کا عنعنہ ہے، ان کا سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سماع نہیں ہے، لہٰذا یہ روایت ''مدلس'' اور ''منقطع'' ہے۔

تنبیہ ②:

❁ ضحاک بن مزاحم رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ کیا جنوں میں کوئی نبی مبعوث ہوا؟ تو انہوں نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

(تفسير الطّبري : 121/12)

قول سخت ضعیف ہے۔ سند میں محمد بن حمید رازی ''ضعیف'' اور ''کذاب'' ہے۔

تنبیہ ③:

❁ سورت غافر کی آیت نمبر 34 کی تفسیر میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب ہے کہ آپ نے فرمایا:

''اس سے رَسُوْلُ الْجِنِّ مراد ہیں۔''

(فتح الباري : 345/6)

یہ قول بے سند ہے۔

فائدہ:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جن وانس کی طرف ہی مبعوث ہوئے، اس پر کئی اہل علم نے اجماع نقل کیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَبْعُوْثٌ إِلَى الثَّقَلَيْنِ بِاتِّفَاقِ الْمُسْلِمِيْنَ.

''محمد ﷺ جن وانس کی طرف مبعوث ہوئے، اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔''

(الفُرقان بين أولياء الرحمٰن وأولياء الشّيطٰن، ص 192)

الحاصل:

قرآن وحدیث میں جنوں میں سے نبی یا رسول کے مبعوث ہونے پر کوئی دلیل نہیں اور نہ ہی سلف صالحین میں سے کوئی جنوں میں نبی یا رسول کی بعثت کا قائل تھا۔ یاد رہے کہ دین وہی ہے، جو سلف نے سمجھا ہے۔

سوال: کیا جنات کا وجود ہے؟

جواب: جنات کا وجود قرآن، متواتر احادیث اور اجماعِ امت سے ثابت ہے۔ تیس کے قریب قرآنی آیات اس پر دلالت کناں ہیں، البتہ جہمیہ، معتزلہ، فلاسفہ، جمہور قدریہ اور زنادقہ وملاحدہ جنات کی وجود کی حقیقت کے منکر ہیں۔

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) لکھتے ہیں:

''تمام فرق ہائے مسلمہ کا اتفاق ہے کہ جنات کا وجود ہے اور محمد کریم ﷺ کی رسالت ان کے لیے بھی ہے۔ کفار کے اکثر گروہ بھی جنوں کی حقیقت تسلیم کرتے ہیں، یہود ونصاریٰ بھی مسلمانوں کی طرح جنات کا وجود تسلیم کرتے ہیں، گو کچھ منکر بھی ہیں، معدودے چند منکر تو مسلمانوں میں بھی ہیں۔ کچھ غالی مسلمانوں اور معتزلہ کی جماعتوں میں ایسے لوگ موجود ہیں، لیکن اکثر جماعتیں اوران کے ائمہ جنات کا وجود مانتے ہیں، کیوں کہ جنات کے وجود سے متعلق

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انبیاء کے واقعات اس قدر متواتر ہیں کہ جنہیں مانے بغیر چارہ نہیں۔ یہ بھی ماننا پڑے گا کہ وہ زندہ، صاحب عقل، خودمختار، بلکہ شریعت کے مکلّف ہیں۔ یہ کوئی عارضہ یا وہم نہیں جو بعض انسانوں کو لاحق ہو جاتا ہے، جیسا کہ بعض ملحدوں کا خیال ہے۔ جب جنوں کا معاملہ اس قدر متواتر ہے کہ جسے ہر خاص و عام بخوبی سمجھ سکتا ہے، تو پھر رسولوں پر ایمان رکھنے والی اتنی بڑی جماعت کے لیے جنات کی حقیقت کا انکار ممکن نہیں۔“

(مجموع الفتاویٰ: 10/19)

❁ علامہ ابن حجر ہیتمی رحمہ اللہ (۹۷۴ھ) لکھتے ہیں:

”اہل سنت جنات کا وجود مانتے ہیں۔ معتزلہ انکاری ہیں، جو کہ قرآن وسنت اور اجماع امت کی مخالفت ہے، بلکہ کفر ہے، اس سے جنات کے وجود پر دلالت کرنے والی قطعی نصوص کا انکار لازم آتا ہے۔ تب ہی تو بعض مالکیہ نے کہا ہے: جنات کے وجود کا منکر کافر ہے، کیوں کہ اس سے قرآنی نص، احادیث متواترہ اور اجماع کا انکار لازم آتا ہے۔ جنات کا مکلّف ہونا ایک قطعی حقیقت ہے، اسی لیے تو ان سے قرآن میں گناہوں کی معافی اور الم ناک عذاب سے رہائی کا وعدہ کیا گیا ہے۔“

(الفتاوی الحدیثیّة، ص 89)

معلوم ہوا کہ جو جنات کے وجود کا منکر ہے، وہ قرآن، احادیث متواترہ اور اجماع امت کے انکار کرنے کی وجہ سے کافر ہے۔

① فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِينَ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ﴾

(الأنعام : ١١٢)

”ہم نے ہر نبی کے انسانوں اور جنوں میں سے شیاطین دشمن بنائے تھے۔“

② نیز فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالْجَانَّ خَلَقْنَاهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَارِ السَّمُومِ﴾(الحِجر : ٢٧)

”ہم نے انسانوں سے پہلے جنوں کو شعلے مارتی آگ سے پیدا کیا۔“

③ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَخَلَقَ الْجَانَّ مِنْ مَّارِجٍ مِنْ نَارٍ﴾(الرّحمٰن : ١٥)

”اللہ نے جنوں کو شعلے مارتی آگ سے پیدا کیا۔“

④ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خُلِقَتِ الْمَلَائِكَةُ مِنْ نُورٍ، وَّخُلِقَ الْجَانُّ مِنْ مَارِجٍ مِّنْ نَارٍ، وَخُلِقَ آدَمُ مِمَّا وُصِفَ لَكُمْ.

”فرشتے نور سے اور جنات شعلے مارتی آگ سے پیدا ہوئے۔ سیدنا آدم علیہ السلام کے تخلیقی مرحلہ سے تو آپ پہلے ہی آگاہ ہیں۔“

(صحيح مسلم : 2996)

⑤ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”ہڈی اور لید جنوں کی خوراک ہے۔ میرے پاس نصیبین (مدینے کی بستی) کے جنوں کا وفد آیا، کیا ہی اچھے جن تھے، مجھ سے اشیائے خوردنی کا سوال کرنے لگے، میں نے اللہ سے دعا کی کہ انہیں ملنے والی ہر ہڈی پر کھانا مل جائے۔“

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

(صحیح البخاري : 3860)

⑥ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِذَا جِنِّيٌّ قَائِمٌ بَيْنَ يَدَيَّ .

''ایک جن میرے سامنے کھڑا تھا۔''

(السّنن الکبریٰ للنّسائي : 7963، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: کیا جنات شریعت کے مکلّف ہیں یا نہیں؟

جواب: انسانوں کی طرح جنات بھی شریعت اسلامیہ کے مکلّف ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت جس طرح انسانوں کے لیے ہے، اسی طرح جنوں کے لیے بھی ہے۔ جس طرح انسانوں کی تخلیق کا مقصد اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے، اسی طرح جنوں کی تخلیق کا بھی یہی مقصد ہے۔ جنوں میں بھی مؤمن، کافر، نیک و بد ہر طرح کے افراد موجود ہیں، اسی لیے ان میں بھی جنتی اور جہنمی ہوں گے۔

جنات کے بارے میں اہل سنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ وہ بھی اپنے اعمال کے مطابق جنت اور جہنم میں جائیں گے۔ وہ بھی دین اسلام کے پابند ہیں۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾(الذّاریات : ٥٦)

''میں نے تمام جن وانس کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا۔''

❀ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ (٤٥٦ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ يَخْتَلِفْ فِيهَا أَحَدٌ مِمَّنْ يَدَّعِي الْإِسْلَامَ .

''(نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جن وانس کی طرف ہونے میں) کسی بھی ایسے شخص کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

اختلاف نہیں، جو خود کو مسلمان سمجھتا ہے۔''

(المُحلی بالآثار : 274/6)

❁ علامہ فخر الدین رازی (٦٠٦ھ) فرماتے ہیں:

أَطْبَقَ الْمُحَقِّقُونَ عَلٰى أَنَّ الْجِنَّ مُكَلَّفُونَ .

''محققین کا اس بات پر اجماع ہے کہ جن مکلّف ہیں۔''

(تفسیر الرازي : 28/28)

سوال: کیا جنات انسانی شکل اختیار کر سکتے ہیں؟

جواب: جی ہاں، جنات انسانی شکل اختیار کر سکتے ہیں۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''وہ صدقے کی کھجوروں پر نگران تھے، انہوں نے کھجوروں کے ڈھیر پر ہاتھ کے نشان دیکھے گویا کسی نے وہاں سے کچھ اٹھایا ہو۔اس واقعہ کا ذکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ نے فرمایا: چور کو پکڑنے کے لئے یہ وظیفہ پڑھیں۔ سُبْحَانَ مَنْ سَخَّرَكَ لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ''پاک ہے وہ ذات جس نے تجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مسخر کیا۔'' سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے یہ وظیفہ پڑھا، تو ایک جن نظر آیا۔ میں نے کہا: تجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور پیش کرتا ہوں، کہنے لگا، میں غریب ہوں، گھر والوں کے لئے کچھ لیا ہے، معافی چاہتا ہوں آئندہ نہیں آؤں گا، لیکن وہ دوبارہ آ گیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا، تو آپ نے وہی دعا بتلائی، میں نے پڑھی، جن پھر سامنے آ گیا، اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرنے کا ارادہ تھا، مگر اس نے آئندہ نہ آنے کا وعدہ کیا۔ میں نے پھر چھوڑ دیا۔ وہ دوبارہ آ گیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کا ذکر کیا، تو آپ نے فرمایا: اسے پکڑنے کے لئے وہی دعا پڑھیں۔ ودبارہ وہ دعا پڑھی، تو جن دوبارہ قابو آ گیا، میں نے کہا: تو نے وعدہ خلافی کی ہے، اب تو ضرور تجھے نبی ﷺ پاس لے جاوں گا۔ کہنے لگا: مجھے چھوڑ دیجئے، آپ کو چند کلمات سکھاتا ہوں، جب آپ انہیں پڑھیں گے تو کوئی مذکر یا مونث جن آپ کے قریب نہیں پھٹکے گا، پوچھا: کون سے کلمات؟، کہا: ہر صبح وشام آیۃ الکرسی پڑھا کریں۔ میں نے اسے رہا کر دیا اور نبی کریم ﷺ کو یہ قصہ سنایا۔ فرمایا: کیا آپ جانتے نہیں؟ یقیناً بات ایسے ہی ہے۔''

(فضائل القرآن للنّسائي: 42، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: جنات سے انسانوں کا نکاح کرنا کیسا ہے؟

جواب: جنات اور انسانوں میں مناکحت (باہم نکاح کرنا) جائز نہیں، یہی راجح ہے، کیونکہ ان کی جنس مختلف ہے۔

❀ علامہ محمد بن عبداللہ، شبلی حنفی رحمہ اللہ (۷۶۹ھ) نقل کرتے ہیں:

قَوْلُ الْفُقَهَاءِ: لَا تَجُوزُ الْمُنَاكَحَةُ بَيْنَ بَنِي آدَمَ وَالْجِنِّ.

''فقہا نے کہا ہے کہ انسانوں اور جنوں کے درمیان مناکحت جائز نہیں۔''

(آکام المرجان، ص 105)

سوال: اگر کوئی جن کسی عورت سے مجامعت کرے، تو کیا عورت پر غسل واجب ہے؟

جواب: ایسا ممکن ہے کہ کوئی جن کسی عورت سے مجامعت کرے، اس صورت میں عورت پر غسل واجب نہیں، البتہ اگر عورت بھی محسوس کرے کہ اس کا انزال ہو چکا ہے، تب اس پر غسل فرض ہے۔

سوال: جنات کی خوراک کیا ہے؟

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(جواب): جنات کی عام خوراک ہڈی اور لید ہے، ان کے علاوہ بھی خوراک ہو سکتی ہے، جس طرح انسانوں میں عام خوراک روٹی وغیرہ ہے، مگر انسان اس کے علاوہ بھی کئی چیزیں کھاتے ہیں، بالکل اسی طرح جن بھی ہڈی اور لید کے علاوہ کئی چیزیں کھاتے ہوں گے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ہڈی اور لید جنوں کی خوراک ہے۔ میرے پاس نصیبین (مدینے کی بستی) کے جنوں کا وفد آیا، کیا ہی اچھے جن تھے، مجھ سے اشیائے خوردنی کا سوال کرنے لگے، میں نے اللہ سے دعا کی کہ انہیں ملنے والی ہر ہڈی پر کھانا مل جائے۔''

(صحيح البخاري: 3860)

❁ سلیمان بن مہران اعمش رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

تَرَوَّحَ إِلَيْنَا جِنِّيٌّ، فَقُلْتُ لَهُ: مَا أَحَبُّ الطَّعَامِ إِلَيْكُمْ؟ فَقَالَ: الْأَرُزُّ: قَالَ فَأَتَيْنَاهُمْ بِهِ، فَجَعَلْتُ أَرَى اللُّقَمَ تُرْفَعُ وَلَا أَرٰى أَحَدًا، فَقُلْتُ: فِيكُمْ مِنْ هٰذِهِ الْأَهْوَاءِ الَّتِي فِينَا؟ قَالَ: نَعَمْ، قُلْتُ: فَمَا الرَّافِضَةُ فِيكُمْ؟ قَالَ: شَرُّنَا.

''ایک جن میرا شاگرد ہوا، میں نے کہا: جنوں کی پسندیدہ غذا کیا ہے؟ کہا چاول، ہم نے چاول حاضر کئے، ہم دیکھ رہے تھے کہ لقمہ اٹھایا جاتا ہے، مگر اٹھانے والا نظر نہیں آتا، میں نے پوچھا کہ آپ میں بھی اہل بدعت پائے جاتے ہیں؟ جن نے کہا: جی ہاں!، میں نے پوچھا: شیعہ آپ کے ہاں کس درجہ میں ہیں؟ جواب: سب سے بری مخلوق ہیں۔''

(تفسير ابن كثير: 242/8، وسندهٗ صحيحٌ)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

❁ حافظ مزی رحمہ اللہ نے اعمش رحمہ اللہ تک اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(تفسیر ابن کثیر : 242/8)

سوال: کیا جن سانپ کی شکل اختیار کر سکتا ہے؟

جواب: جنات سانپوں کی شکل اختیار کر سکتے ہیں، اسی لیے بستیوں کے سانپوں کو فوراً مارنے سے منع کیا گیا ہے، بلکہ پہلے اسے چلے جانے کو کہنا چاہیے، کیونکہ وہ جن بھی ہو سکتا ہے، اگر وہ نہ جائے، تو پھر اسے مارنا چاہیے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے:

كَانَ يَقْتُلُ الْحَيَّاتِ كُلَّهَا، حَتّٰى حَدَّثَهُ أَبُو لُبَابَةَ الْبَدْرِيُّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ قَتْلِ جِنَّانِ الْبُيُوتِ، فَأَمْسَكَ عَنْهَا .

''آپ رضی اللہ عنہ تمام سانپوں کو قتل کر دیتے تھے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ کو سیدنا ابولبابہ بدری رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر کے جنوں (سانپوں) کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے، تو سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ تمام سانپوں کو قتل کرنے سے رک گئے۔''

(صحيح البخاري : 4016، صحيح مسلم : 2233)

سوال: کیا نماز جنازہ میں مسنون دعائیں چھوڑ کر دوسری دعائیں پڑھنا جائز ہے؟

جواب: نماز جنازہ میں مسنون دعائیں پڑھنی چاہئیں، البتہ زائد دعائیں بھی پڑھی جا سکتی ہیں۔ مگر یہ بات درست نہیں کہ مسنون دعاؤں کو بالکل ترک کر دیا جائے اور اپنی مرضی سے دعائیں کی جائیں۔ یہ اقدام درست نہیں۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سوال: حدیث رکانہ کے تحت مذکور اس عبارت کا کیا مطلب ہے؟

أَبُو عُبَيْدٍ تَرَكَهُ نَاحِيَةً وَأَحْمَدُ جَبُنَ عَنْهُ .

(سنن ابن ماجه، تحت الحديث :2051)

جواب: اس عبارت کا مفہوم یہ ہے؛ ''ابو عبید اور احمد نے اس حدیث کو بیان کرنے سے پہلو تہی کی ہے۔''

یہاں ابو عبید سے مراد امام ابن ماجہ رحمہ اللہ کے استاذ محمد بن عبید بن میمون مدنی ابو عبید ہیں اور احمد سے مراد امام ابن ماجہ رحمہ اللہ کے استاذ احمد بن عبدہ ہیں۔ انہیں ابو عبید قاسم بن سلام اور احمد بن حنبل وغیرہ قرار دینا درست نہیں۔

سوال: نابالغ بچے کی نماز جنازہ میں کیا دعا کی جائے؟

جواب: نابالغ بچے کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی، البتہ اس میں کوئی مخصوص دعا ثابت نہیں۔ کوئی بھی دعا پڑھی جا سکتی ہے۔

سوال: کیا نماز جنازہ کے لیے قبلہ رخ ہونا شرط ہے؟

جواب: ہر نماز کے لیے قبلہ رخ ہونا ضروری ہے۔ لہٰذا نماز جنازہ کے لیے بھی قبلہ رخ ہونا ضروری ہے۔

سوال: وضو کے بعد شرمگاہ پر چھینٹے مارنا کیسا ہے؟

جواب: وضو کے بعد شرمگاہ اور کپڑے پر چھینٹے مارنا جائز ہے۔

❀ نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا تَوَضَّأَ نَضَحَ فَرْجَهُ .

''سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وضو کرتے، تو شرمگاہ پر چھینٹے مارتے۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(مصنّف ابن أبي شيبة :166/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے:

كَانَ يَنْضَحُ بَيْنَ جِلْدِهٖ وَثِيَابِهٖ .

”آپ رضی اللہ عنہ شرمگاہ اور کپڑے پر چھینٹے مارتے تھے۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة :166/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ محمد بن سیرین رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

إِنَّهٗ كَانَ إِذَا تَوَضَّأَ فَفَرَغَ قَالَ بِكَفٍّ مِنْ مَاءٍ فِي إِزَارِهٖ هٰكَذَا .

”آپ رحمہ اللہ جب وضو کرتے، تو بعد میں ہتھیلی بھر پانی لیتے اور اپنے تہبند میں چھینٹے مارتے۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة :167/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ عبیداللہ بن عمر بن حفص رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ أَبِي يَفْعَلُ ذٰلِكَ .

”میرے والد محترم بھی ایسا کیا کرتے تھے۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة :166/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ مغیرہ بن عبدالرحمٰن بن ابی ذئب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

”میں نماز میں تری محسوس کرتا تھا، میں نے قاسم بن محمد رحمہ اللہ نے سوال کیا، تو فرمایا: بھتیجے! پانی کے چھینٹے لگا لیں، شک کو دور کریں، کیونکہ یہ شیطان کی طرف سے ہے۔ (مغیرہ کہتے ہیں:) ایسا کرنے سے میرا شک زائل ہو گیا۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة :166/1، وسندهٗ حسنٌ)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

❁ جعفر بن برقان رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

''ایک شخص میمون بن مہران رحمہ اللہ کے پاس آیا اور شکایت کی کہ اُسے تری محسوس ہوتی ہے، تو میمون رحمہ اللہ نے فرمایا: جب آپ وضو کریں، تو شرمگاہ اور کپڑے پر پانی سے چھینٹے مار لیں، اس کے باوجود وسوسہ محسوس کریں، تو یہ خیال کریں کہ یہ تری چھینٹوں کی وجہ سے ہے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة :167/1، وسندهٗ حسنٌ)

❁ علمائے احناف کا فتویٰ ہے:

لَوْ عَرَضَ لَهُ الشَّيْطَانُ كَثِيرًا لَا يَلْتَفِتُ إِلٰى ذٰلِكَ كَمَا فِي الصَّلَاةِ وَيَنْضَحُ فَرْجَهٗ بِمَاءٍ حَتّٰى لَوْ رَأَى بَلَلًا حَمَلَهٗ عَلٰى بَلَّةِ الْمَاءِ .

''اگر بہت زیادہ شیطانی وساوس محسوس کرے، تو ان وساوس کو خاطر میں نہ لائے، جیسا کہ نماز میں (وساوس آتے ہیں اور ان کی طرف التفات نہیں کیا جاتا۔) نیز شرمگاہ پر چھینٹے مارے، اگر وہ (وسوسے کی بنا پر) تری محسوس کرے، تو یہ خیال کرے کہ یہ چھینٹوں کی وجہ سے ہے۔''

(فتاویٰ عالمگیری:49/1)

❁ شافعی، مالکی اور حنبلی علما کا بھی یہی فتویٰ ہے۔

مرفوع روایات:

اس بارے میں کوئی مرفوع روایت ثابت نہیں۔

❁❁❁❁❁❁❁

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۶۴)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: آدم علیہ السلام نے جنت میں کس درخت کا پھل کھالیا تھا؟

جواب: آدم علیہ السلام نے جنت میں کس درخت کا پھل کھایا تھا، اس کا ذکر قرآن و حدیث میں نہیں ہے۔

❀ امام طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''درست یہ ہے کہ سیدنا آدم علیہ السلام اور ان کی اہلیہ کو جنت کے کسی خاص درخت سے روکا گیا تھا، سب سے نہیں۔ انہوں نے حکم خداوندی کی مخالفت کرتے ہوئے درخت کھالیا، جیسا کہ قرآن میں بیان کیا گیا ہے۔ اب ہمیں کوئی علم نہیں کہ وہ درخت کونسا تھا، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے نہ قرآن میں اس کی خبر دی، نہ کسی صحیح حدیث سے آگاہ کیا، تو پھر بعض الناس نے اس درخت کا تعین کیسے کر لیا؟ کسی نے گندم کا درخت کہا، کسی نے انگور کا نام لیا اور کسی نے انجیر کی بات کی۔ ممکن ہے ان میں سے ہی ہو! لیکن اگر کسی کو اس درخت کا علم بھی ہو جائے، تو کوئی فائدہ نہ ہوگا، یا کسی کو پتہ نہ چل سکے، تو کوئی نقصان نہ ہوگا۔''

(تفسير الطّبري: 556/1)

سوال: کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جنات کی طرف بھی مبعوث ہیں؟

جواب: یہ مسلمانوں کا اجماعی و اتفاقی عقیدہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جن و انس کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

طرف مبعوث ہوئے اور جن بھی شریعتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کے پابند ہیں۔

اجماعِ امت:

❁ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (463ھ) لکھتے ہیں:

لَا يَخْتَلِفُونَ أَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَسُولٌ إِلَى الْإِنْسِ وَالْجِنِّ نَذِيرٌ وَّبَشِيرٌ، هٰذَا مِمَّا فُضِّلَ بِهٖ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ أَنَّهٗ بُعِثَ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً؛ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ، وَغَيْرُهٗ لَمْ يُرْسَلْ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَدَلِيلُ ذٰلِكَ مَا نَطَقَ بِهِ الْقُرْآنُ مِنْ دُعَائِهِمْ إِلَى الْإِيمَانِ بِقَوْلِهٖ فِي مَوَاضِعَ مِنْ كِتَابِهٖ : يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ .

”اس بات میں مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ محمد ﷺ انسانوں اور جنوں کی طرف بشیر و نذیر بنا کر مبعوث فرمائے گئے ہیں۔ یہ ایسی خصوصیت ہے، جس کی بنا پر آپ ﷺ کو دوسرے انبیا پر فضیلت حاصل ہے کہ آپ ﷺ کو تمام مخلوقات یعنی جنوں اور انسانوں کی طرف مبعوث فرمایا گیا۔ آپ ﷺ کے علاوہ باقی انبیا اپنی قوموں کی زبان ہی میں مبعوث فرمائے گئے۔ اس کی دلیل قرآنِ کریم کے کئی مقامات پر ایمان کی طرف دعوت دینے کے لیے استعمال کیے ہوئے یہ الفاظ ہیں: يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ. (اے جنو اور انسانو!)۔“

(التّمهيد لما في المؤطّإ من المَعاني والأسانيد : 117/11)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (728ھ) فرماتے ہیں:

www.KitaboSunnat.com

مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَبْعُوثٌ إِلَی الثَّقَلَیْنِ بِاتِّفَاقِ الْمُسْلِمِینَ .

''مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ محمد ﷺ جنوں اور انسانوں کی طرف مبعوث کیے گئے ہیں۔''

(الفُرقان بین أولیاء الرحمٰن وأولیاء الشیطان، ص 192)

قرآن کریم:

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَاِذْ صَرَفْنَا اِلَیْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ یَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْآنَ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْا اَنْصِتُوْا فَلَمَّا قُضِیَ وَلَّوْا اِلٰی قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِیْنَ ٭ قَالُوْا یَا قَوْمَنَا اِنَّا سَمِعْنَا كِتَابًا اُنْزِلَ مِنْ بَّعْدِ مُوْسٰی مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ یَهْدِیْ اِلَی الْحَقِّ وَاِلٰی طَرِیْقٍ مُّسْتَقِیْمٍ ٭ یَا قَوْمَنَا اَجِیْبُوْا دَاعِیَ اللّٰهِ وَآمِنُوْا بِهٖ یَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَیُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ ٭﴾ (الأحقاف : ٢٩۔٣١)

''(اے نبی!) جب ہم نے آپ کی طرف قرآن کریم سننے کے لیے جنوں کی ایک جماعت بھیجی۔ جب وہ اس کو حاضر ہوئے، تو انہوں نے کہا: خاموش ہو جاؤ، جب تلاوت ہو چکی، تو وہ اپنی قوم کی طرف ڈرانے والے بن کر لوٹے۔ انہوں نے کہا: اے ہماری قوم! ہم نے وہ کتاب سنی ہے، جو موسیٰ نازل ہوئی ہے، وہ پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور حق بات اور صراطِ مستقیم کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ اے ہماری قوم! اللہ کی طرف دعوت دینے والے کی دعوت

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

قبول کرلو اور اس پر ایمان لے آؤ، اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف فرمادے گا اور تمہیں دردناک عذاب سے بچالے گا۔“

❁ امام بیہقی رحمہ اللہ (458ھ) اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

بَانَ بِقَوْلِهِمْ : ﴿يَا قَوْمَنَا اَجِيبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ﴾ أَنَّهُمْ عَرَفُوا أَنَّهٗ مَبْعُوثٌ إِلَيْهِمْ، وَسَمِعُوا دَعْوَتَهٗ إِيَّاهُم، وَالَّذِينَ لَمْ يَحْضُرُوا مِنْ جُمْلَتِهِمْ، فَلِذٰلِكَ قَالُوا : ﴿يَا قَوْمَنَا اَجِيبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَآمِنُوْا بِهٖ﴾، فَقَالُوا : آمَنَّا بِهٖ .

”جنوں کی اس بات کہ اے ہماری قوم اللہ کے داعی کی دعوت قبول کرلو، سے واضح ہوتا ہے کہ جنوں کو معلوم تھا کہ نبی اکرم ﷺ جنوں کی طرف بھی مبعوث ہوئے۔ جو جن وہاں آئے اور جو نہیں آئے تھے، سب نے آپ ﷺ کی دعوت کو سنا۔ اسی لیے انہوں نے کہا تھا: اے ہماری قوم اللہ کے داعی کی دعوت قبول کرکے اس پر ایمان لے آؤ۔ تب جنوں نے کہا کہ ہم ایمان لے آئے ہیں۔“

(شُعب الإيمان : 67/3)

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (774ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ دَلَالَةٌ عَلٰى أَنَّهٗ تَعَالٰى أَرْسَلَ مُحَمَّدًا صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَيْهِ إِلَى الثَّقَلَيْنِ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ حَيْثُ دَعَاهُمْ إِلَى اللّٰهِ، وَقَرَأَ عَلَيْهِمُ السُّورَةَ الَّتِي فِيهَا خِطَابُ الْفَرِيقَيْنِ، وَتَكْلِيفُهُمْ وَوَعْدُهُمْ وَوَعِيدُهُمْ، وَهِيَ سُورَةُ الرَّحْمٰنِ؛ وَلِهٰذَا قَالَ :

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

﴿اَجِيبُوْا دَاعِیَ اللّٰهِ وَآمِنُوْا بِهٖ﴾

''اس آیت میں یہ وضاحت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو انسانوں اور جنوں دونوں مخلوقات کی طرف مبعوث فرمایا، چنانچہ آپ ﷺ نے ان کو اللہ کی طرف بلایا اور ان پر وہ سورت، یعنی سورۂ رحمٰن تلاوت کی، جس میں انسانوں اور جنوں دونوں کو خطاب کیا گیا ہے اور ان دونوں سے نعمتوں کا وعدہ اور عذابوں کی وعید کی گئی ہے۔ اسی لیے جنوں نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ کے داعی کی آواز پر لبیک کہو۔''

(تفسیر ابن کثیر: 588/5)

❁ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا۞ يَهْدِيْ اِلَى الرُّشْدِ فَآمَنَّا بِهٖ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَا اَحَدًا﴾ (الجنّ: 1-2)

''(اے نبی!) فرما دیجیے: میری طرف یہ وحی کی گئی ہے کہ جنوں کی ایک جماعت نے قرآن کریم سنا، تو کہنے لگے: ہم نے عجیب قرآن سنا ہے، جو ہدایت کی طرف رہنمائی کرتا ہے، چنانچہ ہم اس پر ایمان لے آئے ہیں۔ ہم اپنے رب کے ساتھ کسی کو بھی ہرگز شریک نہیں کریں گے۔''

❁ ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْآنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْ بَلَغَ﴾(الأنعام: ١٩)

''میری طرف یہ قرآن وحی کیا گیا ہے، تاکہ تمھیں بھی ڈراؤں اور ان لوگوں کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بھی جن تک یہ پہنچے گا۔‘‘

قرآنِ کریم چونکہ جنوں تک بھی پہنچا ہے، لہٰذا وہ بھی اس کے مخاطبین ہیں اور اس پر عمل کے پابند ہیں۔

❁ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَا الثَّقَلَانِ﴾(الرحمٰن : ۳۱)

’’اے جنو اور انسانو! عنقریب ہم تمہارے لیے فیصلہ کریں گے۔‘‘

❁ ایک مقام پر یوں ارشاد ہوا:

﴿يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ﴾

(الأنعام : ۱۳۰)

’’اے جنو اور انسانوں کی جماعت! کیا تمہارے پاس تم میں سے رسول نہیں آئے تھے؟‘‘

❁ علامہ احمد قسطلانی رحمہ اللہ (923ھ) لکھتے ہیں:

وَالدَّلِيلُ عَلٰى ذٰلِكَ قَبْلَ الْإِجْمَاعِ الْكِتَابُ وَالسُّنَّةُ، قَالَ تَعَالٰى : ﴿لِيَكُوْنَ لِلْعَالَمِيْنَ نَذِيْرًا﴾(الفرقان : ۱)، وَقَدْ أَجْمَعَ الْمُفَسِّرُونَ عَلٰى دُخُولِ الْجِنِّ فِي هٰذِهِ الْآيَةِ، وَهُوَ مَدْلُولُ لَفْظِهَا، فَلَا يَخْرُجُ عَنْهُ إِلَّا بِدَلِيلٍ .

’’امت کا اجماع ہونے سے پہلے کتاب وسنت اس بات پر دلیل تھے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿لِيَكُوْنَ لِلْعَالَمِيْنَ نَذِيْرًا﴾(الفرقان : ۱) (تاکہ

’’ محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ‘‘

www.KitaboSunnat.com

یہ نبی سارے جہانوں کے لیے ڈرانے والا بن جائے)۔مفسرین کرام کا اس بات پر اجماع ہے کہ جن بھی اس آیت میں شامل ہیں۔یہ آیتِ کریمہ کے الفاظ سے واضح ہوتا ہے۔جنوں کو اس آیت سے کسی دلیل کے ساتھ ہی خارج کیا جا سکتا ہے۔‘‘(المواهب اللدنيّة بالمنح المحمّديّة : 353/2)

حدیث نبوی:

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

قُلْتُ : مَا بَالُ الْعَظْمِ وَالرَّوْثَةِ؟ قَالَ : هُمَا مِنْ طَعَامِ الْجِنِّ، وَإِنَّهُ أَتَانِي وَفْدُ جِنِّ نَصِيبِينَ، وَنِعْمَ الْجِنُّ، فَسَأَلُونِي الزَّادَ، فَدَعَوْتُ اللّٰهَ لَهُمْ أَنْ لَّا يَمُرُّوا بِعَظْمٍ، وَلَا بِرَوْثَةٍ إِلَّا وَجَدُوا عَلَيْهَا طَعَامًا .

’’میں نے عرض کیا: (اللہ کے رسول!) ہڈی اور گوبر کا کیا معاملہ ہے(کہ اس سے استنجا سے روکا گیا ہے؟)۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ دونوں چیزیں جنوں کا کھانا ہیں۔نصیبین بستی کے جنوں کا ایک وفد میرے پاس آیا تھا،یہ بہت ہی اچھے جن تھے۔انہوں نے مجھ سے کھانا مانگا،تو میں نے ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ جس ہڈی یا گوبر کے پاس سے گزریں،اس پر وہ کھانا پائیں۔‘‘

(صحيح البخاري : 3860)

الحاصل:

جنات شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے مکلّف ہیں۔لہٰذا معتزلہ کا یہ کہنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

جنوں کی طرف مبعوث نہیں ہوئے۔قرآن وحدیث اوراجماعِ مسلمین کی تکذیب صریح کفر ہے۔

سوال: بھینس کا کیا حکم ہے؟

جواب: بھینس حلال ہے، تمام اہل لغت کے ہاں بھینس گائے کی جنس ہے۔ گائے کی حلت قرآن وحدیث میں ثابت ہے، جو بھینس کو بھی شامل ہے۔ نیز اس کے حلال ہونے پر اجماع ہے۔

❀ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعُوا عَلٰى أَنَّ حُكْمَ الْجَوَامِيسِ حُكْمُ الْبَقَرِ .

''اہل علم کا اجماع ہے کہ بھینس گائے کے حکم میں ہے۔''

(الإجماع : 47)

❀ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿أُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيمَةُ الْأَنْعَامِ﴾(المائدۃ : ۱)

''تمہارے لیے مویشی چوپائے حلال کیے گئے ہیں۔''

اس آیت میں تمام مویشی چوپائے شامل ہیں، جو حرام ہیں، ان کو مستثنیٰ کردیا گیا۔

❀ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں مفتی محمد شفیع دیوبندی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''اور لفظِ انعام، نعم کی جمع ہے، پالتو جانور، جیسے اونٹ، گائے، بھینس، بکری وغیرہ، جن کی آٹھ قسمیں سورۂ انعام میں بیان فرمائی گئی ہیں، ان کو ''انعام'' کہا جاتا ہے، بھیمۃ کا لفظ عام تھا، ''انعام'' کے لفظ نے اس کو خاص کردیا، مراد آیت کی یہ ہوگئی کہ گھریلو جانوروں کی آٹھ قسمیں تمہارے لیے حلال کردی گئیں، لفظ عقود کے تحت ابھی آپ پڑھ چکے ہیں کہ تمام معاہدات داخل ہیں، ان میں

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

سے ایک معاہدہ وہ بھی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے حلال وحرام کی پابندی کے متعلق لیا ہے، اس جملہ میں اس خاص معاہدہ کا بیان آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے اونٹ، بکری، گائے، بھینس وغیرہ کو حلال کر دیا ہے، ان کو شرعی قاعدہ کے موافق ذبح کر کے کھا سکتے ہیں۔''

(مَعارف القرآن : 13/3)

سوال: مندرجہ ذیل حدیث کا مفہوم کیا ہے؟

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ جِبْرِيلَ جَعَلَ يَدُسُّ فِي فِرْعَوْنَ الطِّينَ خَشْيَةَ أَنْ يَقُولَ : لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، فَيَرْحَمَهُ اللّٰهُ، أَوْ خَشْيَةَ أَنْ يَرْحَمَهُ اللّٰهُ .

''جبریل علیہ السلام نے فرعون کے منہ میں مٹی ڈال دی، اس ڈر سے کہ کہیں یہ لا الہ الا اللہ نہ کہہ دے، تو اللہ اس پر رحم کر دے۔''

(مسند الإمام أحمد :1/240، سنن التّرمذي : 3108، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح غریب'' کہا ہے۔ امام ابن حبان رحمہ اللہ (۶۲۱۵) نے ''صحیح'' اور امام حاکم رحمہ اللہ (۷۶۳۴) نے ''صحیح الاسناد'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

جواب: منکرین حدیث اس پر اعتراض کرتے ہیں کہ اس سے تو کفر پر راضی ہونا لازم آتا ہے اور جبریل علیہ السلام کفر پر کیسے راضی ہو سکتے ہیں؟ لہٰذا یہ روایت جھوٹ ہے۔

یہ واقعہ قرآن میں بھی بیان ہوا ہے۔ جب فرعون غرق ہونے لگا تو چلا اٹھا:

﴿آمَنْتُ أَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا الَّذِي آمَنَتْ بِهِ بَنُو إِسْرَائِيلَ وَأَنَا مِنَ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

الْمُسْلِمِينَ﴾(یونس : ۹۰)

”جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں، میں بھی اسی پر ایمان لاتا ہوں اور تسلیم کرتا ہوں کہ اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں، میں مسلمان ہوتا ہوں۔“

تو اس پر اللہ کی طرف سے فرمایا گیا:

﴿آلْآنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِينَ﴾(یونس : ۹۱)

”تو اب ایمان لاتا ہے، حالانکہ اس سے پہلے تو نافرمانی کر چکا ہے اور تو فساد کرنے والوں میں سے تھا۔“

یہ اللہ تعالیٰ کا ایک قانون ہے، جب جان نکالی جا رہی ہو، اس وقت ایمان لانے کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ یا جب فیصلہ آ جاتا ہے، اس کے بعد ایمان لانے کا کچھ فائدہ نہیں۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ إِيمَانُهُمْ لَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا﴾(المؤمن : ۸۵)

”ہمارا عذاب دیکھنے کے بعد ان کے ایمان نے انہیں کوئی فائدہ نہ دیا۔“

بعینہ یہی صورت حال تھی کہ فرعون موت کے منہ میں جاتے ہوئے کہہ رہا تھا کہ میں بنی اسرائیل کے خدا پر ایمان لاتا ہوں، جبکہ اس سے پہلے ایمان کا مطالبہ کیا گیا۔ جب پہلے ایمان نہیں لایا، تو موت کو دیکھ کر ایمان لانے سے بھی کچھ مفاد نہیں تھا، تو اسی صورت احوال میں فرعون کے منہ میں مٹی ڈال دی گئی کہ اب اسے لا الہ الا اللہ کہنے کی توفیق ہی نہ دی جائے۔ اب ایسے وقت میں ایمان قبول نہ کرنے سے اگر کفر پر راضی ہونا لازم آتا ہے، تو پھر قرآن کو غلط کہیے، کیوں کہ قرآن نے یہ قاعدہ دوٹوک الفاظ میں بیان کر دیا ہے۔

یہی اعتراض علامہ زمخشری وغیرہ نے بھی کیا تھا، تو اس پر یوں تعلیق لگائی گئی:

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

هٰذَا إِفْرَاطٌ مِّنْهُ فِي الْجَهْلِ بِالْمَنْقُولِ وَالْغَضُّ مِنْ أَهْلِهِ، فَإِنَّ الْحَدِيثَ صَحِيحُ الزِّيَادَاتِ .

''یہ زمخشری کی حدیث سے انتہائی لاعلمی اور محدثین سے لاتعلقی کا نتیجہ ہے، یہ حدیث اپنی زیادات سمیت صحیح ہے۔''

✿ آگے لکھتے ہیں:

ذٰلِكَ أَنَّ فِرْعَوْنَ كَانَ كَافِرًا كُفْرَ عِنَادٍ، أَلَا تَرٰى إِلٰى قِصَّتِهٖ حَيْثُ تَوَقَّفَ النِّيلُ، وَكَيْفَ تَوَجَّهَ مُنْفَرِدًا وَأَظْهَرَ أَنَّهٗ مُخْلِصٌ، فَأَجْرٰى لَهُ النَّيْلَ، ثُمَّ تَمَادٰى عَلٰى طُغْيَانِهٖ وَكُفْرِهٖ فَخَشِيَ جِبْرِيلُ أَنْ يُّعَاوِدَ تِلْكَ الْعَادَةَ فَيُظْهَرَ الْإِخْلَاصَ بِلِسَانِهٖ فَتُدْرِكَهٗ رَحْمَةُ اللّٰهِ فَيُؤَخِّرَهٗ فِي الدُّنْيَا فَيَسْتَمِرَّ عَلٰى غَيِّهٖ وَطُغْيَانِهٖ فَدَسَّ فِي فَمِهِ الطِّينَ، لِيَمْنَعَهُ التَّكَلُّمَ بِمَا يَقْتَضِي ذٰلِكَ، هٰذَا وَجْهُ الْحَدِيثِ، وَلَا يَلْزَمُ مِنْهُ جَهْلٌ وَّلَا رِضًا بِكُفْرٍ بَلِ الْجَهْلُ كُلَّ الْجَهْلِ مِمَّنِ اعْتَرَضَ عَلَى الْمَنْقُولِ الصَّحِيحِ بِرَأْيِهِ الْفَاسِدِ وَأَيْضًا فَإِيمَانُهٗ فِي تِلْكَ الْحَالَةِ عَلٰى تَقْدِيرِ أَنَّهٗ كَانَ صِدْقًا بِقَلْبِهٖ لَا يُقْبَلُ لِأَنَّهٗ وَقَعَ فِي حَالِ الْاِضْطِرَارِ وَلِذٰلِكَ عَقَبَ فِي الْآيَةِ بِقَوْلِهٖ تَعَالٰى : ﴿آلْآنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ﴾ وَفِيهِ إِشَارَةٌ فِي قَوْلِهٖ تَعَالٰى : ﴿فَلَمْ يَكُ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

يَنْفَعُهُمْ إِيمَانُهُمْ لَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا﴾ .

’’فرعون ایک متعصب کافر تھا، آپ اس کے واقعہ کو بہ غور پڑھیں، جب نیل رک گیا تھا، اس وقت اس نے کیسے اخلاص کا اظہار کیا تھا، پھر جب نیل چل پڑا تو فرعون اپنی اسی سرکشی اور بغاوت پر اتر آیا۔تو جبریل علیہ السلام اس بات سے ڈرا کہ وہ دوبارہ یہی کام نہ کردے، وہ اپنی زبان سے اخلاص ظاہر کرے، تو دنیا میں اس کو مزید مہلت مل جائے اور وہ سرکشی اور کج روی کے رستے پر ہی چلتا رہے،تو جبریل نے اس کے منہ میں مٹی ڈال دی، تاکہ اس کے منہ سے کوئی ایسا کلام نہ نکل جائے، جس کی بنا پر اسے مزید مہلت مل جائے۔ یہ حدیث کا مفہوم ہے۔اس سے جہالت لازم نہیں آتی، نہ کفر پر راضی ہونا لازم آتا ہے۔ بلکہ اصل جہالت تو یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی فاسد رائے کی بنا پر صحیح حدیث کا رد کرے، پھر یہ بھی ہے کہ ایسی حالت میں اگر وہ صدق دل سے ایمان لائے، تو بھی قبول نہیں، کیونکہ وہ ایسے وقت میں ایمان لایا ہے، جب وہ مجبور ہو چکا ہے۔اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿آلْآنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ﴾(يونس : ٩١) ’’تو اب ایمان لاتا ہے، حالاں کہ اس سے پہلے تو نافرمانی کر چکا ہے۔‘‘ یہ اللہ تعالیٰ کے اس قانون کی طرف اشارہ تھا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ إِيمَانُهُمْ لَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا﴾(المؤمن : ٥) ’’ہمارا عذاب دیکھنے کے بعد ان کے ایمان نے انہیں کوئی فائدہ نہ دیا۔‘‘

(حاشية الكشّاف : 368/2)

سوال: کیا روز قیامت ماں کے نام سے پکارا جائے گا؟

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

جواب: روزِ قیامت باپ کے نام سے پکارا جائے گا۔ ماں کے نام سے پکارے جانے پر کوئی صحیح ثابت دلیل نہیں۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ الْغَادِرَ يُنْصَبُ لَهٗ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَيُقَالُ : هٰذِهٖ غَدْرَةُ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ .

''دھوکا باز کے لیے روزِ قیامت ایک جھنڈا گاڑا جائے گا اور کہا جائے گا: یہ فلاں بن فلاں کے دھوکے کا نشان ہے۔''

(صحيح البخاري : 6178)

❀ علامہ ابن بطال رحمہ اللہ (۴۴۹ھ) کہتے ہیں:

فِي هٰذَا الْحَدِيثِ رَدٌّ لِقَوْلِ مَنْ زَعَمَ أَنَّهُمْ لَا يُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا بِأُمَّهَاتِهِمْ سَتْرًا عَلَى آبَائِهِمْ ...... وَالدُّعَاءُ بِالْآبَاءِ أَشَدُّ فِي التَّعْرِيفِ وَأَبْلَغُ فِي التَّمْيِيزِ .

''اس حدیث میں اس شخص کا رد ہے، جو کہتا ہے کہ لوگوں کو قیامت کے دن ان کے باپوں پر پردہ پوشی کی غرض سے صرف ان کی ماؤں کے نام سے پکارا جائے گا...... باپ کے نام سے پکارنا تعریف وتمیز میں زیادہ مؤثر ہے۔''

(شرح صحيح البخاري : 335/9، فتح الباري لابن حجر : 563/10)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

تَضَمَّنَ الْحَدِيثُ أَنَّهٗ يُنْسَبُ إِلٰى أَبِيهِ فِي الْمَوْقِفِ الْأَعْظَمِ .

''اس حدیث میں دلیل ہے کہ انسان کو محشر میں باپ سے منسوب کیا جائے گا۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(فتح الباري : 563/10)

یہ کہنا کہ لوگوں کو روز قیامت ماؤں کے نام سے پکارا جائے گا، بے اصل اور بے حقیقت ہے۔اس بارے مروی روایات کا تحقیقی جائزہ پیش خدمت ہے؛

① سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يُدْعَى النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِأُمَّهَاتِهِمْ سَتْرًا مِّنَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ عَلَيْهِمْ.

''قیامت کے دن لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پردہ پوشی کیے جانے کی وجہ سے اپنی ماؤں کے ناموں سے پکارے جائیں گے۔''

(الكامل لابن عدي :343/1)

سند جھوٹی ہے۔

✿ حافظ ابن الجوزی نے اسے ''الموضوعات''(۱۷۹۸) میں ذکر کیا ہے۔

اسحاق بن ابراہیم طبری ''منکر الحدیث'' ہے۔

✿ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ مُنْكَرُ الْمَتْنِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ، وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الطَّبَرِيُّ مُنْكَرُ الْحَدِيثِ.

''اس سند سے اس حدیث کا متن منکر ہے،اسحاق طبری منکر الحدیث ہے۔''

اسے امام ابن حبان (کتاب المجروحین:۱/۱۳۷) نے ''منکر الحدیث جدا'' اور امام دارقطنی رحمہ اللہ (الضعفاء:۹۸) نے ''منکر الحدیث'' کہا ہے۔

✿ امام حاکم رحمہ اللہ کہتے ہیں:

رَوٰى أَحَادِيثَ مَوْضُوعَةً.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

”اس نے من گھڑت احادیث بیان کی ہیں۔“(المَدخَل : 119)

② سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَدْعُو النَّاسَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِأَسْمَائِهِمْ (وَالصَّحِيحُ : بِأُمَّهَاتِهِمْ، كَمَا فِي اللَّآلِي الْمَصْنُوعَةِ لِلسُّيُوطِيِّ : ٤٤٩/٢) سَتْرًا مِنْهُ عَلٰى عِبَادِهٖ .

”اللہ تعالیٰ قیامت کے روز لوگوں کو اپنے بندوں کی پردہ پوشی کی وجہ سے ان کی ماؤں کے ناموں سے پکارے گا۔“

(المُعجم الكبير للطّبراني : 11242)

سند من گھڑت ہے۔

① اسحاق بن بشر ابوحذیفہ متروک اور وضاع (حدیثیں گھڑنے والا) ہے۔

② ابن جریج کا عنعنہ ہے۔

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو سخت ضعیف کہا ہے۔

(فتح الباري : 563/10)

❀ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

هُوَ بَاطِلٌ وَالْأَحَادِيثُ الصَّحِيحَةُ بِخِلَافِهٖ .

”یہ حدیث باطل ہے۔ صحیح احادیث اس کے خلاف ہیں۔“

(المَنار المُنيف، ص 139، تحفة المَودود، ص 147)

③ سعید بن عبداللہ اودی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

”میں سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوا، جب وہ جان کنی

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

کی حالت میں تھے۔فرمانے لگے: جب میں فوت ہو جاؤں،تو میرے ساتھ وہی معاملہ کرنا، جو ہمیں رسول اللہ ﷺ نے مردوں کے ساتھ کرنے کا حکم دیا ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ جب کوئی فوت ہو جائے اور اس کی قبر پر مٹی برابر کر دیں،تو ایک شخص اس کی قبر کے سرہانے کھڑا ہو کر کہے:اے فلاں! جب وہ یہ کہے گا تو مُردہ اٹھ کر بیٹھ جائے گا،مُردہ یہ بات سنے گا،لیکن جواب نہیں دے گا۔پھر کہے:اے فلاں! وہ کہے گا:اللہ تجھ پر رحم کرے! ہماری رہنمائی کر،لیکن آپ اس کا شعور نہیں رکھتے۔پھر کہے کہ وہ بات یاد کر،جس پر دنیا سے رخصت ہوا ہے۔اس کی گواہی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔تُو اللہ کے رب ہونے،محمد ﷺ کے نبی ہونے،اسلام کے دین ہونے اور قرآن کے امام ہونے پر راضی تھا۔منکر اور نکیر میں سے ایک،دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر کہتا ہے: چلو،جس آدمی کو اس کا جواب بتا دیا گیا ہو،اس کے پاس ہم نہیں بیٹھتے۔چنانچہ دونوں کے سامنے اللہ تعالیٰ اس کا حامی بن جائے گا۔ایک آدمی نے عرض کی: اللہ کے رسول! اگر وہ (تلقین کرنے والا) اس (مرنے والے) کی ماں کو نہ جانتا ہو،تو (کیا کرے)؟فرمایا:وہ اسے حواء علیہا السلام کی طرف منسوب کر کے کہے،اے حواء کے فلاں بیٹے!“

(المعجم الكبير للطّبراني : 250/8، ح : 7979، الدّعاء للطّبراني : 298/3، ح : 1214، وصايا العلماء عند حضور الموت لابن زبر، ص 46-47، الشّافي لعبد العزيز، نقلًا عن التّلخيص الحبير لابن حجر : 136/2، اتّباع الأموات للإمام إبراهيم الحربي، نقلًا عن المقاصد الحسنة للسّخاوي : 265، الأحكام للضّياء المقدسي، نقلًا عن

www.KitaboSunnat.com

المقاصد الحسنة : 265)

سند سخت ''ضعیف'' ہے۔

① اسماعیل بن عیاش کی اہل حجاز سے بیان کردہ روایت ''ضعیف'' ہوتی ہے۔ مذکورہ روایت بھی اہل حجاز سے ہے، لہٰذا ''ضعیف'' ہے۔

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

صَدُوقٌ فِي رِوَايَتِهِ عَنْ أَهلِ بَلَدِهِ، مُخَلَّطٌ فِي غَيْرِهِمْ .

''اپنے اہل علاقہ سے بیان کریں، تو صدوق ہیں، کسی اور سے بیان کریں، تو حافظے کی خرابی کا شکار ہوتے ہیں۔''

(تقریب التّہذیب : 473)

یہ روایت بھی حجازیوں سے ہے، لہٰذا ضعیف ہے۔ یہ جرح مفسر ہے۔

② عبداللہ بن محمد قرشی غیر معروف ہے۔

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عَبْدُ اللّٰهِ، لَا يُدْرٰى مَنْ هُوَ؟

''یہ عبداللہ، معلوم نہیں ہو سکا کہ کون ہے؟''

(میزان الاعتدال : 244/3، ت : عمران بن ہارون)

③ یحییٰ بن ابی کثیر ''مدلس'' ہیں۔ سماع کی تصریح نہیں ملی۔

④ سعید بن عبداللہ اودی کی توثیق نہیں مل سکی۔

❀ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِي إِسْنَادِهِ جَمَاعَةٌ، لَمْ أَعْرِفْهُمْ .

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

”اس (طبرانی) کی سند میں کئی راوی ہیں، جنہیں میں پہچان نہیں سکا۔“

(مَجمع الزّوائد : 45/3)

❀ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعِيفٌ بِاتِّفَاقِ أَهْلِ الْعِلْمِ بِالْحَدِيثِ .

”محدثین کا اس حدیث کے ضعف پر اتفاق ہے۔“

(تحفة المودود، ص 149)

❀ علامہ امیر صنعانی رحمہ اللہ (۱۱۸۲ھ) فرماتے ہیں:

يَتَحَصَّلُ مِنْ كَلَامِ أَئِمَّةِ التَّحْقِيقِ أَنَّهُ حَدِيثٌ ضَعِيفٌ .

”محققین ائمہ کے کلام سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔“

(سُبُل السّلام : 157/2)

تنبیہ:

❀ علامہ زمخشری حنفی (۵۳۸ھ) لکھتے ہیں:

”یہ بدعی تفسیر ہے کہ ”امام“ اُم کی جمع ہے، کہ روز قیامت لوگوں کو ان کی ماؤں کے ناموں سے پکارا جائے گا۔ باپوں کو چھوڑ کر ماؤں کے نام سے پکارنے میں حکمت یہ ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے حق کی رعایت رکھی جائے، حسنین کریمین کے شرف کو ظاہر کیا جائے اور اس لیے کہ زنا سے پیدا ہونے والے رسوا نہ ہوں۔ اب مجھے نہیں معلوم کہ یہ لفظ زیادہ بدعی ہے یا اس میں بیان کردہ حکمت؟“

(الکشّاف : 682/2)

تنبیہ:

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

❁ شیعہ عالم حر عاملی (۱۱۰۴ھ) نے لکھا ہے:

إِنَّ النَّاسَ يُدْعَوْنَ بِأَسْمَاءِ أُمَّهَاتِهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا الشِّيعَةُ فَيُدْعَوْنَ بِأَسْمَاءِ آبَائِهِمْ .

"روز قیامت لوگوں کو ان کی ماؤں کے نام سے پکارا جائے گا، سوائے شیعہ کے، انہیں اپنے باپوں کے نام سے پکارا جائے گا۔"

(الفصول المهمة، ص 124)

❁ شیعہ عالم ملا باقر مجلسی (م ۱۱۱۱ھ) نے بحار الانوار (۷/ ۲۳۷) میں باب قائم کیا ہے:

بَابُ أَنَّهُ يُدْعَى النَّاسُ بِأَسْمَاءِ أُمَّهَاتِهِمْ إِلَّا الشِّيعَةُ .

"اس بات کا بیان کہ (روز قیامت) شیعہ کے علاوہ تمام لوگوں کو ان کی ماؤں کے نام سے پکارا جائے گا۔"

فائدہ:

دنیا میں کسی کو اس کی ماں کی طرف منسوب کرنے کا جواز ہے، جیسا کہ ابن عرقہ۔

(صحیح مسلم : 1769)

عبداللہ بن مالک ابن بحینہ۔ بحینہ، عبداللہ کی ماں ہے۔ محمد بن علی ابن الحنفیہ۔ حنفیہ، محمد کی ماں ہے، اسماعیل ابن علیہ۔ علیہ، اسماعیل کی ماں ہے۔ وغیرہ۔

فائدہ:

❁ سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّكُمْ تُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِأَسْمَائِكُمْ وَأَسْمَاءِ آبَائِكُمْ، فَأَحْسِنُوا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

أَسْمَائِكُمْ .

''آپ کو قیامت کے دن اپنے اور باپوں کے ناموں سے پکارا جائے گا، لہٰذا اپنے نام اچھے رکھا کریں۔''

(مسند الإمام أحمد : 194/5، سنن أبي داوٗد : 4948)

سند ''انقطاع'' کی وجہ سے ''ضعیف'' ہے۔

❀ امام ابوداوٗد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اِبْنُ أَبِي زَكَرِيَّا لَمْ يُدْرِكْ أَبَا الدَّرْدَاءِ .

''ابن ابی زکریا نے سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا۔''

❀ امام ابوحاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي زَكَرِيَّا لَمْ يَسْمَعْ أَبَا الدَّرْدَاءِ .

''عبداللہ بن ابی زکریا نے سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں کیا۔'' (المَراسیل : 113)

❀ حافظ بیہقی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

هٰذَا مُرْسَلٌ، اِبْنُ أَبِي زَكَرِيَّا لَمْ يَسْمَعْ مِنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ .

''یہ مرسل (منقطع) ہے، ابن ابی زکریا نے سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ سے نہیں سنا۔''

(السّنن الکبریٰ : 306/9)

لہٰذا امام ابن حبان رحمہ اللہ (۵۸۱۸) کا اس حدیث کو ''صحیح''، حافظ نووی رحمہ اللہ (الاذکار، ص ۲۵۵) کا اس کی سند کو 'جید' اور حافظ ابن قیم رحمہ اللہ (تحفۃ المودود، ص ۸۱) کا اس کی سند کو ''حسن'' کہنا درست نہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۶۵)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: مراسیل صحابہ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: مرسل صحابی سے مراد یہ ہے کہ صحابی رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہوئے کہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جبکہ اس نے براہِ راست وہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے نہ سنی ہو، بلکہ کسی دوسرے صحابی کے واسطہ سے سنی ہو، مگر وہ واسطہ ذکر نہ کرے۔

صحابہ کی مراسیل حجت ہیں۔

❀ حافظ خطیب بغدادی رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

إِنْ كَانَ مِنْ مَرَاسِيلِ الصَّحَابَةِ قُبِلَ وَوَجَبَ الْعَمَلُ بِهِ لِأَنَّ الصَّحَابَةَ مَقْطُوعٌ بِعَدَالَتِهِمْ فَإِرْسَالُ بَعْضِهِمْ عَنْ بَعْضٍ صَحِيحٌ .

”مراسیل صحابہ قبول ہیں، ان پر عمل واجب ہے، کیونکہ صحابہ کی عدالت قطعی ہے، لہٰذا ان کا آپس میں ارسال کرنا صحیح ہے۔“

(الفقيه والمتّفقه :291/1)

❀ علامہ ابن قدامہ مقدسی رحمہ اللہ (۶۲۰ھ) فرماتے ہیں:

شَذَّ قَوْمٌ فَقَالُوا : لَا يُقْبَلُ مُرْسَلُ الصَّحَابِيِّ إِلَّا إِذَا عُرِفَ بِصَرِيحِ خَبَرِهِ، أَوْ بِعَادَتِهِ أَنَّهُ لَا يَرْوِي إِلَّا عَنْ صَحَابِيٍّ، وَإِلَّا

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

فَلَا، لِأَنَّهٗ قَدْ يَرْوِي عَمَّنْ لَمْ تَثْبُتْ لَنَا صُحْبَتُهٗ .

وَهٰذَا لَيْسَ بِصَحِيحٍ، فَإِنَّ الْأُمَّةَ اتَّفَقَتْ عَلٰى قُبُولِ رِوَايَةِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَنُظَرَائِهٖ مِنْ أَصَاغِرِ الصَّحَابَةِ مَعْ إِكْثَارِهِمْ، وَأَكْثَرُ رِوَايَتِهِمْ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَاسِيلُ .

''ایک گروہ کا شاذ قول ہے کہ صحابی کی مرسل قبول نہیں، الا کہ وہ واضح خبر دے دے یا اس کی عادت ہو کہ وہ ہمیشہ صحابی سے ہی روایت کرتا ہے، ورنہ صحابی کی مرسل حجت نہ ہوگی، کیونکہ صحابی کبھی غیر صحابی سے بھی روایت کر لیتا ہے۔

جبکہ یہ بات درست نہیں، کیونکہ امت کا اتفاق ہے کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور ان جیسے بکثرت روایات بیان کرنے والے صغار صحابہ کی (مرسل) روایات قبول ہیں، جبکہ ان کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اکثر روایات مرسل ہوتی ہیں۔''

(روضة النّاظر :364/1)

❁ حافظ ابن صلاح رحمہ اللہ (٦٤٣ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ ذٰلِكَ فِي حُكْمِ الْمَوْصُولِ الْمُسْنَدِ، لِأَنَّ رِوَايَتَهُمْ عَنِ الصَّحَابَةِ، وَالْجَهَالَةَ بِالصَّحَابِيِّ غَيْرُ قَادِحَةٍ، لِأَنَّ الصَّحَابَةَ كُلَّهُمْ عُدُولٌ .

''صحابی کی مرسل موصول متصل کے حکم میں ہے، کیونکہ صحابہ کی روایات صحابہ سے ہی ہوتی ہیں اور صحابی کا نامعلوم ہونا روایت میں باعث قدح نہیں، کیونکہ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

تمام صحابہ کرام عادل ہیں۔“

(مقدمة ابن الصّلاح، ص 56)

❁ علامہ ابوالعباس قرطبی رحمہ اللہ (٦٥٦ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا الصَّحَابَةُ فَلَا فَرْقَ بَيْنَ إِسْنَادِهِمْ وَإِرْسَالِهِمْ؛ إِذِ الْكُلُّ عُدُولٌ عَلٰى مَذْهَبِ أَهْلِ الْحَقِّ .

”صحابہ کے مسند بیان کرنے اور مرسل بیان کرنے میں کوئی فرق نہیں، کیونکہ اہل حق کے مذہب میں تمام صحابہ عادل ہیں۔“

(المُفهِم لما أُشْكِل من تلخيص كتاب مسلم: 122/1)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ مُرْسَلَ الصَّحَابِيِّ حُجَّةٌ عِنْدَ جَمِيعِ الْعُلَمَاءِ .

”تمام اہل علم کے نزدیک مرسل صحابی حجت ہے۔“

(شرح صحيح مسلم: 197/2)

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (٧٥١ھ) فرماتے ہیں:

قَدِ اتَّفَقَتْ الْأُمَّة عَلٰى قَبُولِ رِوَايَة ابْنِ عَبَّاسٍ وَنُظَرَائِهِ مِنَ الصَّحَابَةِ مَعَ أَنَّ عَامَّتَهَا مُرْسَلَةٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يُنَازِع فِي ذٰلِكَ اثْنَانِ مِنَ السَّلَفِ وَأَهْلِ الْحَدِيثِ وَالْفُقَهَاءِ .

”ساری کی ساری امت مسلمہ کا اتفاق ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ان جیسے صحابہ کی روایات قبول ہیں، باوجود اس کے کہ ان میں سے اکثر روایات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مرسل ہیں، اس میں اسلاف اُمت، محدثین اور فقہا میں سے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

دو انسانوں کا بھی اختلاف نہیں۔“

(تہذیب السّنن : 71/2)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

هُوَ الَّذِي عَلَيْهِ عَمَلُ أَئِمَّةِ الْحَدِيثِ .

”مرسل صحابی کو حجت ماننے پر ائمہ حدیث کا عمل ہے۔“

(النّکت علی کتاب ابن الصّلاح : 548/2)

تنبیہ:

جو لوگ مرسل صحابی کو حجت نہیں مانتے، وہ دلیل دیتے ہیں کہ مرسل صحابی میں احتمال ہوتا ہے کہ صحابی نے کسی ضعیف تابعی سے سنا ہو، صحابی سے نہ سنا ہو۔ مگر یہ احتمال درست نہیں، کیونکہ ایسا تقریباً نہ ہونے کے برابر ہے۔

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

اَلِانْفِصَالُ عَنْ ذٰلِكَ أَنْ يُقَالَ : قَوْلُ الصَّحَابِيِّ : قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ظَاهِرٌ فِي أَنَّهٗ سَمِعَهٗ مِنْهُ أَوْ مِنْ صَحَابِيٍّ آخَرَ، فَالِاحْتِمَالُ أَنْ يَكُونَ سَمِعَهٗ مِنْ تَابِعِيٍّ ضَعِيفٍ نَادِرًا جِدًّا لَا يُؤَثِّرُ فِي الظَّاهِرِ، بَلْ حَيْثُ رَوَوْا عَنْ مَنْ هٰذَا سَبِيلُهٗ بَيَّنُوهُ وَأَوْضَحُوهُ .

”اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ صحابی کا یہ کہنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اس کا ظاہر معنی یہی ہے کہ یا تو اس نے براہِ راست رسول اللہ ﷺ سے سنا

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

ہے، یا کسی دوسرے صحابی کے واسطہ سے سنا ہے۔ ایسا احتمال نہ ہونے کے برابر ہے کہ صحابی نے کسی ضعیف تابعی سے سنا ہو، یہ احتمال ظاہر بات کو کمزور نہیں کرسکتا، بلکہ جہاں کوئی ایسی صورت ہو (یعنی صحابہ تابعی سے بیان کریں، تو) وہاں صحابہ نے وضاحت اور صراحت کردی ہے۔''

(النّکت علی کتاب ابن الصّلاح : 570/2، فتح الباري : 289/10)

تنبیہ:

صحابہ کرام کو اصطلاحی مدلس کہنا درست نہیں، کیونکہ تدلیس میں یہ احتمال ہوتا ہے کہ ممکن ہے کہ مدلس نے ضعیف راوی یا مدلس راوی سے تدلیس کی ہو، جس کی وجہ سے اس کا عنعنہ ضعیف ہوتا ہے، جبکہ صحابہ کے متعلق یہ اندیشہ نہیں رہتا۔ لہٰذا اگر کوئی صحابی رسول اللہ ﷺ سے وہ روایت کرے، جو اس نے براہِ راست رسول اللہ ﷺ سے نہیں سنی، بلکہ کسی صحابی کے واسطہ سے سنی ہے، تو اگرچہ یہ صورت تدلیس والی ہے، مگر اس پر وہ حکم نہیں لگے گا، جو عام مدلسین کی معنعن روایات پر لگتا ہے۔

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

تَدْلِيْسُ الصَّحَابَةِ كَثِيْرٌ، وَلَا عَيْبَ فِيْهِ، فَإِنَّ تَدْلِيْسَهُمْ عَنْ صَاحِبٍ أَكْبَرَ مِنْهُمْ، وَالصَّحَابَةُ كُلُّهُمْ عُدُوْلٌ.

''صحابہ کی تدلیس بہت زیادہ ہے، یہ عیب وجرح نہیں ہے، کیونکہ صحابہ کی تدلیس اپنے سے بڑے صحابہ سے ہوتی ہے اور صحابہ سب کے سب عادل ہیں۔''

(سِيَرُ أعلام النّبلاء : 608/2)

❁ امام شعبہ رحمہ اللہ سے منسوب ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

أَبُو هُرَيْرَةَ كَانَ يُدَلِّسُ .

''سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ تدلیس کرتے تھے۔''

(الكامل لابن عدي :151/1، تاريخ ابن عساكر : 359/67)

اس قول کی سند جھوٹی ہے۔حسن بن عثمان تستری ''متروک وکذاب'' ہے۔۔

تنبیہ:

صغار صحابہ کی مراسیل بھی حجت ہیں۔البتہ وہ صغیر صحابی،جس نے سن تمیز سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہو،سماع نہ کیا ہو،تو اس کی مرسل حجت نہیں ہوگی،کیونکہ اس طرح کے صحابہ اکثر تابعین سے روایت کرتے ہیں۔

❀ علامہ سیوطی رحمہ اللہ (۹۱۱ھ) فرماتے ہیں:

حُكْمُ رِوَايَتِهِ حُكْمُ الْمُرْسَلِ لَا الْمَوْصُولِ، وَلَا يَجِيءُ فِيهِ مَا قِيلَ فِي مَرَاسِيلِ الصَّحَابَةِ، لِأَنَّ أَكْثَرَ رِوَايَةِ هٰذَا أَوْ شِبْهِهِ عَنِ التَّابِعِينَ بِخِلَافِ الصَّحَابِيِّ الَّذِي أَدْرَكَ وَسَمِعَ، فَإِنَّ احْتِمَالَ رِوَايَتِهِ عَنِ التَّابِعِينَ بَعِيدٌ جِدًّا .

''ایسے (رویۃً) صحابی کی مرسل روایت کا حکم (غیر صحابی کی) مرسل والا ہی ہوتا ہے،نہ کہ موصول والا۔اس میں وہ بات نہیں کہی جاسکتی،جو مراسیل صحابہ میں کہی جاتی ہے،کیونکہ اس طرح کے صحابہ کی اکثر روایات تابعین سے ہوتی ہیں،برخلاف اس صحابی کے،جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا اور آپ سے سماع بھی کیا،کیونکہ ایسے صحابی کا تابعین سے روایت کرنا بہت بعید ہے۔''

(تدريب الرّاوي :220/1)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سوال: عورت کی امامت کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: فرائض اور نوافل میں عورت عورتوں کی جماعت کرا سکتی ہے، صف کے درمیان میں کھڑی ہوگی۔

❁ ریطہ حنفیہ رحمہا اللہ بیان کرتی ہیں:

أَمَّتْنَا عَائِشَةُ فَقَامَتْ بَيْنَهُنَّ فِی الصَّلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ .

”ہمیں عائشہ رضی اللہ عنہا نے صف کے درمیان کھڑے ہو کر فرض نماز کی امامت کرائی۔“

(سنن الدّارقطني : ١٥٠٧، وسندہٗ صحيحٌ)

حافظ نووی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ”صحیح“ کہا ہے۔

(خلاصة الأحكام : ٢/٦٨٠)

امام احمد بن حنبل، امام شافعی، امام اسحاق بن راہویہ اور حافظ ابن حزم وغیرہم رحمہم اللہ عورت کی امامت کے جواز کے قائل ہیں۔

❁ مولانا عبدالحئی لکھنوی حنفی (١٣٠٤ھ) لکھتے ہیں:

لَا يَخْفٰى ضَعْفُهٗ، بَلْ ضَعْفُ جَمِيعِ مَا وَجَّهُوا بِهِ الْكَرَاهِيَةَ، كَمَا حَقَّقْنَاهُ فِي تُحْفَةِ النُّبَلَاءِ، أَلَّفْنَاهَا فِي مَسْئَلَةِ جَمَاعَةِ النِّسَاءِ، وَذَكَرْنَا هُنَاكَ أَنَّ الْحَقَّ عَدَمُ الْكَرَاهَةِ .

”یہ وجہ کہ عورت صف کے درمیان کھڑی ہو کر ممنوع کا ارتکاب کرے گی، اس کا ضعف مخفی نہیں، بلکہ ان تمام کی تمام وجوہ کا ضعیف ہونا مخفی نہیں، جو عورت کی امامت کے مکروہ ہونے کے حوالے سے بیان کی جاتی ہیں، جیسا کہ ہم نے ”تحفۃ النبلاء“ میں اس کی تحقیق بیان کر دی ہے۔ ہم نے یہ رسالہ عورتوں کی

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

جماعت کے مسئلہ میں لکھا ہے۔ ہم نے اس میں ذکر کیا ہے کہ حق یہ ہے کہ عورت کی امامت مکروہ نہیں ہے۔'' (عُمدة الرِّعاية : ١٥٢/١)

تنبیہ:

❀ اُمِ ورقہ انصاریہ رضی اللہ عنہا سے منسوب ہے:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ : انْطَلِقُوا بِنَا إِلَى الشَّهِيدَةِ فَنَزُورُهَا وَأَمَرَ أَنْ يُؤَذَّنَ لَهَا وَتُقَامَ، وَتَؤُمَّ أَهْلَ دَارِهَا فِي الْفَرَائِضِ .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے، آپ ہمارے ساتھ ''شہیدہ'' کی طرف چلیں، ہم ان کی زیارت کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ان کے لیے اذان کہی جائے، اقامت کہی جائے اور وہ فرض نمازوں میں اپنے گھر والوں کی امامت کریں۔'' (مسند الإمام أحمد : ٤٠٥/٦، سنن أبي داوٗد : ٥٩٢)

اسے امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (١٦٧٦) اور امام ابن الجارود رحمہ اللہ (٣٣٣) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

تبصرہ: سند ضعیف ہے۔

① لیلیٰ بنت مالک اور عبدالرحمٰن بن خلاد دونوں مجہول ہیں۔

② عبدالرحمٰن بن خلاد اور لیلیٰ بنت مالک کا ام ورقہ رضی اللہ عنہا سے سماع نہیں۔

③ بعض روایات میں عبدالرحمٰن بن خلاد اور لیلیٰ دونوں اپنے اپنے باپ کا واسطہ ذکر کرتے ہیں، دونوں کے باپ نامعلوم ہیں۔ جہاں باپ کا واسطہ نہیں، وہاں سماع کی تصریح

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

بھی نہیں کی۔ یہ المزید فی متصل الاسانید کی قبیل سے ہے۔ نیز اس روایت کی سندوں میں شدید اضطراب واختلاف ہے۔

الحاصل:

عورت، عورتوں کی امام بن سکتی ہے، یہی حق ہے۔ کراہت کے قائلین کا قول بے دلیل ہونے کی وجہ سے ناقابل التفات ہے۔

سوال: صدقہ میں بکرا ذبح کرنا کیسا ہے؟

جواب: صدقہ میں بکرا ذبح کرنا جائز ہے، بشرطیکہ اس کے پیش نظر عقیدہ کی خرابی نہ ہو کہ کالا بکرا یا کالا مرغ ذبح کرنے سے فلاں کام ہو جاتا ہے۔ یا صرف بکرا ہی ذبح کرنا ہے، اس کے متبادل کوئی چیز صدقہ میں نہیں دینی، کیونکہ خون بہانا ضروری ہوتا ہے، اس سے فلاں کام ہو جائے گا، وغیرہ۔

❀ سیدنا نبیشہ بن عبداللہ ہذلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

نَادٰی رَجُلٌ وَهُوَ بِمِنًى فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنَّا كُنَّا نَعْتِرُ عَتِيرَةً فِي الْجَاهِلِيَّةِ فِي رَجَبٍ، فَمَا تَأْمُرُنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ : اذْبَحُوا فِي أَيِّ شَهْرٍ مَا كَانَ، وَبَرُّوا اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ وَأَطْعِمُوا، قَالَ : إِنَّا كُنَّا نُفْرِعُ فَرَعًا فَمَا تَأْمُرُنَا؟ قَالَ : فِي كُلِّ سَائِمَةٍ فَرَعٌ تَغْذُوهُ مَاشِيَتُكَ، حَتّٰى إِذَا اسْتَحْمَلَ ذَبَحْتَهٗ وَتَصَدَّقْتَ بِلَحْمِهٖ .

”منیٰ میں ایک شخص نے آواز دی: اللہ کے رسول! زمانہ جاہلیت میں ہم ماہِ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

رجب میں جانور ذبح کرتے تھے، آپ ہمیں کیا حکم فرماتے ہیں؟ فرمایا: جانور کسی بھی مہینے میں ذبح کریں، اللہ کی خوشنودی کی نیت کریں اور لوگوں کو کھلائیں۔ اس شخص نے پھر عرض کیا: اللہ کے رسول! ہم اپنے جانوروں کا پہلا بچہ (بتوں کے نام پر) ذبح کرتے تھے، آپ ہمیں کیا حکم فرماتے ہیں؟ فرمایا: مویشیوں میں چھوٹا جانور، جو اپنی ماں کا دودھ پیتا ہے، وہ (بڑا ہو کر) سواری کے قابل ہو جائے، تو اسے ذبح کریں اور اس کا گوشت صدقہ کر دیں۔''

(سنن أبي داود : 2830، سنن النسائي : 4229، واللفظ لهٗ، سنن ابن ماجه : 3167، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام حاکم رحمہ اللہ (۴/۲۳۵) نے ''صحیح الاسناد'' اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❀ امام ابن منذر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حَدِيثُ نُبَيْشَةَ ثَابِتٌ .

''سیدنا نبیشہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ثابت ہے۔''

(الاعتبار للحازمي، ص 159)

❀ سیدنا ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

نَذَرَ رَجُلٌ عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَّنْحَرَ إِبِلًا بِبُوَانَةَ، فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ : إِنِّي نَذَرْتُ أَنْ أَنْحَرَ إِبِلًا بِبُوَانَةَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : هَلْ كَانَ فِيهَا وَثَنٌ مِّنْ أَوْثَانِ الْجَاهِلِيَّةِ يُعْبَدُ؟ قَالُوا :

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لَا، قَالَ : هَلْ كَانَ فِيهَا عِيدٌ مِّنْ أَعْيَادِهِمْ؟، قَالُوا : لَا، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَوْفِ بِنَذْرِكَ، فَإِنَّهٗ لَا وَفَاءَ لِنَذْرٍ فِي مَعْصِيَةِ اللّٰهِ .

''رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں ایک شخص نے ''بوانہ'' نامی مقام پر اونٹ ذبح کرنے کی نذر مانی۔ وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا : میں نے ''بوانہ'' نامی مقام پر اونٹ ذبح کرنے کی نذر مان لی ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: کیا اس جگہ جاہلیت کا کوئی استھان تھا، جس کی عبادت کی جاتی ہو؟ صحابہ کرام نے عرض کیا: نہیں۔ فرمایا : کیا اس جگہ اہل جاہلیت کا کوئی میلہ لگتا تھا؟ عرض کیا: نہیں۔ فرمایا: اپنی نذر پوری کر لیں۔ اللہ کی نافرمانی میں کوئی نذر پوری کرنا جائز نہیں۔''

(سنن أبي داوٗد : 3313، المعجم الكبير للطّبراني : 2/75-76، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ سیدنا کردم بن سفیان ثقفی رضی اللہ عنہ نے یہ الفاظ بیان کئے ہیں:

هَلْ بِهَا وَثَنٌ أَوْ عِيدٌ مِّنْ أَعْيَادِ الْجَاهِلِيَّةِ؟ .

''کیا اس جگہ کوئی بت یا کوئی جاہلی میلہ تھا؟''

(سنن أبي داوٗد : 3315، وسندهٗ حسنٌ)

❀ ایک صحابیہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا:

إِنِّي نَذَرْتُ أَنْ أَذْبَحَ بِمَكَانِ كَذَا وَكَذَا، مَكَانٌ كَانَ يَذْبَحُ فِيهِ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ، قَالَ : لِصَنَمٍ؟، قَالَتْ : لَا، قَالَ : لِوَثَنٍ؟، قَالَتْ : لَا، قَالَ : أَوْفِي بِنَذْرِكِ .

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

”میں نے فلاں جگہ پر جانور ذبح کرنے کی نذر مانی ہے۔اس جگہ اہل جاہلیت جانور ذبح کرتے تھے۔آپ ﷺ نے پوچھا: وہ کسی بت کے لیے ذبح کرتے تھے؟ عرض کیا: نہیں۔فرمایا: کسی مُورتی کے لیے ذبح کرتے تھے؟ عرض کیا: نہیں۔اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی نذر پوری کرلیں۔“

(سنن أبي داوٗد : 3312، وسندہٗ حسنٌ)

یہ احادیث دلیل ہیں کہ قربانی، عقیقہ کے علاوہ بھی اللہ کے رستے میں جانور ذبح کیا جا سکتا ہے، بشرطیکہ اس کے پیچھے باطل نظریات نہ ہوں۔قبروں، مزاروں، بزرگوں کے عرس، میلوں میں یا کسی جگہ کو مبارک یا متبرک سمجھ کر وہاں جانور ذبح کرنا ناجائز وحرام ہے۔

سوال: کیا داڑھی چھوٹی ہونی چاہیے؟

جواب: داڑھی رسول اللہ ﷺ کی پیاری سنت ہے، آپ ﷺ کا سینہ مبارک داڑھی سے بھرا ہوا تھا، اس میں مردانہ وجاہت، وقار اور احترام کو سمو دیا گیا ہے، لیکن کچھ لوگ اس سنت کے ساتھ کھلواڑ کرنے کے درپے ہیں، ان کی کوشش اور کاوش رہتی ہے کہ کسی طرح مسلمان معاشروں سے آقائے کریم کی یہ نرالی ادا ختم کر دی جائے، اس مقصد کی بارآوری کے لئے جہاں اور بہت سارے ہتھکنڈے اختیار کئے جاتے ہیں، داڑھی کے باب میں موضوع روایات سے بھی سہارا لیا جاتا ہے، ذیل میں چند ایک ایسی ہی روایات کا تجزیہ پیش کیا جاتا ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منسوب ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مِنْ سَعَادَةِ الْمَرْءِ خِفَّةُ لِحْيَتِهِ .

”ہلکی داڑھی انسانی سعادت کی علامت ہے۔“

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

(المُعجم الكبير للطّبراني : 211/12، الكامل لابن عدي : 2624/7)

یہ جھوٹی سند ہے، سکین بن ابی سراج جسے سکین بن یزید ابوقبیصہ بھی کہتے ہیں، ضعیف الحدیث ہے۔

❁ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يَرْوِي الْمَوْضُوعَاتِ عَنِ الْأَثْبَاتِ .

”ثقہ راویوں سے منسوب موضوع (من گھڑت) روایات بیان کیا کرتا تھا۔“

(كتاب المجروحين :360/1)

❁ امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”یوسف بن غرق، سکین بن ابی سراج اور مغیرہ بن سوید، یہ تمام کے تمام متروک الحدیث ہیں۔“

(تعليقات الدّارقطني على المجروحين لابن حبّان، ص 127)

❁ خطیب بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

سُكَيْنٌ مَجْهُولٌ مُنْكَرُ الْحَدِيثِ وَالْمُغِيرَةُ بْنُ سُوَيْدٍ أَيْضًا مَجْهُولٌ وَلَا يَصِحُّ هٰذَا الْحَدِيثُ وَيُوسُفُ بْنُ الْغَرِقِ مُنْكَرُ الْحَدِيثِ .

”سکین مجہول اور منکر الحدیث ہے، مغیرہ بن سوید بھی مجہول ہے، یوسف بن غرق منکر الحدیث ہے، یہ حدیث غیر ثابت ہے۔“

(تاريخ بغداد : 426/16)

❁ اس روایت کی ایک اور سند ہے، وہ بھی کئی وجوہ سے غیر ثابت ہے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

① سوید بن سعید کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

صَدُوقٌ فِي نَفْسِهٖ اِلَّا أَنَّهٗ عَمِيَ فَصَارَ يَتلَقَّنُ مَا لَيْسَ مِنْ حَدِيثِهٖ .

''بذات خود تو صدوق تھا، لیکن یہ اندھا ہو گیا تھا، تو ان احادیث میں بھی تلقین قبول کرنے لگ گیا تھا، جو اس کی احادیث ہی نہ تھیں۔''

(تقریب التّهذیب : 2690)

② بقیہ بن ولید تدلیس تسویہ کا مرتکب ہے، لہٰذا سماع بالمسلسل درکار ہے!

③ بقیہ کے استاذ ابوالفضل کے بارے میں حافظ ابن الجوزی فرماتے ہیں:

''یہ بحر بن کنیز السقا ہے۔''

اگر یہ وہی ہے، تو ضعیف ومتروک ہے۔

④ مکحول شامی کا سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سماع نہیں ہے۔

❀ اس کی تیسری سند بھی جھوٹی ہے، اس کا راوی سلیمان بن عمرو ابو داود نخعی متروک کذاب دجال اور وضاع ہے۔

❀ یہ حدیث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی بیان کی جاتی ہے، اس کی سند بھی جھوٹی ہے۔

① حسین بن مبارک کذاب اور وضاع ہے۔

❀ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حَدَّثَ بِأَسَانِيدَ وَمُتُونٍ مُنْكَرَةٍ عَنْ أَهْلِ الشَّامِ .

''اہل شام سے منکر سندیں اور منکر متون بیان کیا کرتا تھا۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(الكامل في ضُعفاء الرّجال : 238/3)

② بقیہ بن ولید کا عنعنہ بھی ہے۔

اس کی سند کو امام ابن عدی رحمہ اللہ نے ''منکر'' قرار دیا ہے۔

خلاصہ کلام:

① اس حدیث کے بارے میں امام ابوحاتم رازی فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مَوْضُوعٌ بَاطِلٌ .

''یہ حدیث موضوع (جھوٹی) اور باطل ہے۔''

(علل الحديث لابن أبي حاتم : 27/6)

② حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ نے الموضوعات میں ذکر کرنے کے بعد اسے غیر ثابت قرار دیا ہے۔

(الموضوعات : 166/1)

③ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا كِذْبٌ

''یہ جھوٹ ہے۔''

(ميزان الاعتدال : 548/1)

❀ سماک بن یزید رحمہ اللہ سے منسوب ہے:

كَانَ عَلِيٌّ يَأْخُذُ مِنْ لِحْيَتِهِ مِمَّا يَلِي وَجْهَهُ .

''سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اپنی داڑھی کا وہ حصہ کاٹ دیتے تھے، جو چہرے سے ملا ہوا ہوتا تھا۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(مصنف ابن أبي شيبة : 561/8)

سند ضعیف ہے۔

① زمعہ بن صالح جمہور ائمہ حدیث کے نزدیک ضعیف ہے۔

✿ حافظ عراقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ .

''اسے جمہور محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔''

(تخريج أحاديث إحياء علوم الدّين : 3482)

② سماک بن یزید کی توثیق موجود نہیں۔

③ اس کا سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے سماع کا ثبوت بھی نہیں مل سکا۔

✿ طاوس بن کیسان کے بارے میں ہے:

إِنَّهُ كَانَ يَأْخُذُ مِنْ لِحْيَتِهِ، وَلَا يُوجِبُهُ .

''آپ رحمہ اللہ داڑھی کاٹ دیا کرتے تھے، اسے واجب نہیں سمجھتے تھے۔''

(مصنف ابن أبي شيبة : 562/8)

سند ضعیف ہے، ابو خالد احمر اور ابن جریج دونوں مدلس ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

✿ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

لَا بَأْسَ أَنْ يَأْخُذَ الرَّجُلُ مِنْ لِحْيَتِهِ، مَا لَمْ يَتَشَبَّهُ بِأَهْلِ الشِّرْكِ .

''داڑھی اتنی مقدار میں کاٹی جا سکتی ہے کہ مشرکین سے مشابہت نہ ہو۔''

(كتاب الآثار لأبي يوسف، ص 235)

سند سخت ضعیف ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

① حماد بن ابی سلیمان مختلط ہیں، ان سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے بعداز اختلاط سنا ہے۔

② امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ بالاتفاق ضعیف ہیں۔

③ قاضی ابویوسف جمہور ائمہ حدیث کے نزدیک ضعیف ہیں۔

④ یوسف بن ابی یوسف کی توثیق نہیں مل سکی۔

سوال: کیا رؤیت ہلال میں اختلاف المطالع معتبر ہے؟

جواب: اختلاف مطالع کی صحیح صورت حال سمجھنے کے لئے چند مقدمات کا لحاظ ضروری ہے۔

۱۔ زمین سے چاند کا فاصلہ سورج کی نسبت کم ہے۔

۲۔ چاند کی روشنی سورج سے مستفاد ہے۔

✿ مشہور مقولہ ہے:

نُورُ الْقَمَرِ مُسْتَفَادٌ مِنْ نُورِ الشَّمْسِ .

”چاند کی روشنی سورج سے مستفاد ہے۔“

لہٰذا چاند کا وہی حصہ روشن ہوگا، جو سورج کے سامنے ہوگا، مہینے کی آخری تاریخوں مثلاً ۲۷، ۲۸ یا ۲۹ کو چاند نظر نہیں آتا، وجہ یہ ہوتی ہے کہ ان دنوں چاند سورج کے قریب ہوتا ہے اور اس کا منور حصہ سورج کی اور غیر منور حصہ زمین کی جانب ہوتا ہے۔

۳۔ چاند روزانہ ایک منزل مشرق کی طرف سے سورج سے پیچھے ہٹتا ہے۔

۴۔ چاند تب نظر آتا ہے، جب سورج سے ایک منزل (۱۲ درجات سے کچھ زائد) بعید ہو۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

۵۔ مشرقی ممالک میں اگر چاند نظر آ جاتا ہے، تو مغربی ممالک میں یقیناً نظر آ جائے گا۔ عارضی مانع موجود ہو، تو ممکن ہے نظر نہ آئے، مثلاً گردو غبار یا عرض بلد کا بُعد وغیرہ۔

اب ذرا تفصیل سے اس پر غور فرمایئے، زمین کی قدرتی ساخت ایسی ہے کہ مغربی ممالک میں چاند اور سورج مشرقی ممالک سے پہلے غروب ہو جاتے ہیں، لہٰذا مشرقی ممالک میں چاند جب سورج سے ایک منزل پیچھے ہٹے گا اور مشرقی ممالک میں نظر آئے گا، تو لازماً مغربی ممالک میں بھی نظر آ جائے گا، بلکہ مغربی ممالک کا چاند مشرقی ممالک سے زیادہ روشن اور واضح ہو گا، کیونکہ مغربی ممالک میں سورج ذرا تاخیر سے غروب ہو گا، اتنے میں چاند مزید سورج سے پیچھے ہٹ چکا ہو گا اور جتنا ایک منزل (۱۲ درجات) سے پیچھے ہٹتا جائے گا، رویت حتمی ہوتی جائے گی۔

البتہ مغربی ممالک میں چاند اگر نظر آ جاتا ہے، تو ضروری نہیں کہ مشرقی ممالک میں بھی نظر آئے، بلکہ بعض دفعہ ناممکن ہو جاتا ہے، خصوصاً ان ممالک میں جو مغربی ممالک سے ایک منزل (۱۲ درجات) کے فاصلے پر واقع ہیں، چاند کے لئے ممکن نہیں کہ وہ ایک منزل پیچھے ہٹ جائے اور ان مشرقی ممالک میں بھی نظر آ جائے، جو مقام رؤیت سے ایک منزل (۱۲ درجات) دور ہیں۔

مناسب ہے کہ رویت ہلال میں قرب وبعد کے لئے چاند کی ایک منزل (۱۲ درجات) ہی کو معیار تسلیم کیا جائے۔ یاد رہے کہ ہر دو درجات کے درمیان ۶۹ میل کا فاصلہ ہوتا ہے، اس لحاظ سے بارہ درجات کی مسافت ۸۲۸ میل کے لگ بھگ ہو گی۔

اب صورت حال مزید نکھر کر سامنے آ گئی ہے، مسافت مطلع کے واحد ہونے کا معیار چونکہ ۸۲۸ میل ہے، اس لئے ایک مغربی ملک میں اگر چاند نظر آتا ہے، تو اس کے مشرق

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

میں ۸۲۸ میل کے اندر اندر جتنے ملک آئیں گے، ان میں اس مغربی ملک کی رؤیت کا اعتبار ہوگا، جو اس مسافت سے زیادہ دور ہوں گے ان کا مطلع البتہ مختلف ہے۔

لیکن مشرقی ممالک میں اگر چاند نظر آ جاتا ہے، تو وہ تمام مغربی ممالک کے لئے قابل اعتبار ہے، مطلع ایک ہو یا مختلف ۔۔۔۔۔ کیوں کہ مشرق کا مطلع جتنا مختلف ہوگا، وہاں چاند اتنا ہی زیادہ روشن اور اونچا دکھائی دے گا۔

خط استواء سے شمالاً جنوباً رہنے والوں کیلئے رؤیت کا معیار وہی ہوگا، جو خط استوا پر رہنے والوں کے لئے ہوگا، مثلاً خط استواء پر طول بلد ۷۰ پر رہنے والوں کے لئے رویت کا جو حکم ہوگا وہی طول بلد ۷۰ سے شمالاً جنوباً رہنے والوں کا حکم ہوگا، خواہ رہنے والے قطب شمالی اور قطب جنوبی کے قریب ہی کیوں نہ رہتے ہوں ۔۔۔۔۔ یہاں پر موسم سرما میں چاند کے نظر آنے کا امکان بھی کم ہے۔ واللہ اعلم بالصواب!

(افادات از پیر محمد یعقوب قریشی نور اللہ مرقدہ)

اس مسئلہ میں مولانا عبد الرحمٰن کیلانی رحمہ اللہ کی تصنیف لطیف ''اسلام کا نظام فلکیات'' اور اہل حدیث، ہندی عالم مولانا ابو العاص وحیدی کی کتاب مستطاب ''رؤیت ہلال اور اختلاف مطالع'' کا مطالعہ مفید رہے گا۔

سوال: بعض لوگ اتحاد امت کی بات کرتے ہیں، اس کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: اتحاد امت صرف مسلک اہل السنہ پر استوار ہوسکتا ہے۔ جس طرح حق و باطل ایک دوسرے میں گڈ مڈ نہیں ہو سکتے، بعینہ اسی طرح حق کا باطل کے ساتھ اتحاد نہیں ہوسکتا۔ حق و باطل کی آپس میں جنگ ازل سے چلی آ رہی ہے اور تا ابد چلتی رہے گی۔ اتحاد نام ہے سلف امت کے اصول وضوابط کے مطابق عقیدہ وعمل اپنانے کا۔ حقیقی اہل سنت دنیا

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کے جس بھی کونے پر ہوں، وہ آپس میں متحد ہیں، وہ قوم قبیلے، حسب نسب کی بنا پر ایک دوسرے سے دشمنیاں نہیں پالتے، نہ وہ ایک دوسرے کو گمراہ اور ضال مضل کہتے ہیں۔

لیکن جب کوئی شخص اہل سنت کے عقیدے سے ہٹ کر نیا نظریہ اور عقیدہ اپناتا ہے، اس سے کسی قسم کا اتحاد ممکن نہیں ہے۔ اس سے اتحاد کرنے کا مطلب بدعت سے اتحاد کرنا ہے اور بسا اوقات کفر اور شرک سے اتحاد کرنا ہے۔ اسلام کفر، شرک اور بدعت کو مٹانے آیا تھا، سو اہل سنت بھی ان چیزوں کو مٹانے کی جدو جہد کرتے رہیں گے۔ کفر، شرک اور بدعت کے ساتھ اتحاد نہیں، بلکہ ان کے ساتھ جہاد کیا جائے گا۔ چاہے وہ جہاد ہاتھ کے ساتھ ہو، زبان کے ساتھ ہو یا دل کے ساتھ ہو۔

ہمارے ہاں اتحاد کا مفہوم بھی بدل کر رکھ دیا گیا ہے، ہم نے لبرل ازم کے نظریے کو اتحاد امت کا نام دے رکھا ہے۔ حالاں کہ لبرل ازم اور اسلام باہم متصادم ہیں۔

وحدت امت کی اصطلاح ایک نئی اصطلاح ہے، جس کے نام پر بیان حق سے منع کیا جاتا ہے، بلکہ عملی طور پر سمجھایا جاتا ہے کہ کسی بدعتی کو بدعتی نہ کہیں، کسی شرک کرنے والے کے شرک کا رد نہ کریں، صحابہ کی توہین کرنے والے کی عزت افزائی کریں اور ''عقیدۂ ولاء اور براء'' پر زد آتی ہے، تو آنے دیں، الحاد، ناصبیت ورافضیت اور انکار حدیث کو پروموٹ کیا جائے، تو چپ ہو جاؤ، وحدت امت پر زد پڑتی ہے۔

اس قسم کی اصطلاحات اور نظریات کو قبول کرنے کا سیدھا مطلب ہے کہ آپ اسلام کے عقیدہ الولاء والبراء سے انکار کر دیں، محدثین کو من حیث المجموع فرقہ پرست قرار دے دیں، ائمہ اسلام کو متشدد اور وحدت امت کا دشمن کہہ دیں، کیوں کہ انہوں نے کسی دور میں بھی بدعت سے صلح نہیں کی، نہ اہل بدعت سے راہ و رسم رکھے ہیں، انہوں نے کتابیں لکھی

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ہیں، الرد علی الجہمیہ ، الرد علی المعتزلہ، درء تعارض العقل والنقل ،منہاج السنۃ ،تو یہ تمام کتب، اہل بدعت کے رد پر ہی لکھی گئی ہیں، اس سے ہمیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اتحاد کی دعوت کا مطلب حق کی طرف بلانا، بدعت سے حذر کرنا،شرک سے بچنے کی تلقین کرنا اور فہم سلف پر کاربند رہنے کی طرف بلانا ہے، اتحاد کا مطلب الحاد کو قبول کرنا ہرگز نہیں ہے۔

ہمارے یہاں عجیب طرز کے نعرے لگائے جاتے ہیں، اجی دشمن یہ نہیں دیکھتا کہ کون سنی اور کون شیعہ ہے، وہ سب کو مارتا ہے۔

لیکن اس قسم کے نعرے لگانے والے بھول جاتے ہیں کہ اسلام نے قلت وکثرت کو کبھی معیار بنایا ہی نہیں ہے، مسلمان چاہے کم ہوں یا زیادہ ہوں، اگر صحیح اعمال وعقائد پر ہوں گے، انہیں تب ہی نصرت ملے گی، وگرنہ جتنی بھی کثرت میں ہوں سمندر کی جھاگ ہوں گے۔

دشمن کے دل میں رعب عقیدہ اور عمل کا ہوتا ہے، کثرت کا نہیں ہوتا، کثرت کو تو وہ بھیڑ بکریاں سمجھتے ہیں، جن کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔

❁❁❁❁❁❁❁

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۶۶)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: حاملہ عورت کے روزہ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: سیدنا انس بن مالک کعبی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ وَضَعَ عَنِ الْمُسَافِرِ الصَّوْمَ وَشَطْرَ الصَّلَاةِ، وَعَنِ الْحُبْلٰى وَالْمُرْضِعِ .

”اللہ تعالیٰ نے مسافر کو روزہ اور نماز کا نصف معاف کر دیا ہے، اسی طرح حاملہ اور دودھ پلانے والی کو بھی۔“

(سنن النّسائي : 2315، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ”حسن“ اور امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۲۰۴۴) نے ”صحیح“ کہا ہے۔

یاد رہے کہ اس حدیث میں صرف روزہ اور نماز کے وقتی طور پر معاف ہونے کا ذکر ہے، قضا دینی ہے یا نہیں، حدیث کا ظاہر اس بارے میں خاموش ہے، اس لئے فہم صحابہ سے اس کا معنی متعین کیا جائے گا۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے حاملہ کے بارے میں پوچھا گیا، جسے اپنے بچے کے نقصان کا خطرہ ہے، فرمایا:

”وہ روزہ چھوڑ دے، اس کے بدلے میں ایک مسکین کو ایک ”مد“ (تقریباً

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

نصف کلوگرام) گندم دے دے۔"

(السّنن الکبریٰ للبیهقي : 230/4، وسندهٗ صحیحٌ)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک حاملہ نے روزے کے بارے میں پوچھا،تو فرمایا:

أَفْطِرِي، وَأَطْعِمِي عَنْ كُلِّ يَوْمٍ مِسْكِينًا وَّلَا تَقْضِي .

"روزہ چھوڑ دیں اور ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دیں، قضا نہ دیں۔"

(سنن الدّارقطني :207/1، ح : 2363، وسندهٗ صحیحٌ)

❁ نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی بیٹی ایک قریشی کے نکاح میں تھیں، وہ حاملہ تھیں، رمضان میں اس نے پیاس محسوس کی،تو آپ نے اسے حکم دیا کہ روزہ چھوڑ دیں، ہر روزے کے بدلے میں ایک مسکین کو کھانا کھلا دیں۔

(سنن الدّارقطني :207/1، ح : 2364، وسندهٗ صحیحٌ)

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرمانِ باری تعالیٰ:﴿وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهٗ فِدْيَةٌ﴾(البقرة : ١٨٤) کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

أُثْبِتَتْ لِلْحُبْلٰى وَالْمُرْضِعِ .

"یہ آیت حاملہ اور دودھ پلانے والی کے لیے ثابت (غیر منسوخ) رکھی گئی ہے۔"

(سنن أبي داود : 2317، وسندهٗ صحیحٌ)

❁ سعید بن جبیر رحمہ اللہ حاملہ اور دودھ پلانے والی جو اپنے بچے کے حوالے سے خائف ہو، کے بارے میں فرماتے ہیں کہ روزہ نہ رکھیں، ہر روزے کے بدلے میں ایک مسکین کو کھانا کھلا دیں، چھوڑے ہوئے روزے کی قضائی بھی ان دونوں پر نہیں ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(مصنّف عبد الرّزاق : 4/216، ح : 7555، وسندهٗ صحیحٌ)

❁ سعید بن مسیّب رحمہ اللہ (تفسیر طبری: ۲۷۵۸، وسندہ حسن) اور عکرمہ رحمہ اللہ (تفسیر طبری: ۲۷۴۸، وسندہ صحیح) کا بھی یہی موقف ہے۔

تنبیہ:

بعض اہل علم کہتے ہیں کہ حاملہ اور مرضعہ فدیہ کے ساتھ روزے کی قضا بھی دیں گی، اس مؤقف پر کوئی دلیل معلوم نہیں ہو سکی۔

الحاصل:

حاملہ اور دودھ پلانے والی دونوں روزہ نہ رکھیں، ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دیں، ان پر قضا نہیں۔

سوال: بوڑھے آدمی کے روزے کا کیا حکم ہے؟

جواب: اس بات پر اجماع ہے کہ بوڑھا آدمی، جو روزہ رکھنے کی طاقت نہ رکھتا ہو، وہ روزہ نہ رکھے، بلکہ ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دے۔

(الإجماع لابن المُنذر : 129)

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

”وہ بوڑھا مرد اور بوڑھی عورت جو روزہ رکھنے کی طاقت نہ رکھتے ہوں، وہ ہر روزے کے بدلے میں ایک مسکین کو کھانا کھلا دیں۔“

(صحیح البخاري : 4505)

❁ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت کریمہ: ﴿وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ﴾ (البقرۃ : 184) پڑھی اور فرمایا:

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

”بوڑھا شخص جو روزہ رکھنے کی استطاعت و طاقت نہ رکھتا ہو، روزہ نہ رکھے، بلکہ روزانہ ایک مسکین کو آدھا صاع گندم دے دے۔“

(سنن الدّارقطني: 2/207، ح: 2361، وسندہٗ حسنٌ)

❀ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”ایک مد (تقریباً آدھا کلو) دے گا۔“

(سنن الدّارقطني: 6/204، ح: 2349، وسندہٗ صحیحٌ)

امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ”صحیح“ کہا ہے۔

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے:

”جب آپ رضی اللہ عنہ ایک سال روزہ رکھنے سے عاجز آ گئے، تو آپ رضی اللہ عنہ نے ایک ٹب میں ثرید تیار کی، تیس مساکین کو خوب سیر کر کے کھلا دی۔“

(أحادیث إسماعیل بن جعفر: 112، سنن الدّارقطني: 2390، واللّفظ لہٗ، صحیحٌ)

سوال: بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہمیشہ نرمی کرنی چاہیے، اسلام میں کوئی سختی نہیں ہے، اس کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: کچھ معاملات کلئیر رہنے چاہئیں، ہمارے ہاں ہر ہر معاملے میں افراط وتفریط سے کام لیا جا رہا ہے۔

حتی کہ نرمی اور سختی کے مفاہیم تک کو گڈ مڈ کر دیا گیا ہے اور ہم انہیں مفاہیم کو اصل سمجھ بیٹھے ہیں۔ نرمی یہ ہوتی ہے کہ آپ کسی کو اچھے طریقے سے کہیں۔

عزیزم! آپ شرک سے باز آ جائیں، قبر پرستی سے باز آ جائیں، صحابہ کو گالی دینے سے باز آ جائیں، بدعت اپنے اندر سے ختم کر دیں۔

ہم نے نرمی یہ سمجھ لی ہے کہ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

کسی شرک کرنے والے کو مشرک نہ کہا جائے، کسی بدعت کے مرتکب کو یا داعی کو بدعتی نہ کہا جائے، کوئی گمراہی پر وموٹ کرنے والے کو گمراہی کا سرغنہ نہ کہا جائے۔

یہ مفہوم کہاں سے آ گیا؟ کیا قرآن نے کفار کو کفار نہیں کہا؟

کیا رسول اللہ ﷺ نے اسلامی معاملات میں سختی نہیں کی؟

کیا محدثین کرام رحمہم اللہ کی کتابیں، اسماء الرجال کی کتابیں، ساری کی ساری بداخلاقی پر مبنی ہیں، یا نرمی کے خلاف ہیں، جن میں کسی کو ناصبی، کسی کو بدعتی، کسی کو قدری، کسی کو خارجی، کسی کو رافضی اور کسی کے تشیع یسیر کے الفاظ بولے گئے ہیں؟

ہرگز نہیں، بلکہ کسی چیز کی اصل حیثیت اور کسی شخص کا حکم بتانا نرمی کے خلاف نہیں ہے۔

بلکہ یہ بجائے خود تشدد ہے کہ آپ کسی گمراہ کو سنی بنانے پر تلے ہوں اور جب اگلا اس کی گمراہی واضح کرے، تو آپ کو قرآن کا مخالف بنانے بیٹھ جائیں۔

نرمی ہے گفتگو میں، دعوت میں، گالی دینے والے کے جواب میں خاموشی اختیار کرنا نرمی ہے، اپنی ذات پر کیچڑ اچھالنے والوں کو معاف کر دینا نرمی ہے، خود کو پتھر مارنے والوں کو دعا دینا نرمی ہے۔

لیکن کسی بدعتی کی بدعت سے حذر کرنے کی بجائے، اسے عین اہل سنت کہنا، کسی غیر اہل حدیث کو اہل حدیث قرار دینا، کسی رافضی کی محبت میں گھلے جانا، کسی ناصبی سے راہ و رسم رکھنا، نرمی نہیں ہے، بلکہ یہ نرمی کا جھوٹا مفہوم ہے، جو سلف صالحین نے نہیں لیا۔

سوال: کیا اہل عرب مذموم ہیں؟

جواب: اسلام بحیثیت قوم کسی کی بھی مذمت نہیں کرتا۔ خواہ وہ عرب ہوں، عجم ہوں، یا اہل یورپ، اسلام میں یہ سب اللہ کے بندے ہیں اور ان میں بڑائی کا معیار تقوی ہے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

بعض حضرات نے بخاری ومسلم کی ایک روایت کو لے کر یہ استدلال لیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عربوں کی مذمت کی ہے، حدیث کچھ یوں ہے:

❁ سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

وَيْلٌ لِلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدِ اقْتَرَبَ .

''عربوں کے لئے ہلاکت ہو، یہ عنقریب فتنوں میں مبتلا ہو جائیں گے۔''

(صحيح البخاري : 7059، صحيح مسلم : 2880)

اس روایت میں عربوں کی مذمت کا کوئی پہلو نہیں ہے، بلکہ اس میں اہل عرب کے لئے تنبیہ ہے کہ ان میں فتنوں کی یلغار ہو جائے گی۔ اشارہ ان کے باہمی اختلافات کی طرف ہے، جن کی بنا پر وہ کمزور ہو جائیں گے اور اپنی شان وشوکت گنوا بیٹھیں گے۔

مندرجہ ذیل روایت کو پڑھنے سے اس کا مفہوم مزید واضح ہو جاتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''عنقریب ان میں فتنے برپا ہوں گے۔''

اوپر والی روایت اور اس روایت میں جیسے بیان ہوا ہے، حالات وواقعات ویسے ہی وقوع پذیر ہوئے، نبی کریم ﷺ کی وفات کے فوراً بعد فتنوں کا پورا باب کھل گیا، سیدنا عمر سیدنا عثمان، سیدنا علی، سیدنا حسن اور سیدنا حسین رحمہم اللہ کی شہادتیں اسی سلسلے کی کڑیاں تھیں، بعد میں جنگ جمل اور جنگ صفین جیسے واقعات وحوادثات رونما ہوئے وغیرہ۔

اسی مفہوم کی ایک تیسری روایت سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنِّي لَأَرٰى مَوَاقِعَ الْفِتَنِ خِلَالَ بُيُوتِكُمْ كَمَوَاقِعِ الْقَطْرِ .

''میں تمہارے گھروں میں بارش کی طرح فتنوں کو داخل ہوتے دیکھ رہا ہوں۔''

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(صحيح البخاري : 1878، صحيح مسلم : 2885)

❀ سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يُوشِكُ أَنْ تَدَاعٰى عَلَيْكُمُ الْأُمَمُ مِنْ كُلِّ أُفُقٍ كَمَا تَدَاعَى الْأَكَلَةُ عَلٰى قَصْعَتِهَا.

''عنقریب لوگ ہر طرف سے آپ پر ٹوٹ پڑیں گے، جس طرح بھوکے دستر خوان پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔''

(مسند الإمام أحمد : 278/5، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو حدیث وھن کہتے ہیں، اس میں بھی عربوں کو خطاب کیا گیا ہے، لیکن پوری امت مراد ہے۔ مقصود انہیں ڈرانا ہے کہ فتنوں کی بھرمار ہو جائے گی، لہٰذا فتنوں کا تدارک کر لیجئے۔

یہ ویسی ہی تنبیہات ہیں، جیسی دیگر خطہ ہائے ارض پر رہنے والی مسلم اقوام کے لئے دی گئی ہیں۔ ان تنبیہات سے ان اقوام کی مذمت مقصود نہیں ہے، بلکہ ان کو متنبہ کرنا مقصود ہے کہ آنے والے فتنوں کا تدارک کر لیجئے۔ ان روایات سے بعض اقوام کی خاص مذمت کشید کرنا روح اسلام کے منافی ہے۔

یہاں ایک اور بات بھی یاد رکھئے کہ برائی اور فسق وفجور جس قوم میں بھی عام ہوگا، وہ قوم ہلاک ہو جائے گی، یہ کسی ایک قوم کے ساتھ خاص نہیں ہے اور جو اقوام ان برائیوں سے بچ جائیں گی، کامیاب وکامران ہوں گی۔

سوال: نماز میں نظر کہاں ہونی چاہیے؟

جواب: نماز میں نظر سجدہ کی جگہ پر ہونی چاہیے، البتہ حالت تشہد میں انگلی کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اشارے پر ہونی چاہیے۔

❁ امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كَانُوا يَقُولُونَ : لَا يُجَاوِزْ بَصَرُهُ مُصَلَّاهُ، فَإِنْ كَانَ قَدِ اسْتَعَادَ النَّظَرَ فَلْيُغْمِضْ .

”صحابہ کرام رحمہم اللہ فرمایا کرتے تھے: کسی کی نظر مقامِ سجدہ سے تجاوز نہ کرے، اگر نظر دوبارہ دوسری طرف جائے، تو آنکھیں بند کرلے۔“

(تعظيم قدر الصّلاة للمَروزي : 143، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

كَانُوا يَسْتَحِبُّونَ أَنْ يَنْظُرَ الرَّجُلُ فِي صَلَاتِهٖ إِلٰى مَوْضِعِ سُجُودِهٖ .

”صحابہ کرام رحمہم اللہ مستحب سمجھتے تھے کہ نمازی اپنی نظر مقامِ سجدہ پر رکھے۔“

(تعظيم قدر الصّلاة للمَروزي : 145، وسندهٗ حسنٌ)

❁ مسلم بن یسار رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ نمازی اپنی نظر کہاں رکھے، تو فرمایا:

مَوْضِعُ السُّجُودِ حَسَنٌ .

”مقامِ سجدہ بہتر ہے۔“

(الزّهد لعبد اللّٰه بن المبارك : 1081، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ حافظ ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

اَلنَّظَرُ إِلٰى مَوْضِعِ السُّجُودِ أَسْلَمُ وَأَحْرٰى أَنْ لَا يَلْهُوَ الْمُصَلِّي بِالنَّظَرِ إِلٰى مَا يَشْغَلُهٗ عَنْ صَلَاتِهٖ، وَهٰذَا قَوْلُ عَوَامِّ أَهْلِ الْعِلْمِ .

”مقامِ سجدہ پر نظر رکھنے میں زیادہ بہتری، سلامتی اور احتیاط ہے۔ نمازی اپنی

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

نظر ایسی چیز کی طرف مرکوز نہ کرے، جو اسے نماز سے غافل کر دے۔ اکثر اہل علم کا یہی فتویٰ ہے۔“

(الأوسط في السّنن والإجماع والإختلاف : 273/3)

تنبیہ:

بوقت ضرورت نمازی اپنے سامنے دیکھ سکتا ہے۔ جس طرح بوقتِ ضرورت التفات کر سکتا ہے۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كُنْتُ أَنْظُرُ إِلٰى عَلَمِهَا، وَأَنَا فِي الصَّلَاةِ فَأَخَافُ أَنْ تَفْتِنَنِي .

”نماز میں میری نظر اس دھاری دار چادر پر پڑ جاتی ہے، خدشہ رہتا ہے کہ یہ نماز سے مشغول نہ کر دے۔“

(صحيح البخاري : 373، صحيح مسلم : 556)

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہی بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

رَأَيْتُ جَهَنَّمَ يَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا حِينَ رَأَيْتُمُونِي تَأَخَّرْتُ .

”جب آپ نے مجھے مصلیٰ سے پیچھے ہٹتے دیکھا، اس وقت میں نے جہنم دیکھی تھی، اس کا ایک حصہ دوسرے کو کھائے جا رہا تھا۔“

(صحيح البخاري : 1154، صحيح مسلم :901)

❁ ابومعمر رحمہ اللہ کہتے ہیں:

”ہم نے خباب رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر وعصر میں قرأت کرتے تھے۔ فرمایا: جی ہاں، پوچھا: آپ کو کیسے پتہ چلتا تھا؟ فرمایا:

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

بِاضْطِرَابِ لِحْيَتِهِ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھی مبارک کے ہلنے سے۔''

(صحيح البخاري : 746)

❀ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّهُ لَا يَنْبَغِي أَنْ يَكُونَ فِي الْبَيْتِ شَيْءٌ يَّشْغَلُ الْمُصَلِّيَ .

''کعبۃ اللہ میں کوئی ایسی چیز نہیں ہونی چاہیے، جو نمازی کو مشغول کر دے۔''

(مسند الحميدي : 565، سنن أبي داود : 2030، سندهٗ صحيحٌ)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) لکھتے ہیں:

يُمْكِنُ أَنْ يُفَرَّقَ بَيْنَ الْإِمَامِ وَالْمَأْمُومِ فَيُسْتَحَبُّ لِلْإِمَامِ النَّظَرُ إِلٰى مَوْضِعِ السُّجُودِ وَكَذَا لِلْمَأْمُومِ إِلَّا حَيْثُ يَحْتَاجُ إِلٰى مُرَاقَبَةِ إِمَامِهٖ، وَأَمَّا الْمُنْفَرِدُ فَحُكْمُهٗ، حُكْمُ الْإِمَامِ .

''امام اور مقتدی میں فرق یوں کیا جا سکتا ہے کہ دونوں کے لیے مقام سجدہ پر نگاہ رکھنا مستحب ہے، البتہ مقتدی بہ وقت ضرورت امام کو دیکھ سکتا ہے۔ اکیلے نمازی کا وہی حکم ہے، جو امام کا ہے۔''

(فتح الباري : 232/2)

❀ علامہ ابن عابدین شامی حنفی رحمہ اللہ (۱۲۵۲ھ) لکھتے ہیں:

الْمَنْقُولُ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ أَنْ يَكُونَ مُنْتَهٰى بَصَرِهٖ فِي صَلَاتِهٖ إِلٰى مَحَلِّ سُجُودِهٖ .

''ظاہر الروایۃ میں منقول ہے کہ نمازی کی نظر محل سجدہ پر ہونی چاہیے۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(فتاویٰ شامی :321/1)

❁ محمد بن علی بن محمد بن علی حصکفی رحمہ اللہ (۱۰۸۸ھ) کہتے ہیں:

نَظَرُهُ إِلٰى مَوْضِعِ سُجُودِهٖ حَالَ قِيَامِهٖ، وَإِلٰى ظَهْرِ قَدَمَيْهِ حَالَ رُكُوعِهٖ وَإِلٰى أَرْنَبَةِ أَنْفِهٖ حَالَ سُجُودِهٖ، وَإِلٰى حِجْرِهٖ حَالَ قُعُودِهٖ، وَإِلٰى مَنْكِبِهِ الْأَيْمَنِ وَالْأَيْسَرِ عِنْدَ التَّسْلِيمَةِ الْأُولٰى وَالثَّانِيَةِ لِتَحْصِيلِ الْخُشُوعِ .

”حصول خشوع کے لیے نمازی اپنی نظر قیام میں مقام سجدہ پر، رکوع میں پاؤں کے درمیان، سجدے میں نکوڑی پر، تشہد میں گود پر اور سلام پھیرتے وقت دائیں بائیں کندھے پر رکھے۔“

(الدُّرّ المختار شرح تنوير الأبصار، ص 66، باب صفة الصّلوة)

اس ”خشوع“ پر کوئی دلیل نہیں، اہل علم نے صدیوں پہلے اس کا رد کر دیا ہے۔

❁ امام اندلس، حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) لکھتے ہیں:

هٰذَا كُلُّهُ تَحْدِيدٌ لَّمْ يَثْبُتْ بِهٖ أَثَرٌ وَّلَيْسَ بِوَاجِبٍ فِي النَّظَرِ وَمَنْ نَظَرَ إِلٰى مَوْضِعِ سُجُودِهٖ كَانَ أَسْلَمَ لَهُ وَأَبْعَدَ مِنَ الْاِشْتِغَالِ بِغَيْرِ صَلَاتِهٖ .

”اس ساری تقسیم کا حدیث میں کوئی ثبوت نہیں، نہ نگاہ رکھنے کے متعلق کوئی وجوب ہے۔ نمازی کا اپنی نظر مقام سجدہ پر رکھنا اس کے لیے سلامتی اور مشغولیت سے بچنا ہے۔“

(التّمهيد لما في المؤطّأ من المَعاني والأسانيد : 393/17)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

❁ علامہ العز بن عبد السلام رحمہ اللہ (٦٦٠ھ) لکھتے ہیں:

لَيْسَ هٰذَا قَوْلًا صَحِيحًا، وَّلَا حُجَّةَ لِقَائِلِهِ مِنْ كِتَابٍ وَّلَا سُنَّةٍ، وَّاللّٰهُ أَعْلَمُ .

”یہ قول درست نہیں، کتاب وسنت کے دلائل سے خالی ہے، واللہ اعلم!“

(فتاوی العزّ بن عبد السّلام، ص 68)

فائدہ:

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

عَجَبًا لِّلْمَرْءِ الْمُسْلِمِ إِذْ دَخَلَ الْكَعْبَةَ حَتّٰى يَرْفَعَ بَصَرَهٗ قِبَلَ السَّقْفِ يَدَعُ ذٰلِكَ إِجْلَالًا لِّلّٰهِ وَإِعْظَامًا، دَخَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكَعْبَةَ مَا خَلَفَ بَصَرُهٗ مَوْضِعَ سُجُودِهٖ حَتّٰى خَرَجَ مِنْهَا .

”ایسے مسلمان پر تعجب ہے، جو کعبہ میں داخل ہو کر دورانِ نماز چھت کی طرف نظر رکھتا ہے اور وہ ایسا تعظیمِ خداوندی میں کرتا ہے، جبکہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تو کعبہ میں داخل ہوئے، آپ نے دورانِ نماز اپنی نظر سجدے والی جگہ پر رکھی، تا آنکہ نماز سے فارغ ہو گئے۔“

(المستدرك للحاكم :479/1، صحيح ابن خزيمة : 3512)

سند ضعیف ہے۔

زہیر بن محمد مکی سے اہل شام روایت کریں، تو حدیث ”ضعیف“ ہوتی ہے۔ عمرو بن ابو

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

سلمہ تنیسی بھی شامی ہیں۔

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں علیہ

رِوَايَةُ أَهْلِ الشَّامِ عَنْهُ غَيْرُ مُسْتَقِيمَةٍ .

’’ان سے اہل شام کی روایت ضعیف ہوتی ہے۔‘‘

(تقريب التّهذيب : 2049)

سوال: تورات کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: ہر کتاب کا نام اس نبی کی زبان میں ہوتا تھا۔ موسی علیہ السلام پر نازل ہونے والی کتاب کا نام تورات ہے۔ تورات کا معنی ضیاع اور نور ہے۔ قرآن کریم نیتورات کو فرقان اور ہدی سے بھی تعبیر کیا ہے۔ بنی اسرائیل پر دو ہی کتابیں نازل ہوئیں، موسی علیہ السلام پر نازل ہونے والی کتاب کا نام تورات ہے اور عیسی علیہ السلام پر نازل ہونے والی کتاب کا نام انجیل ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ثُمَّ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ﴾(الأنعام : ١٥٤)

’’ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا کی۔‘‘

❁ علامہ محمد امین شنقیطی رحمہ اللہ (۱۳۹۳ھ) فرماتے ہیں:

هُوَ التَّوْرَاةُ بِالْإِجْمَاعِ .

’’اس سے مراد بالاجماع تورات ہے۔‘‘

(أضواء البيان :45/1)

❁ نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

﴿وَقَفَّيْنَا عَلَىٰ آثَارِهِمْ بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَاةِ وَآتَيْنَاهُ الْإِنْجِيلَ فِيهِ هُدًى وَّنُورٌ وَّمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَاةِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِينَ﴾(المائدة : ٤٦)

''ان کے بعد ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو بھیجا، جو اپنے سے پہلی کتاب تورات کی تصدیق کرتے تھے، ہم نے انہیں انجیل عطا کی، جس میں ہدایت اور نور ہے، اپنے سے پہلے والی کتاب تورات کی تصدیق کرتی ہے، اس میں ہدایت اور پرہیزگاروں کے لئے نصیحت ہے۔''

بنی اسرائیل پر دو ہی کتابیں نازل ہوئیں اور دو ہی انبیا پر نازل ہوئیں، تو انجیل چوں کہ عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی، سو، لامحالہ تورات سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی ہے۔ پھر تاریخی طور پر بھی تمام یہود و نصاریٰ یہی مانتے ہیں، امت مسلمہ بھی اس پر متفق رہی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہونے والی کتاب کا نام تورات تھا۔

❁ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود سے پوچھا:

أَنْشُدُكَ بِاللّٰهِ الَّذِي أَنْزَلَ التَّوْرَاةَ عَلٰى مُوسٰى، أَهٰكَذَا تَجِدُونَ حَدَّ الزَّانِي فِي كِتَابِكُمْ.

''میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں، جس نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل کی، کیا زانی کی حد آپ کی کتاب میں موجود ہے؟''

(صحیح مسلم : 1700)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(سوال): مصنف عبدالرزاق کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

(جواب): مصنف اس کتاب کو کہتے ہیں، جس میں بکثرت آثار صحابہ وتابعین ہوں۔ بہت سارے ائمہ نے ''مصنف'' لکھی ہیں۔ جن میں امام ابو بکر ابن ابی شیبہ اور امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی رحمہما اللہ کی ''مصنف'' شامل ہیں۔ امام عبد الرزاق رحمہ اللہ کی مصنف تواتر کے ساتھ ثابت ہے اور ہر دور متداول رہی ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے المعجم المفہرس (ص ۵۰) اور تغلیق التعلیق (۵/ ۴۵۵) میں امام عبدالرزاق تک تین سندیں ذکر کی ہیں۔ تینوں کا مدار امام اسحاق بن ابراہیم دبری پر ہے۔ اسحاق بالاتفاق صحیح السماع راوی ہے اور روایت کتاب میں صحیح السماع ہونا ضروری ہوتا ہے۔ صحیح السماع کا مطلب یہ ہے کہ اس نے جو سنا، وہی لکھا۔

اسحاق دبری سے کتاب میں جہاں تصحیف ہوئی، اس کی تصحیح حافظ ابوعبداللہ محمد بن احمد بن مفرج رحمہ اللہ نے کر دی، انہوں نے اس پر کِتَابُ إِصْلَاحِ الْحُرُوفِ الَّتِي كَانَ يُصَحِّفُهَا إِسْحَاقُ الدَّبَرِيُّ کے نام سے کتاب لکھی ہے۔ یہ مصنف عبدالرزاق اور اسحاق دبری کے صحیح السماع ہونے کی دلیل ہے، کہ جہاں غلطی واقع ہوئی، اس کی تصحیح کر دی گئی اور باقی کو صحیح قرار دے دیا گیا۔ اسحاق دبری صدوق حسن الحدیث ہیں۔

❁ امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

صَدُوقٌ، مَا رَأَيْتُ فِيهِ خِلَافًا.

''صدوق ہے، مجھے اس میں اختلاف معلوم نہیں۔''

(سؤالات الحاكم للدّارقطني : 62)

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صدوق'' کہا ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(سِیَر أعلام النّبلاء : 13/416)

❁ نیز فرماتے ہیں:

قَدِ احْتَجَّ بِالدَّبَرِيِّ أَبُو عَوَانَةَ فِي صَحِيحِهِ وَغَيْرِهِ، وَأَكْثَرَ عَنْهُ الطَّبَرَانِيُّ .

''دبری سے امام ابوعوانہ رحمہ اللہ نے اپنی صحیح وغیرہ میں حجت پکڑی ہے اور امام طبرانی رحمہ اللہ نے دبری سے بکثرت روایت لی ہے۔''

(میزان الاعتدال : 1/181)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ''ثقہ'' قرار دیا ہے۔

(الدّرایۃ : 2/21، المسدّد : 89)

❁ نیز اس کے ترجمہ کے ساتھ ''صح'' لکھا گیا ہے۔

(میزان الاعتدال : 1/181)

اس کا مطلب یہ ہے کہ اس راوی کی توثیق ہی راجح ہے۔

❁ حافظ ابن عدی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اِسْتَصْغَرَهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَحْضَرَهُ أَبُوهُ عِنْدَهُ، وَهُوَ صَغِيرٌ جِدًّا فَكَانَ يَقُولُ : قَرَأْنَا عَلَى عَبْدِ الرَّزَّاقِ أَيْ قَرَأَ غَيْرُهُ، وَحَضَرَ صَغِيرًا وَحَدَّثَ عَنْهُ بِحَدِيثٍ مُّنْكَرٍ .

''امام عبدالرزاق رحمہ اللہ کی مجلس میں دبری بہت چھوٹے تھے، ان کے والد انہیں امام صاحب کی مجلس میں لے کر جاتے، تب یہ بہت چھوٹے ہوا کرتے تھے۔اسی لیے دَبری (جب حدیث بیان کرتے، تو) کہا کرتے تھے: ہم نے امام عبدالرزاق پر پڑھا، یعنی دبری کے علاوہ کسی اور نے پڑھا۔دَبری وہاں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

حاضر ہوتے، تب وہ بہت چھوٹے تھے۔ دَبری نے امام صاحب سے ایک منکر روایت بیان کی ہے۔“

(الكامل في ضُعفاء الرِّجال: 560/1)

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

سَاقَ لَهٗ حَدِيثًا وَّاحِدًا مِّنْ طَرِيقِ ابْنِ أَنْعُمٍ الْإِفْرِيقِيِّ، يُحْتَمَلُ مِثْلُهٗ، فَأَيْنَ الْأَحَادِيثُ الَّتِي ادَّعٰى أَنَّهَا لَهٗ مَنَاكِيرُ، وَالدَّبَرِيُّ صَدُوقٌ مُحْتَجٌّ بِهٖ فِي الصَّحِيحِ، سَمِعَ كُتُبًا، فَأَدَّاهَا كَمَا سَمِعَهَا .

”دَبری نے عبدالرحمٰن بن انعم افریقی کے طریق سے امام عبدالرزاق سے ایک حدیث بیان کی ہے۔ ایسے راوی سے تو حدیث لی جاسکتی ہے۔ تو وہ احادیث کہاں ہیں، جن کے منکر ہونے کا دعویٰ کیا گیا ہے؟ دبری صدوق ہے، (ابو عوانہ کی) صحیح میں اس سے حجت پکڑی گئی ہے۔ اس نے (امام عبدالرزاق کی) کتابوں کا سماع کیا اور جیسے سنیں، ویسے آگے بیان کردیں۔“

(تاريخ الإسلام: 714/6)

❀ نیز فرماتے ہیں:

سَمِعَ مُصَنَّفَاتِ عَبْدِ الرَّزَّاقِ سَنَةَ عَشَرَةَ مِنْهُ بِاعْتِنَاءِ وَالِدِهٖ إِبْرَاهِيمَ، وَكَانَ صَحِيحَ السَّمَاعِ .

”اس نے دس سال کی عمر میں اپنے والد ابراہیم کی مدد سے امام عبدالرزاق کی مصنفات کا سماع کیا۔ اسحاق دَبری صحیح السماع تھے۔“

(تاريخ الإسلام: 714/6)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

یہاں ایک بات یاد رکھیں کہ اسحاق دبری کے والد ابراہیم بن عباد دَبری ثقہ ہوں یا مجہول، اس سے مصنف عبدالرزاق کی صحت پر کچھ اثر نہیں پڑتا۔ کیوں کہ جب خود اسحاق دَبری کا سماع صحیح ہے، تو کسی اور واسطے کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔

نیز یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ امام عبدالرزاق رحمہ اللہ کی تمام تصانیف اختلاط سے پہلے کی ہیں۔ مصنف بھی اختلاط سے پہلی لکھی جا چکی تھی۔ جو امام رحمہ اللہ پر پڑھی گئی، اور اسے سننے والوں میں ابراہیم دبری بھی موجود تھے۔ دبری نے لکھ کر آگے بیان کر دی۔ یہ کتاب اسی زمانے سے متداول چلی آ رہی ہے۔

✿ حافظ عراقی رحمہ اللہ (۸۰۶ھ) فرماتے ہیں:

كَأَنَّ مَنِ احْتَجَّ بِهٖ لَمْ يُبَالِ بِتَغَيُّرِهٖ؛ لِكَوْنِهٖ إِنَّمَا حَدَّثَهٗ مِنْ كُتُبِهٖ، لَا مِنْ حِفْظِهٖ.

”گویا جس امام نے دَبری سے حجت پکڑی ہے، اس نے امام عبدالرزاق رحمہ اللہ کے حافظہ بگڑنے کا اعتبار نہیں کیا، کیونکہ دبری نے اسے امام عبدالرزاق کی کتابوں سے بیان کیا ہے، نہ کہ حافظہ سے۔“

(شرح التّبصرة والتذكرة: 337/2)

پھر مصنف کی اکثر روایات میں دَبری کی متابعت بھی ہوئی ہے، لہٰذا مصنف امام رحمہ اللہ سے ثابت کتاب ہے۔

دبری کے علاوہ بھی امام عبدالرزاق رحمہ اللہ سے بہت سے شاگردوں نے اس کتاب کے اجزا روایت کیے ہیں۔

بعض اعتراضات کے جوابات:

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

بعض جوانب سے اعتراضات کئے گئے، حالاں کہ ہم نے عرض کر چکے ہیں کہ جو چیز دور محدثین سے ہی متداول چلی آ رہی ہے، اس پر اعتراض کرنا بھی عجیب بات ہے۔ کتاب میں سب سے اہم عنصر اس کا متداول ہونا ہوتا ہے۔

✿ ایک صاحب کہتے ہیں:

''کیا آپ کو خواب آ گیا کہ امام عبدالرزاق کی کتابیں پہلے لکھی جا چکی تھیں۔''

تو اس پہ عرض ہے کہ ہمیں خواب نہیں آیا، بلکہ ان صاحب نے کبھی کتب کھولنا پسند نہیں فرمائیں۔ یہاں ہم صرف ایک قول نقل کرتے ہیں۔

✿ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَا حَدَّثَ مِنْ كِتَابِهٖ فَهُوَ أَصَحُّ .

''جو وہ اپنی کتاب سے بیان کریں، وہ صحیح ترین ہے۔''

(التاریخ الکبیر : 130/6)

کتاب سے صحیح ترین کیسے ہو گیا؟ لازم ہے کہ وہ پہلے لکھی جا چکی ہیں، پھر اس پر بھی غور فرمائیں، وہ آخری عمر میں اندھے ہو گئے تھے، اندھا ہونے کے بعد انہوں نے کتاب کیسے لکھ لی؟ تفصیلات میں جانا ضروری نہیں۔

دوسرا اعتراض یہ کیا گیا کہ ابن مفرج کی کتاب کہاں ہے؟

تو عرض ہے کہ ہمارے پاس موجود نہیں، لیکن سلف کے یہاں دونوں موجود رہی ہیں، مصنف عبدالرزاق والی بھی موجود رہی ہے اور سلف کے یہاں تقابل کا چلن عام تھا، اس پر ہمارا نہیں خیال کہ الگ سے مقالہ لکھنے کی ضرورت ہوگی۔ مصنف عبدالرزاق سے بہت سارے ائمہ نے روایتیں نقل کی ہیں، مثلاً: امام بیہقی رحمہ اللہ وغیرہ، بلکہ امام بیہقی رحمہ اللہ کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پاس مصنف عبدالرزاق کا معتبر نسخہ تھا، پھر یہ بھی ہے کہ محدثین نے اپنی اپنی سندوں کے ساتھ اپنی کتابوں میں مصنف عبدالرزاق کو بیان کیا ہوا ہے۔ اہل علم پر یہ بات بھی بہت واضح ہے۔

تیسرا اعتراض یہ کیا گیا کہ آپ نے امام دارقطنی رحمہ اللہ کا مکمل کلام نقل نہیں کیا!

تو عرض ہے کہ ان کا مکمل کلام ملاحظہ کیجئے:

صَدُوقٌ مَا رَأَيْتُ فِيهِ خِلَافًا إِنَّمَا قِيلَ : لَمْ يَكُنْ مِنْ رِجَالِ هٰذَا الشَّأْنِ، قُلْتُ : وَيُدْخَلُ فِي الصَّحِيحِ؟ قَالَ : أَيْ وَاللّٰهِ .

”سچا تھا، میں نے اس میں اختلاف نہیں دیکھا، البتہ یہ کہا گیا ہے کہ بندہ اس فن کا نہیں تھا، عرض کیا: صحیح میں داخل کرلیا جائے؟ فرمایا: کیوں نہیں، اللہ کی قسم!“

(سؤالات الحاكم : 105)

اس فن کا بندہ نہیں تھا، یہ قِيلَ کے صیغے کے ساتھ لکھا ہے۔ قِيلَ کا صیغہ خود بتاتا ہے کہ دارقطنی رحمہ اللہ اس بات کو قابل اعتنا نہیں سمجھتے، نیز یہ ان کا کلام نہیں ہے۔ دارقطنی رحمہ اللہ کا اپنا کلام یہی ہے کہ اس کے صدق پر اجماع ہے۔

ایک اعتراض یہ کیا گیا کہ ابن عدی رحمہ اللہ کی عبارت کا مفہوم کیا ہے؟

امام ابن عدی رحمہ اللہ کی عبارت یوں ہے:

اِسْتَصْغِرَهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ .

(الكامل في ضُعفاء الرّجال :560/1)

اس کا ترجمہ دو طرح ہوسکتا ہے۔

ا۔ اسے عبدالرزاق کے معاملے میں چھوٹا سمجھا جاتا ہے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

۲۔ یہ عبدالرزاق کی مجلس میں چھوٹا تھا۔

تو اس عبارت کے اگلے حصے سے دوسرے ترجمے کا درست ہونا معلوم ہوتا ہے۔ کیوں کہ آگے وضاحت موجود ہے کہ اس کے والد اسے لے کر آئے تھے امام عبدالرزاق کی مجلس میں۔ اگر پہلے والا ترجمہ درست ہوتا، تو ابن عدی رحمہ اللہ یوں کہتے: عبدالرزاق سے بیان کرنے میں یہ منکر الحدیث ہے، مگر انہوں نے فرمایا: اس نے ایک حدیث منکر بیان کی ہے اور ایک آدھ منکر حدیث تو بڑے بڑے ثقات بیان کر دیتے ہیں۔ پھر یہ کیسی عجیب بات ہے کہ بندہ حقیر بھی ہو اور اس کی باقی تمام روایات صحیح بھی ہوں؟ دل لگتی ہے؟ ہرگز نہیں۔

نوٹ:

امام عبدالرزاق کے متعلق عباس عنبری کا ایک قول نقل کیا جاتا ہے کہ انہوں نے امام رحمہ اللہ کو کذاب کہا۔ (الکامل لابن عدی: ۶/ ۵۳۸) تو یہ قول ثابت نہیں۔ اس قول کے راوی حافظ دولابی ضعیف ہیں۔

امام عبدالرزاق رحمہ اللہ کی توثیق پر ائمہ اہل سنت کا اجماع رہا ہے۔ کسی نے ان کی تضعیف نہیں کی، رہا مسئلہ ان کی تدلیس کا، تو تدلیس بڑے بڑے ائمہ کرتے رہے ہیں اور محدثین کے ہاں محض تدلیس سے کوئی بندہ ضعیف نہیں ہو جاتا۔ یہ اہل علم پر مخفی نہیں۔

ویسے بھی ہم تو کاندھلوی و تمنا عمادی جیسے منکرین حدیث کے چبائے ہوئے نوالوں کو درخوا اعتناء نہیں سمجھتے۔

حضرات ان اعتراضات کا حال خود دیکھ لیں اور دینی معاملات میں صرف علما سے رجوع کیا کریں۔

مزید اعتراضات:

ہم نے مصنف عبدالرزاق کے حوالے سے ایک اصولی نقطہ پیش کیا تھا کہ یہ کتاب ہر دور میں متداول رہی ہے، لیکن بعض حضرات اس بنیادی نکتے کو چھوڑ کر ایسی باتیں کر رہے ہیں، جن سے اصل مصنف پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔

دوسرا نکتہ ہم نے یہ بیان کیا تھا کہ مصنف عبدالرزاق کے تمام روایات کی متابعت موجود ہے۔ یہ دوسرا بنیادی پوائنٹ ہے، جس کو کسی بھی کتاب و راوی کو پرکھنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، مگر اس طرف بھی التفات نہیں کیا جا رہا۔

تیسرا پوائنٹ ہم نے یہ بیان کیا تھا کہ امام عبدالرزاق کی کتابیں حافظہ بگڑنے سے پہلے لکھی جا چکی تھیں، تو ایک صاحب نے اعتراض کیا کہ کیا آپ کو خواب آ گیا؟ ہم نے اس پر ایک حوالہ عرض کیا، تو فرمانے لگے: امام اندھے ہونے سے پہلے ہی سٹھیائے ہوئے تھے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل اعتراض تو ختم ہو گیا۔ یہ تو کلیئر ہو گیا کہ امام رحمہ اللہ نے کتابیں اندھا ہونے سے پہلے لکھ لیں تھیں، اس پر صاحب نے نیا اعتراض کیا کہ وہ تو اندھا ہونے سے پہلے سٹھیا گئے تھے۔ پھر اس کی دلیل میں انہوں نے امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ کا یہ کلام نقل کیا کہ عبدالرزاق اور معمر کثیر الخطا ہیں۔

اب ہم یہاں سوال کر سکتے ہیں کہ اس قول میں یہ کہاں لکھا ہے کہ وہ دونوں آخری عمر سے پہلے ہی کثیر الخطا ہو گئے تھے؟ یعنی ایک مطلق بات کو لے کر ایک خاص دلیل بنایا جا رہا ہے؟

حالانکہ آپ خود امام ابو حاتم رحمہ اللہ ہی کا کلام مکمل دیکھ لیں، تو مسئلہ ختم ہو جائے، راوی حدیث ابوسفیان معمری کو امام ابو حاتم رحمہ اللہ ''صالح الحدیث'' کہتے ہیں۔(الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم: ۲۳۱/۷)

www.KitaboSunnat.com

❁ ابن ابی حاتم رحمہ اللہ کہتے ہیں:

سَأَلْتُ أَبِي عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ أَحَبُّ إِلَيْكَ أَوْ أَبُو سُفْيَانَ الْمَعْمَرِيُّ؟ فَقَالَ: عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَحَبُّ إِلَيَّ.

''میں نے والد محترم سے پوچھا: کیا عبدالرزاق آپ کے نزدیک زیادہ اچھے ہیں یا ابوسفیان معمری؟ تو جواباً امام رحمہ اللہ نے فرمایا: میرے نزدیک عبدالرزاق زیادہ اچھے ہیں۔''

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم: 39/6)

ایک صالح الحدیث راوی سے بھی اوپر والا درجہ کس کا ہوسکتا ہے؟ یقیناً ایسے شخص کا نہیں ہوسکتا، جو ہمہ صورت ہی کثیر الخطا ہو، بلکہ صرف خاص معاملے میں ہوتا ہے اور وہ خاص معاملہ صاف ہے، جیسا کے دیگر محدثین نے بھی بیان کیا کہ وہ آخری عمر میں مختلط ہوئے تھے۔

❁ ابن ہانی رحمہ اللہ کہتے ہیں، میں نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے سنا:

''امام عبدالرزاق نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی: اَلنَّارُ جُبَّارٌ اصلاً یہ یوں ہے: اَلْبِئْرُ جُبَّارٌ ہم نے ان کی کتابیں ان کے سامنے لکھی ہیں اورانھوں نے امام رحمہ اللہ سے دوسو چھ ہجری میں سنا، جب یہ ان کے پاس گئے، تو امام رحمہ اللہ اندھے ہوگئے تھے، پھرانھوں نے تلقین کی، تو تقلین قبول کرنے لگے۔''

(سؤالات ابن هاني :2101)

ائمہ یہ بتا رہے ہیں کہ انھوں نے جب کتابیں لکھیں، تو اس وقت بالکل ٹھیک تھے، لیکن مختلط بعد میں ہوئے۔ تو یہ اعتراض بھی ختم ہوا۔ اعتراض کرنے والے صاحب کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

متعلق اتنا تو یقین ہوتا جا رہا ہے کہ مطالعہ نہیں کرتے، بلکہ کہیں سے سرقہ کرتے ہیں۔

پھر موصوف نے تدلیس کو دھوکا اور جانے کیا کچھ باور کروایا ہے، حالاں کہ تدلیس کا معاملہ محدثین کے یہاں بہت واضح ہے اور تدلیس سے جھوٹ کشید کرنا بجائے خود علم حدیث سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔

امام دارقطنی رحمہ اللہ کے کلام کو حضرت نے اس لئے ٹھکرا دیا ہے کہ نقل کرنے والا ایک شیعہ تھا، اب یہ بھی کیسی عجیب بات ہے۔ اول تو امام حاکم رحمہ اللہ شیعہ نہیں، نیز محض تشیع محدثین کے یہاں جرح بھی نہیں ہوتی۔ یہ جرح دور جدید کے چند منکرین حدیث اور نواصب نے اختیار کر لی ہے۔ تشیع میں غلو جرح بنتا تھا، وہ بھی اگر آدمی فی نفسہ سچا ہوتا، تو اس غلو کو بھی معاف کر دیا جاتا تھا۔ مگر یہ سب کچھ اصول محدثین کو کسی استاذ کی مجلس میں پڑھنے سے پتہ چلتا ہے۔

باقی صاحب دولابی کی تضعیف کا انکار کر رہے ہیں، تو اس سلسلے میں مضامین موجود ہیں، وہ دیکھے جا سکتے ہیں۔

پھر ابن عدی رحمہ اللہ کی عبادت کے معاملے میں ہماری بیان کردہ تفصیل کو بیان کئے بغیر صرف اتنا کہہ کر گزر گئے کہ ہمارے نزدیک اس کا معنی یہی ہے، دلیل یہ دی ہے کہ اگر صرف چھوٹا سمجھنا مقصود ہوتا، تو آگے وَهُوَ صَغِيرٌ جِدًّا ہی نہ لکھتے۔ حالاں کہ وَهُوَ صَغِيرٌ جِدًّا لکھنا اور باقی عبارت کا پورا سیاق جو ہماری پچھلی تحریر میں موجود ہے۔ واضح بتا رہا ہے کہ وہ چھوٹی عمر کی طرف ہی اشارہ کر رہے ہیں۔

❁❁❁❁❁❁❁

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فتاویٰ امن پوری (قسط ۱٦۷)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: وبائی امراض کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: مندرجہ ذیل اُمور ملاحظہ ہوں؛

متعدی بیماری:

بیماری متعدی ہوتی ہے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا عَدْوٰی . ''کوئی بیماری (بذات خود) متعدی نہیں۔''

(صحيح البخاري : 5757، صحيح مسلم : 2220)

❁ ایک دیہاتی کہنے لگا:

يَا رَسُولَ اللّٰهِ، فَمَا بَالُ الْإِبِلِ، تَكُونُ فِي الرَّمْلِ كَأَنَّهَا الظِّبَاءُ، فَيُخَالِطُهَا الْبَعِيرُ الْأَجْرَبُ فَيُجْرِبُهَا؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : فَمَنْ أَعْدَى الْأَوَّلَ .

''اللہ کے رسول! تو ان اونٹوں کے ساتھ ایسا کیوں ہوتا ہے، جو صحرا میں ہوتے ہیں، گویا کہ ہرن ہوں، ان سے ایک خارش زدہ اونٹ ملتا ہے اور سب کو خارش لگا دیتا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو پہلے اونٹ کو بیماری کس نے لگائی؟''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(صحيح البخاري : 5770، صحيح مسلم :2221)

نبی کریم ﷺ سمجھانا چاہتے ہیں کہ ایک اونٹ سے دوسرے اونٹوں کا خارش کا لگنا صرف اس وجہ سے نہیں کہ خارش زدہ اونٹ دوسروں سے مل گیا ہے، بلکہ اس میں اصل مشیئت الٰہی ہے، یعنی جس اللہ نے پہلے اونٹ کو بغیر کسی سبب سے بیماری لگائی، وہ چاہے، تو وہی بیماری دوسروں تک بھی منتقل ہو جائے، چاہے تو منتقل نہ ہو۔ اصل وجہ مشیئت الٰہی ہے، نہ کہ اونٹوں کا آپس میں ملنا۔

❀ بعض روایات ہیں:

لَا يُورِدُ الْمُمْرِضُ عَلَى الْمُصِحِّ .

''بیمار جانور کو صحت مند جانوروں کے پاس نہ لائیے۔''(صحيح مسلم :2221)

اس حدیث میں ایک حفاظتی تدبیر کی راہنمائی کی گئی ہے کہ بیمار جانور کو تندرست جانوروں سے الگ رکھا جائے، تا کہ یہ وہم دور ہو جائے کہ بیماری بذات خود متعدی ہوتی ہے۔ جبکہ بیماری اللہ کے اذن سے متعدی ہوتی ہے۔

❀ دوسری روایت ہے:

فِرَّ مِنَ الْمَجْذُومِ كَمَا تَفِرُّ مِنَ الْأَسَدِ .

''کوڑھ زدہ آدمی سے ایسے بھاگیں، جیسے شیر سے بھاگتے ہیں۔''

(صحيح البخاري : 5707)

❀ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِذَا سَمِعْتُمْ بِهِ بِأَرْضٍ فَلَا تَقْدَمُوا عَلَيْهِ، وَإِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ وَّأَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوا فِرَارًا مِّنْهُ .

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

”اگر تمہیں کسی جگہ کوڑھ کے مرض کا علم ہو، تو وہاں مت جاؤ اور اگر تمہارے علاقے میں کوڑھ کا مرض نازل ہو، تو وہاں سے بھاگ کر مت جاؤ۔“

(صحيح البخاري : 5729، صحيح مسلم : 2219)

بیماری متعدی ہوتی ہے، جن احادیث میں نفی وارد ہے، ان سے مراد جاہلی عقائد کی نفی مقصود ہے، وہ یہ کہ بیماری بذات خود متعدی ہوتی ہے، جبکہ صحیح یہ ہے کہ بیماری متعدی ہوتی ہے، لیکن اللہ کی مشیت وارادہ سے۔ اللہ چاہے، تو بیمار سے تندرست کو لگا دے، چاہے نہ لگائے۔

❀ حافظ بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

بَابُ لَا عَدْوٰى عَلَى الْوَجْهِ الَّذِي كَانُوا فِي الْجَاهِلِيَّةِ يَعْتَقِدُونَهٗ مِنْ إِضَافَةِ الْفِعْلِ إِلٰى غَيْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى .

”بیماری کے متعدی ہونے کی نفی زمانہ جاہلیت کے اعتقاد کی نفی ہے کہ جو فعل کو غیر اللہ کی طرف منسوب کر دیتے تھے۔“

(السّنن الكبرٰى : 216/7)

❀ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

لَا حُجَّةَ فِي هٰذَا لِمَنْ أَنْكَرَ الْأَسْبَابَ، بَلْ فِيهِ إِثْبَاتُ الْقَدَرِ، وَرَدُّ الْأَسْبَابِ كُلِّهَا إِلَى الْفَاعِلِ الْأَوَّلِ؛ إِذْ لَوْ كَانَ كُلُّ سَبَبٍ مُسْتَنِدًا إِلٰى سَبَبٍ قَبْلَهٗ لَا إِلٰى غَايَةٍ لَزِمَ التَّسَلْسُلُ فِي الْأَسْبَابِ، وَهُوَ مُمْتَنِعٌ؛ فَقَطَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التَّسَلْسُلَ بِقَوْلِهٖ : فَمَنْ أَعْدَى الْأَوَّلَ، إِذْ لَوْ كَانَ الْأَوَّلُ قَدْ جَرِبَ بِالْعَدْوٰى

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

وَالَّذِي قَبْلَهُ كَذٰلِكَ لَا إِلٰى غَايَةٍ لَزِمَ التَّسَلْسُلُ الْمُمْتَنِعُ .

"اس حدیث میں اسباب کا انکار کرنے والے کی کوئی دلیل نہیں ہے، بلکہ اس میں تقدیر کا اثبات ہے اور یہ کہ تمام اسباب کو فاعل اول کی طرف لوٹایا جائے، کیونکہ اگر ہر سبب کو اس سے ماقبل سبب کی طرف لوٹایا جائے، تو اسباب میں تسلسل لازم آئے گا، جو کہ ممتنع ہے، لہٰذا نبی کریم ﷺ نے یہ فرما کر اس تسلسل کی نفی کر دی: "پہلے اونٹ کو خارش کس نے لگائی؟" کیونکہ اگر پہلے اونٹ کو خارش بیماری متعدی ہونے سے لگی ہے، تو اس سے پچھلے کو بھی متعدی ہونے سے ہی لگی ہے، جس کی کوئی انتہا نہیں ہوگی، تو ممنوع تسلسل لازم آئے گا۔"

(إعلام الموقعين : ٣٠٢/٤)

۞ شیخ محمد بن صالح عثیمین رحمہ اللہ (۱۴۲۱ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ إِثْبَاتٌ لِّتَأْثِيرِ الْعَدْوٰى، لٰكِنْ تَأْثِيرُهَا لَيْسَ أَمْرًا حَتْمِيًّا، بِحَيْثُ تَكُونُ عِلَّةً فَاعِلَةً، وَأَمْرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْفِرَارِ، وَأَنْ لَّا يُورِدَ مُمَرِّضٌ عَلٰى مُصِحٍّ مِنْ بَابِ تَجَنُّبِ الْأَسْبَابِ لَا مِنْ بَابِ تَأْثِيرِ الْأَسْبَابِ بِنَفْسِهَا، فَالْأَسْبَابُ لَا تُؤَثِّرُ بِنَفْسِهَا، لٰكِنْ يَنْبَغِي لَنَا أَنْ نَتَجَنَّبَ الْأَسْبَابَ الَّتِي تَكُونُ سَبَبًا لِّلْبَلَاءِ، لِقَوْلِهِ تَعَالٰى : ﴿وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ﴾، وَلَا يُمْكِنُ أَنْ يُّقَالَ : إِنَّ الرَّسُولَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنْكِرُ تَأْثِيرَ الْعَدْوٰى، لِأَنَّ هٰذَا أَمْرٌ يُّبْطِلُهُ الْوَاقِعُ وَالْأَحَادِيثُ الْأُخْرٰى

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فَإِنْ قِيلَ : إِنَّ الرَّسُولَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا قَالَ : لَا عَدْوٰى، قَالَ رَجُلٌ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ! اَلْإِبِلُ تَكُونُ صَحِيحَةً مِثْلَ الظِّبَاءِ، فَيَدْخُلُهَا الْجَمَلُ الْأَجْرَبُ فَتَجْرَبُ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : فَمَنْ أَعْدَى الْأَوَّلَ، يَعْنِي أَنَّ الْمَرَضَ نَزَلَ عَلَى الْأَوَّلِ بِدُونِ عَدْوٰى، بَلْ نَزَلَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فَكَذٰلِكَ إِذَا انْتَقَلَ بِالْعَدْوٰى، فَقَدِ انْتَقَلَ بِأَمْرِ اللّٰهِ، وَالشَّيْءُ قَدْ يَكُونُ لَهٗ سَبَبٌ مَّعْلُومٌ وَّقَدْ لَا يَكُونُ لَهٗ سَبَبٌ مَّعْلُومٌ، فَجَرِبَ الْأَوَّلُ لَيْسَ سَبَبُهٗ مَعْلُومًا إِلَّا أَنَّهٗ بِتَقْدِيرِ اللّٰهِ تَعَالٰى، وَجَرِبَ الَّذِي بَعْدَهٗ لَهٗ سَبَبٌ مَّعْلُومٌ، لٰكِنْ لَّوْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى لَمْ يَجْرَبْ، وَلِهٰذَا أَحْيَانًا تُصَابُ الْإِبِلُ بِالْجَرَبِ، ثُمَّ يَرْتَفِعُ وَلَا تَمُوتُ، وَكَذٰلِكَ الطَّاعُونُ وَالْكُوْلِيرَا أَمْرَاضٌ مُّعَدِّيَةٌ، وَقَدْ تَدْخُلُ الْبَيْتَ فَتُصِيبُ الْبَعْضَ فَيَمُوتُونَ وَيَسْلَمُ آخَرُونَ وَلَا يُصَابُونَ، فَعَلَى الْإِنْسَانِ أَنْ يَّعْتَمِدَ عَلَى اللّٰهِ، وَيَتَوَكَّلَ عَلَيْهِ .

"اس حدیث میں متعدی بیماری کے موثر ہونے کا اثبات کیا گیا ہے،لیکن اس کا موثر ہونا حتمی معاملہ نہیں ہے کہ اس کو کسی چیز کی علت سمجھ لیا جائے۔رسول اللہ ﷺ نے بھاگنے کا حکم دیا ہے، نیز یہ حکم دیا ہے: "بیمار اونٹ کو تندرست اونٹوں کے پاس نہ لایا جائے۔" یہ اس لئے ہے کہ بیماریوں کے اسباب سے بچا جا سکے،اس لئے نہیں کہ اسباب بجائے خود تاثیر رکھتے ہیں۔اسباب خود کوئی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تاثیر نہیں رکھتے، لیکن ہم ان سے اس لئے اجتناب کرتے ہیں کہ کسی بیماری کے آنے کا ربط نہ بن جائیں۔ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ﴾ ''خود کو ہلاکت میں مت ڈالو۔'' تو یہ کہنا ممکن نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے متعدی بیماری کی تاثیر کا انکار کیا ہے، کیونکہ امر واقعہ اور دیگر احادیث اس بات کا بطلان کرتی ہیں۔ کوئی کہہ سکتا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کوئی چیز متعدی نہیں ہوتی۔ تو ایک شخص کہنے لگا: کبھی اونٹ بالکل صحیح ہوتا ہے، ہرن کی طرح، پھر اس کے پاس ایک خارشی اونٹ آتا ہے، تو اسے بھی خارش لگ جاتی ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پہلے اونٹ کو کس نے بیماری لگائی تھی؟'' یعنی پہلے اونٹ پر مرض بغیر کسی تعدی کے اللہ کی جانب سے اتری تھی، اسی طرح اس نے دوسرے اونٹ میں اللہ کے حکم سے ہی نفوذ کیا۔ کسی بیماری کا سبب بسا اوقات معلوم ہوتا ہے اور بسا اوقات معلوم نہیں ہوتا۔ پہلے اونٹ کو خارش لگی، اس کا کوئی معلوم سبب نہیں تھا، یہ اللہ کی تقدیر سے ہوا اور دوسرے کو خارش لگنے کا سبب معلوم ہے، لیکن اللہ چاہے، تو دوسرے اونٹ کو خارش نہیں بھی لگتی۔ اسی لئے کبھی ایک اونٹ کو خارش لگتی ہے، پھر وہ صحت مند بھی ہو جاتا ہے۔ مرتا بھی نہیں۔ اسی طرح طاعون اور ہیضہ وغیرہ متعدی امراض ہیں، ایک گھر میں داخل ہوتے ہیں، بعض بندے مر جاتے ہیں، بعض کو کچھ نہیں ہوتا، وہ سلامت رہتے ہیں، تو انسان کو اللہ پر اعتماد اور توکل کرنا چاہیے۔''

(القَول المُفيد شرح كتاب التّوحيد، ص 565-566)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

❁ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ (۵۹۷ھ) لکھتے ہیں:

كَانَتِ الْعَرَبُ تَتَوَهَّمُ الْفِعْلَ فِي الْأَسْبَابِ، كَمَا كَانَتْ تَتَوَهَّمُ نُزُولَ الْمَطَرِ بِفِعْلِ الْأَنْوَاءِ، فَأَبْطَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذٰلِكَ بِقَوْلِهِ: لَا عَدْوٰى، وَإِنَّمَا أَرَادَ إِضَافَةَ الْأَشْيَاءِ إِلَى الْقَدَرِ، وَلِهٰذَا قَالَ فِي حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ: فَمَنْ أَعْدَى الْأَوَّلَ؟ وَنَهٰى عَنِ الْوُرُودِ إِلٰى بَلَدٍ فِيهِ الطَّاعُونُ لِئَلَّا يَقِفَ الْإِنْسَانُ مَعَ السَّبَبِ وَيَنْسَى الْمُسَبَّبَ، وَسَيَأْتِي فِي مُسْنَدِ أَبِي هُرَيْرَةَ: لَا يُوْرِدُ مُمَرِّضٌ عَلٰى مُصِحٍّ، وَفِرَّ مِنَ الْمَجْذُومِ فِرَارَكَ مِنَ الْأَسَدِ، ثُمَّ قَدْ يَسْقَمُ الْإِنْسَانُ لِمُصَاحَبَةِ السَّقِيمِ مِنْ جِهَةِ أَنَّ الرَّائِحَةَ كَانَتْ سَبَبًا فِي الْمَرَضِ، وَاللّٰهُ تَعَالٰى قَدْ يُعْمِلُ الْأَسْبَابَ وَقَدْ يُبْطِلُهَا .

''اہل عرب ہر فعل پر کسی سبب کا وہم پال لیتے تھے۔جیسا کہ وہ سمجھتے تھے کہ بارش ستاروں کا فعل ہے۔تو رسول اللہ ﷺ نے اس چیز کا رد کر دیا،فرمایا: ''کوئی بیماری (فی نفسہ) متعدی نہیں ہوتی۔'' اس سے آپ ﷺ کی مراد تھی کہ ایسے معاملات کو تقدیر کے سپرد کیا جائے۔اسی لئے آپ ﷺ نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں فرمایا تھا: ''پہلے اونٹ کو کس نے خارش لگائی؟'' آپ ﷺ نے ایسے علاقے میں جانے سے منع فرمایا،جس میں طاعون کی وبا پھیل چکی ہو،تاکہ یوں نہ ہو کہ انسان سبب کے پیچھے پڑا رہے اور خالقِ سبب کو بھول جائے۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مسند میں روایت آرہی ہے: ''بیمار جانور کو صحت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

مند جانوروں کے پاس نہ لایا جائے۔“ (نیز فرمایا:) ”کوڑھ زدہ آدمی سے اس طرح بھاگیں، جیسے آپ شیر سے بھاگتے ہیں۔“ پھر کئی دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان مریض کے ساتھ رہتے ہوئے اس ہوا کی وجہ سے بیمار ہو جاتا ہے، جس کی وجہ سے مریض بیمار ہوا، تو اللہ تعالیٰ کبھی اس سبب کو عمل میں لاتے ہیں اور کبھی باطل کر دیتے ہیں۔“

(كَشف المُشكِل من حديث الصّحيحين : 472/2)

کرونا وائرس:

کرونا وائرس نے پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ یہ ایک متعدی مرض ہے۔ اس کے لیے حفاظتی تدابیر ضروری ہیں۔ مثلاً کرونا وائرس میں اجتماع اور اختلاط سے اجتناب کرنا، ماسک کا استعمال کرنا، ہاتھوں پر دستانے چڑھانا، ہاتھ نہ ملانا، گھروں میں بند رہنا، غیر ضروری نقل وحرکت سے اجتناب کرنا اور وہ تمام پرہیز کی صورتیں، جو ماہرین تجویز کریں، انہیں اختیار کرنا۔

وبائی امراض میں حکمت یہ ہے کہ لوگ متنبہ ہو جائیں، شرک وکفر اور بدعات وخرافات سے باز آ جائیں، عقائد واعمال کی اصلاح پر توجہ دیں، غفلت دور کریں، آخرت کی تیاری کریں۔ بلا شبہ بیماری کا تعلق پختہ یقین اور توکل کے ساتھ بھی ہے، بہر حال عقائد واعمال کی اصلاح کے ساتھ ساتھ احتیاطی تدابیر بھی بروئے کار لائی جائیں۔

ان حفاظتی تدابیر کو قرآن وسنت سے ثابت کرنا محض تکلف ہے۔ بعض لوگ نصوص کو اپنی جگہ سے ہٹا دیتے ہیں۔

بعض مسائل:

www.KitaboSunnat.com

① مساجد میں باجماعت نماز ضرورت پڑنے پر موقوف بھی کی جا سکتی ہے، اس صورت میں نماز گھر میں ادا کر لی جائے۔ایسے ہی جمعہ بھی موقوف کیا جا سکتا ہے، جمعہ کی بجائے گھر میں نماز ظہر ادا کر لی جائے۔عذر کی صورت میں ایسا کرنا درست ہے۔

② مسجدوں میں اذان بدستور جاری رہے، اَلَا صَلُّوا فِي الرِّحَالِ کے الفاظ کہنے کی بھی ضرورت نہیں۔

③ ان حالات میں دو نمازوں کو جمع کرنا درست نہیں، ہر نماز کو اس کے وقت پر ادا کیا جائے۔ یہ تکاسل اور سستی ہے، جس کی کسی صورت حمایت نہیں کی جا سکتی۔

④ (ا) بعض لوگ جماعت کی صورت میں صف بندی کا خیال نہیں رکھتے، فاصلے پر کھڑے ہوتے ہیں۔ یہ درست نہیں، کیونکہ جماعت میں صف بندی ضروری ہے، اس کے بغیر جماعت نہیں۔

(ب) ماسک پہن کر نماز پڑھی جا سکتی ہے، کیونکہ حالت نماز میں عذر کی وجہ سے منہ ڈھانپنے میں حرج نہیں۔

⑤ بعض یہ کہتے سنائی دیتے ہیں کہ امام سپیکر میں جماعت کروائے اور لوگ اپنے اپنے گھروں میں سپیکر کی آواز پر باجماعت نماز ادا کر لیں۔ایسا کرنا قطعاً درست نہیں، کیونکہ باجماعت نماز کے لیے مسجد کا قصد کرنا ضروری ہے۔

⑥ بعض لوگ رات کو مساجد اور گھروں کی چھتوں پر اذانیں کہتے ہیں، یہ بدعت ہے۔قرون اولیٰ میں بھی وبائیں نازل ہوئیں، لیکن کسی صحابی، تابعی، تبع تابعی یا ائمہ اسلام سے یہ عمل ثابت نہیں۔ اس حوالے سے پیش کی جانے والی روایات ضعیف اور غیر ثابت ہیں، نیز ان میں وبا کی صورت میں اذان کہنے کا ذکر نہیں۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

⑦ ان حالات میں اجتماعی روزے کا بھی اہتمام کیا جاتا ہے، جس کی کوئی اصل نہیں۔ کسی بھی عمل کو کسی وقت یا موقع کے ساتھ خاص کرنے پر دلیل چاہیے۔

⑧ بعض لوگ قرآن کی مخصوص سورتوں اور آیات کا ورد وظیفہ تجویز کرتے ہیں، یہ بھی درست نہیں۔ فضائل وخصائص پر شرعی دلیل درکار ہوتی ہے۔

⑨ (ا) اس وبا کی صورت میں ظاہری اور باطنی تطہیر اور پاکیزگی اختیار کی جائے۔ اللہ کی طرف رجوع اور انابت کریں۔ انفرادی اور اجتماعی دعائیں کریں۔ توبہ واستغفار کو لازم پکڑیں۔ کثرت کے ساتھ صدقہ وخیرات کریں، حسب استطاعت نادار اور حاجت مند افراد کے کام آئیں۔ مسنون اذکار ووظائف، خصوصا صبح وشام کے اذکار اہتمام سے کیے جائیں۔ اللہ تعالیٰ سے دین ودنیا کی عافیت مانگیں۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کا خیال رکھیں، نیکی کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں۔ گناہوں کو ترک کریں اور نیکیوں میں رغبت کریں۔ کسی نیکی یا گناہ کو حقیر نہ سمجھیں۔ اعمال میں اخلاص پیدا کریں۔ صبر اور برداشت سے کام لیں۔

(ب) امراض اور وبائیں نوازل اور حوادث ہیں۔ اس لیے ان میں قنوت نازلہ بھی کی جاسکتی ہے۔ نازلہ کا مطلب ہے: نازل ہونے والی مصیبت، پریشانی، ارضی وسماوی آفت، بیماری اور دشمن کا خوف وغیرہ۔ قنوت نازلہ کو جنگی حالات کے ساتھ خاص کرنا درست نہیں۔ قنوت فرائض اور نوافل کی آخری رکعت میں کی جائے۔ سری نمازوں میں بھی کی جا سکتی ہے۔ قنوت رکوع سے پہلے اور بعد دونوں طرح ثابت ہے۔ اکیلا نمازی بھی قنوت کر سکتا ہے۔ جماعت کی صورت میں مقتدی امام کی دعا پر آمین کہہ سکتے ہیں۔

⑩ کرونا کی وجہ سے اگر کوئی مسلمان فوت ہوجاتا ہے، تو اس کی تجہیز وتکفین کی

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

جائے اور اسے اسلامی اعزازات کے ساتھ سپردِ خاک کیا جائے۔

سوال: محمد بن اسحاق بن یسار کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: محمد بن اسحاق بن یسار اکثر نقاد ائمہ کے نزدیک حسن الحدیث ہیں۔

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَلْأَكْثَرُونَ وَثَّقُوهُ .

''اکثر ائمہ نے ان کی توثیق کی ہے۔''

(المَجموع : 9/190)

❁ حافظ ابو العباس دغولی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

إِمَامٌ فِي الْمَغَازِي صَدُوقٌ فِي الرِّوَايَةِ .

''آپ امام مغازی تھے، روایت میں سچے تھے۔''

(القراءة خلف الإمام للبيهقي، ص 59، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ حافظ بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا قَوْلُ أَئِمَّتِنَا فِي مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ .

''محمد بن اسحاق کے بارے میں ہمارے ائمہ کی یہی رائے ہے۔''

(القراءة خلف الإمام، ص 59)

❁ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

الْأَكْثَرُ عَلٰى تَوْثِيقِهٖ .

''اکثر ائمہ ان کی توثیق کرتے ہیں۔''

(نصب الرّاية : 4/7)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

مُوَثَّقٌ عِنْدَ الْجُمْهُورِ .

''جمہور کے نزدیک مؤثق ہے۔''

(شرح أبي داود: 2/286)

❁ نیز لکھتے ہیں:

إِنَّ ابْنَ إِسْحَاقَ مِنَ الثِّقَاتِ الْكِبَارِ عِنْدَ الْجُمْهُورِ .

''بلاشبہ جمہور کے نزدیک محمد بن اسحاق کبار ثقات میں سے تھے۔''

(شرح أبي داود: 4/212)

سوال: امام شافعی رحمہ اللہ کی مندرجہ ذیل عبارت کا مطلب کیا ہے؟

نَحْكُمُ بِالْإِجْمَاعِ ثُمَّ الْقِيَاسِ، وَهُوَ أَضْعَفُ مِنْ هٰذَا .

(الرّسالة :1/598)

جواب: اس عبارت کا ترجمہ یہ ہے: ''ہم اجماع کے ساتھ فیصلہ کریں گے، پھر قیاس کے ساتھ، جو اجماع سے کم تر ہے۔'' اس عبارت کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک اجماع حجت نہیں ہے، بلکہ آپ رحمہ اللہ قرآن وحدیث کے بعد اجماع کو حجت مانتے ہیں، ایک چوتھی دلیل قیاس بھی ہے، جو کمزور دلیل ہے، کیونکہ اس میں خطا اور صواب دونوں کا احتمال موجود ہے، جبکہ اجماع قطعی دلیل ہے، اس میں خطا کا امکان نہیں، اللہ تعالیٰ نے پوری امت کو گمراہی پر جمع ہونے سے محفوظ رکھا ہے۔

سوال: شاذ کی کیا تعریف ہے؟

جواب: شاذ کی دو تعریفیں کی گئی ہیں۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

① امام شافعی رحمہ اللہ شاذ کی یوں تعریف بیان کرتے ہیں:

لَيْسَ الشَّاذُّ مِنَ الْحَدِيثِ أَنْ يَرْوِيَ الثِّقَةُ مَا لَا يَرْوِيهِ غَيْرُهُ، هٰذَا لَيْسَ بِشَاذٍّ، إِنَّمَا الشَّاذُّ أَنْ يَرْوِيَ الثِّقَةُ حَدِيثًا يُخَالِفُ فِيهِ النَّاسَ، هٰذَا الشَّاذُّ مِنَ الْحَدِيثِ .

”شاذ حدیث کی تعریف یہ نہیں کہ ثقہ راوی ایسی روایت بیان کرے، جو دیگر رواۃ بیان نہیں کرتے، یہ شاذ نہیں ہے، بلکہ شاذ حدیث یہ ہے کہ ثقہ ایسی حدیث بیان کرے، جس میں وہ دیگر (ثقہ) رواۃ کی مخالفت کرے۔“

(معرفة علوم الحديث للحاكم، ص 119، وسندهٗ صحيحٌ)

② حافظ خلیلی رحمہ اللہ شاذ کی تعریف یوں بیان فرماتے ہیں:

الَّذِي عَلَيْهِ حُفَّاظُ الْحَدِيثِ؛ الشَّاذُّ : مَا لَيْسَ لَهٗ إِلَّا إِسْنَادٌ وَّاحِدٌ يَشُذُّ بِذٰلِكَ شَيْخٌ ثِقَةٌ كَانَ أَوْ غَيْرَ ثِقَةٍ فَمَا كَانَ عَنْ غَيْرِ ثِقَةٍ فَمَتْرُوْكٌ لَا يُقْبَلُ وَمَا كَانَ عَنْ ثِقَةٍ يُتَوَقَّفُ فِيهِ .

”حفاظ حدیث کے نزدیک شاذ حدیث یہ ہے کہ جس کی صرف ایک ہی سند ہو، جسے کوئی راوی دوسروں سے مختلف بیان کرے، خواہ وہ راوی ثقہ ہو یا غیر ثقہ۔ اگر غیر ثقہ ہوگا، تو روایت ترک کر دی جائے گی، قبول نہیں ہوگی اور اگر راوی ثقہ ہو، تو اس کو قبول کرنے میں توقف کیا جائے گا۔“

(الإرشاد: 176/1)

❁ حافظ ابن رجب رحمہ اللہ (۷۹۵ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا أَكْثَرُ الْحُفَّاظِ الْمُتَقَدِّمِينَ فَإِنَّهُمْ يَقُولُونَ فِي الْحَدِيثِ إِذَا

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

انْفَرَدَ بِهٖ وَاحِدٌ وَإِنْ لَّمْ يَرْوِ الثِّقَاتُ خِلَافَهٗ أَنَّهٗ لَا يُتَابَعُ عَلَيْهِ، وَيَجْعَلُونَ ذٰلِكَ عِلَّةً فِيهِ.

”اکثر متقدمین محدثین کہتے ہیں: جس حدیث کو بیان کرنے میں راوی منفرد ہو، خواہ وہ ثقات کی روایت کے خلاف بھی نہ ہو، مگر اس کی متابعت نہ کی گئی ہو، تو محدثین اسے روایت حدیث میں علت (شاذ ہونا) بناتے ہیں۔“

(شرح علل التّرمذي: 352/1)

سوال: کیا اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر سے سب جانتا ہے؟

جواب: اہل سنت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے اعتبار سے عرش پر مستوی ہے، مگر کائنات کی ہر شے کو جانتا ہے، کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

وَايْمُ اللّٰهِ! إِنِّي لَأَخْشٰى لَوْ كُنْتُ أُحِبُّ قَتْلَهٗ؛ لَقَتَلْتُ يَعْنِي عُثْمَانَ، وَلٰكِنْ عَلِمَ اللّٰهُ مِنْ فَوْقِ عَرْشِهٖ أَنِّي لَمْ أُحِبَّ قَتْلَهٗ.

”اللہ گواہ ہے کہ مجھے بہت ڈر ہے اور اگر مجھے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا قتل پسند ہوتا، تو میں خود انہیں قتل کرتی، مگر اللہ اپنے عرش کے اوپر سے جانتا ہے کہ مجھے ان کا قتل بالکل پسند نہیں ہے۔“

(الرَّدّ على الجهميّة، ص 83، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: کیا سرکاری ملازم اپنی تنخواہ سے زائد رقم وصول کر سکتا ہے؟

جواب: سرکاری ملازم، جسے ماہانہ تنخواہ ملتی ہے، اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنی تنخواہ سے زائد رقم لے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

❀ سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنِ اسْتَعْمَلْنَاهُ عَلٰى عَمَلٍ فَرَزَقْنَاهُ رِزْقًا فَمَا أَخَذَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَهُوَ غُلُولٌ .

''ہم جس کو کسی کام پر متعین کریں اور اسے اس پر تنخواہ بھی دیں، تو جو وہ اس سے زائد لے گا، وہ خیانت ہوگی۔''

(سنن أبي داود : 2943، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: مشہور جھوٹے مؤرخین کون سے ہیں؟

جواب: چند جھوٹے مؤرخین ملاحظہ ہوں؛

① محمد بن سائب کلبی (۱۴۶ھ)

② ابومخنف لوط بن یحییٰ (۱۵۷ھ)

③ سیف بن عمر (قریبا ۱۸۰ھ)

④ ہشام بن محمد بن سائب کلبی (۲۰۴ھ)

⑤ محمد بن عمر واقدی (۲۰۷ھ)

⑥ ہیثم بن عدی (۲۰۷ھ)

⑦ نصر بن مزاحم (۲۱۲ھ)

⑧ ابومحمد احمد بن اعثم ازدی (بعد ۳۲۰ھ)

سوال: تاریخ کی مشہور جھوٹی کتابیں کون سی ہیں؟

جواب: تاریخ کی مشہور جھوٹی کتابیں یہ ہیں؛

① الامامۃ والسیاسۃ لعبد اللہ بن مسلم بن قتیبۃ الدینوری (۲۷۶ھ)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

② انساب الاشراف لاحمد بن یحییٰ البلاذری (۲۷۹ھ)

③ تاریخ یعقوبی لاحمد بن ابی یعقوب (۲۹۲ھ)

④ مروج الذھب لعلی بن الحسین المسعودی (۳۴۵ھ)

⑤ مقاتل الطالبین لابی الفرج علی بن الحسین (۳۵۶ھ)

سوال: مردار جانور کو جلانا کیسا ہے؟

جواب: جائز ہے۔ اس سے انسانوں کو مردار کی بدبو سے بچایا جا سکتا ہے۔

سوال: گدھی کے دودھ کا کیا حکم ہے؟

جواب: گدھی کے دودھ کا وہی حکم ہے، جو اس کے گوشت کا ہے، گدھی کا گوشت حرام ہے، لہٰذا اس سے پیدا ہونے والا دودھ بھی حرام ہے۔ اسی طرح گدھی کے دودھ سے علاج کرنا جائز نہیں، کیونکہ حرام سے علاج جائز نہیں، نیز گدھی کے دودھ کی خرید و فروخت بھی جائز نہیں۔

سوال: عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی سند کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی سند صحیح متصل ہے۔

❀ علامہ حازمی رحمہ اللہ (۵۸۴ھ) فرماتے ہیں:

عَمْرُو بْنُ شُعَيْبٍ ثِقَةٌ بِاتِّفَاقِ أَئِمَّةِ الْحَدِيثِ، وَإِذَا رَوٰى عَنْ غَيْرِ أَبِيهِ لَمْ يَخْتَلِفْ أَحَدٌ فِي الْاحْتِجَاجِ بِهٖ، وَأَمَّا رِوَايَتُهٗ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهٖ، فَالْأَكْثَرُونَ عَلٰى أَنَّهَا مُتَّصِلَةٌ لَيْسَ فِيهَا إِرْسَالٌ وَلَا انْقِطَاعٌ .

''عمرو بن شعیب ائمہ حدیث کے نزدیک بالاتفاق ثقہ ہیں، جب اپنے باپ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے علاوہ کسی سے روایت کریں، تو ان سے حجت پکڑنے میں کوئی اختلاف نہیں، البتہ جب ''عن ابیہ عن جدہ'' کی سند سے بیان کریں، تو اکثر اہل علم کی رائے میں یہ سند متصل ہے، منقطع یا مرسل نہیں۔''

(الاعتبار، ص 42)

سوال: کیا روافض سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر جھوٹ باندھتے ہیں؟

جواب: جی ہاں۔

❁ امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَرَاهُمْ يَكْذِبُونَ عَلٰى عَلِيٍّ .

''روافض سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر جھوٹ باندھتے ہیں۔''

(العِلَل ومَعرفة الرِّجال لأحمد : 36/27، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: کیا سیدنا علی رضی اللہ عنہ کب شہید ہوئے؟

جواب: سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی تاریخ شہادت میں اختلاف ہے۔ درست اور صحیح یہ ہے کہ آپ کی شہادت ۲۱ رمضان کی صبح کو ہوئی۔ آپ کی نماز جنازہ آپ کے بیٹے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔

❁ حریث (حرب) بن مخشی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ عَلِيًّا قُتِلَ صَبِيحَةَ إِحْدٰى وَعِشْرِينَ مِنْ رَمَضَانَ .

''سیدنا علی رضی اللہ عنہ ۲۱ رمضان کی صبح کو شہید ہوئے۔''

(التاريخ الأوسط للبخاري : 74/1، المستدرك للحاكم : 4688، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: روز قیامت مشرک اور کافر کہاں ہوں گے؟

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

جواب: اسلام دین فطرت ہے۔ اس کے تمام احکام فطرت سے ہم آہنگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جن وانس کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا اور خود اپنی عبادت کے طریقے سمجھائے۔ اس سبق کی یاددہانی کے لیے ہر علاقے اور زمانے میں انبیائے ورسل مبعوث فرمائے، کتابیں اور صحیفے اُتارے، تاکہ تمام انسان صرف اللہ تعالیٰ ہی کو معبود برحق مانیں۔

دنیا فانی ہے، اس کے بعد ایک دن آنے والا ہے، جسے قیامت کہتے ہیں، اس دن تمام اعمال کا پورا پورا حساب ہوگا، کسی کے لیے جنت کے فیصلے ہوں گے اور کوئی اپنے اعمال کے بدلے جہنم میں داخل ہوگا۔

ہر انسان کسی نہ کسی عقیدے اور نظریے پر قائم ہے۔ اللہ تعالیٰ کا انکار کرنے والا بھی ایک نظریہ رکھتا ہے، بس یہی نظریہ ہے، جو روز قیامت اچھے برے میں تمیز کرے گا اور جنتیوں اور جہنمیوں میں حد فاصل ہوگا۔ کیا ہی اچھا ہو کہ اگر تمام انسان ان عقائد اور نظریات کو حرزِ جاں بنالیں، جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کے ذریعے نازل کیے ہیں، کیونکہ عقیدہ اور نظریہ وہی معتبر ہوگا، جو باری تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب قرآن کریم اور نبی کریم ﷺ کے فرامین عالیہ کے مطابق ہوگا۔

اس لیے ہم دنیا کے تمام انسانوں کو دعوت فکر دیتے ہیں کہ وہ روز آخرت کو سامنے رکھیں اور دلائل اور براہین کی روشنی میں اپنی عقائد کی اصلاح کرلیں، اسلام قبول کریں، اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت کی تمام بھلائیاں عطا فرمائے گا اور اگر موت کا پیغام آنے سے پہلے شرک وکفر سے توبہ نہ کرسکے، تو اگلا جہان بہت الم ناک ہونے والا ہے، لہٰذا راہِ نجات یہی ہے کہ اسلام کو بطور دین قبول کرلیا جائے، کیونکہ دنیا میں ایک ہی دین ہے، جس کے عقائد ونظریات من جانب اللہ ہیں، جو عقل اور فطرت کے عین مطابق ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

❀ نیز فرمایا:

﴿إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ﴾

(المائدة : ٧٢)

”یقیناً جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتا ہے، (بغیر توبہ کے مر جائے، تو) اس پر جنت حرام ہے اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔“

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا أُولَٰئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ﴾(البيّنة : ٦)

”اہل کتاب میں سے کفر کرنے والے اور مشرک جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رہیں گے، یہ سب سے بری مخلوق ہیں۔“

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ لَهُمْ قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ﴾

(الأعراف : ١٧٩)

”ہم نے جنوں اور انسانوں میں سے بہت سوں کو جہنم کے لیے پیدا کیا ہے۔ ان کے دل ہیں، مگر یہ سمجھتے نہیں، آنکھیں ہیں، مگر ان سے دیکھتے نہیں، کان تو ہیں، مگر سنتے نہیں، یہ جانوروں کی طرح ہیں، بلکہ ان سے بھی بدتر۔ یہ غافل اور لاپرواہ لوگ ہیں۔“

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

❁ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ تَتْبَعُ كُلُّ أُمَّةٍ مَا كَانَتْ تَعْبُدُ، فَلَا يَبْقَى مَنْ كَانَ يَعْبُدُ غَيْرَ اللَّهِ مِنَ الْأَصْنَامِ وَالْأَنْصَابِ، إِلَّا يَتَسَاقَطُونَ فِي النَّارِ، حَتَّى إِذَا لَمْ يَبْقَ إِلَّا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللَّهَ بَرٌّ أَوْ فَاجِرٌ، وَغُبَّرَاتُ أَهْلِ الكِتَابِ فَيُدْعَى اليَهُودُ فَيُقَالُ لَهُمْ: مَنْ كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ؟ قَالُوا : كُنَّا نَعْبُدُ عُزَيْرَ ابْنَ اللَّهِ فَيُقَالُ لَهُمْ: كَذَبْتُمْ مَا اتَّخَذَ اللَّهُ مِنْ صَاحِبَةٍ وَلَا وَلَدٍ، فَمَاذَا تَبْغُونَ؟ فَقَالُوا :عَطِشْنَا رَبَّنَا فَاسْقِنَا، فَيُشَارُ أَلَا تَرِدُونَ فَيُحْشَرُونَ إِلَى النَّارِ كَأَنَّهَا سَرَابٌ يَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا فَيَتَسَاقَطُونَ فِي النَّارِ، ثُمَّ يُدْعَى النَّصَارَى فَيُقَالُ لَهُمْ : مَنْ كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ؟ قَالُوا : كُنَّا نَعْبُدُ المَسِيحَ ابْنَ اللَّهِ، فَيُقَالُ لَهُمْ :كَذَبْتُمْ، مَا اتَّخَذَ اللَّهُ مِنْ صَاحِبَةٍ وَلَا وَلَدٍ، فَيُقَالُ لَهُمْ :مَاذَا تَبْغُونَ؟ فَكَذَلِكَ مِثْلَ الْأَوَّلِ حَتَّى إِذَا لَمْ يَبْقَ إِلَّا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللَّهَ مِنْ بَرٍّ، أَوْ فَاجِرٍ، أَتَاهُمْ رَبُّ العَالَمِينَ فِي أَدْنَى صُورَةٍ مِنَ الَّتِي رَأَوْهُ فِيهَا، فَيُقَالُ : مَاذَا تَنْتَظِرُونَ تَتْبَعُ كُلُّ أُمَّةٍ مَا كَانَتْ تَعْبُدُ، قَالُوا : فَارَقْنَا النَّاسَ فِي الدُّنْيَا عَلَى أَفْقَرِ مَا كُنَّا إِلَيْهِمْ وَلَمْ نُصَاحِبْهُمْ، وَنَحْنُ نَنْتَظِرُ رَبَّنَا الَّذِي كُنَّا نَعْبُدُ، فَيَقُولُ :أَنَا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

رَبُّكُمْ، فَيَقُولُونَ : لَا نُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا، مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا .

''جب قیامت کا دن ہوگا، ایک آواز لگانے والا آواز لگائے گا، تو گروہ اس کے پیچھے چلے گا، جس کی وہ عبادت کرتا تھا۔ جو غیر اللہ مثلاً بتوں اور مورتیوں وغیرہ کی عبادت کرتے تھے، وہ جہنم واصل ہوں گے، یہاں تک کہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے نیک و بد لوگ رہ جائیں گے اور اہل کتاب کے باقی ماندہ لوگ رہ جائیں گے۔ یہود سے پوچھا جائے گا: تم کس کی عبادت کرتے تھے؟ وہ کہیں گے: ہم عزیر ابن اللہ کی عبادت کرتے تھے، تو ان سے کہا جائے گا: تم جھوٹے ہو، اللہ تعالیٰ کی تو نہ بیوی ہے اور نہ اولاد، تو تم کس تلاش میں رہے؟ تو وہ کہیں گے: ہمارے رب! ہمیں پیاس لگی ہے، ہمیں پانی پلا دے، تو انہیں پینے کے لیے اشارہ کیا جائے گا اور انہیں جہنم کی طرف اکٹھا کیا جائے گا، وہ اسے پانی خیال کریں گے۔ اس جہنم کا ایک حصہ دوسرے کو کھا رہا ہوگا اور ان یہودیوں کو اس میں پھینک دیا جائے گا۔ پھر نصاریٰ کو بلایا جائے گا، ان سے پوچھا جائے گا: تم کس کی عبادت کرتے رہے؟ کہیں گے: ہم مسیح ابن اللہ کی عبادت کرتے تھے، تو ان سے کہا جائے گا: تم جھوٹے ہو، اللہ تعالیٰ کی تو نہ بیوی ہے اور نہ اولاد، ان سے مزید کہا جائے گا کہ تم کسے معبود تلاش کرتے رہے؟ ان کے ساتھ بھی وہی سلوک ہوگا، جو پہلوں (یہودیوں) کے ساتھ ہو گا۔ حتیٰ کہ جب اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والا نیک اور بد رہ جائیں گے، تو اللہ تعالیٰ ان کی طرف قریب قریب اسی صورت میں آئے گا، جس صورت میں انہوں نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہوگا، تو ان سے کہا جائے گا: تم کس کا انتظار کر رہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہو، لوگ تو اپنے اپنے معبودوں کے پیچھے چل دیے ہیں؟ تو وہ کہیں گے: ہم دنیا میں لوگوں سے جدا ہو گئے، جبکہ ہمیں دنیا میں ان کی ضرورت بھی تھی، مگر ہم ان کے ساتھی نہیں بنے، ہم تو اپنے رب کا انتظار کر رہے ہیں، جس کی ہم عبادت کرتے تھے، تو اللہ تعالیٰ کہے گا: ہم تمہارا رب ہوں، تو وہ دو یا تین مرتبہ کہیں گے: ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے۔''

(صحيح البخاري: 4581، 7437، صحيح مسلم: 184)

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ روز قیامت فرمائیں گے:

إِنِّي حَرَّمْتُ الْجَنَّةَ عَلَى الْكَافِرِينَ .

''میں نے کافروں پر جنت کو حرام کر دیا ہے۔''

(صحيح البخاري: 3350)

❀ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ مَنْ مَاتَ مُشْرِكًا فَهُوَ فِي النَّارِ، وَإِنْ مَاتَ قَبْلَ الْبِعْثَةِ؛ لِأَنَّ الْمُشْرِكِينَ كَانُوا قَدْ غَيَّرُوا الْحَنِيفِيَّةَ دِينَ إِبْرَاهِيمَ وَاسْتَبْدَلُوا بِهَا الشِّرْكَ وَارْتَكَبُوهُ، وَلَيْسَ مَعَهُمْ حُجَّةٌ مِنَ اللَّهِ بِهِ، وَقُبْحُهُ وَالْوَعِيدُ عَلَيْهِ بِالنَّارِ لَمْ يَزَلْ مَعْلُومًا مِنْ دِينِ الرُّسُلِ كُلِّهِمْ مِنْ أَوَّلِهِمْ إِلَى آخِرِهِمْ، وَأَخْبَارُ عُقُوبَاتِ اللَّهِ لِأَهْلِهِ مُتَدَاوَلَةٌ بَيْنَ الْأُمَمِ قَرْنًا بَعْدَ قَرْنٍ، فَلِلَّهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ عَلَى

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الْمُشْرِكِينَ فِي كُلِّ وَقْتٍ، وَلَوْ لَمْ يَكُنْ إِلَّا مَا فَطَرَ عِبَادَهُ عَلَيْهِ مِنْ تَوْحِيدِ رُبُوبِيَّتِهِ الْمُسْتَلْزِمِ لِتَوْحِيدِ إِلَهِيَّتِهِ، وَأَنَّهُ يَسْتَحِيلُ فِي كُلِّ فِطْرَةٍ وَعَقْلٍ أَنْ يَكُونَ مَعَهُ إِلَهٌ آخَرُ، وَإِنْ كَانَ سُبْحَانَهُ لَا يُعَذِّبُ بِمُقْتَضَى هَذِهِ الْفِطْرَةِ وَحْدَهَا، فَلَمْ تَزَلْ دَعْوَةُ الرُّسُلِ إِلَى التَّوْحِيدِ فِي الْأَرْضِ مَعْلُومَةً لِأَهْلِهَا، فَالْمُشْرِكُ يَسْتَحِقُّ الْعَذَابَ بِمُخَالَفَتِهِ دَعْوَةَ الرُّسُلِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ.

''بلاشبہ جو حالت شرک میں فوت ہو گیا، وہ جہنم میں ہو گا، اگرچہ وہ نبی کریم ﷺ کی بعثت سے پہلے ہی فوت ہوا ہو، کیونکہ مشرکین نے دین ابراہیم حنیفیت کو بدل کر شرک کو دین بنالیا تھا، لہٰذا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے لیے کوئی عذر نہ ہو گا۔ شرک کا قبیح ہونا اور اس پر جہنم کی وعید ہونا اول تا آخر تمام رسولوں کے دین میں بنیادی بات رہی ہے۔ مشرکین پر اللہ تعالیٰ کے عذاب کی خبریں تمام امتوں میں متداول رہی ہیں، لہٰذا اللہ تعالیٰ کو ہر زمانے کے مشرکین پر حجت بالغہ حاصل ہے۔ اور کچھ نہ ہو، تو کم سے کم وہ فطرت تو موجود رہی ہے، جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو پیدا کیا ہے، یعنی توحید ربوبیت، جو کہ توحید اُلوہیت کو مستلزم ہے، فطرت اور عقل میں یہ بات محال ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی دوسرا الٰہ ہو، اگرچہ اللہ تعالیٰ صرف اس فطرت پر ہی عذاب نہیں دیتا۔ چونکہ زمین میں رہنے والوں کے لیے رسولوں کی دعوتِ توحید ہمیشہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رہی ہے، لہٰذا رسولوں کی اس دعوت کی مخالفت کرنے والا مشرک عذاب کا مستحق ہے، واللہ اعلم!“

(زاد المَعاد : 3/599)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منادی کروائی:

إِنَّهٗ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا نَفْسٌ مُّسْلِمَةٌ.

”بلا شبہ جنت میں صرف مسلمان ہی جائے گا۔“

(صحيح البخاري : 3062، صحيح مسلم : 111)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ، لَا يَسْمَعُ بِي أَحَدٌ مِّنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ يَهُودِيٌّ وَّلَا نَصْرَانِيٌّ، ثُمَّ يَمُوتُ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِالَّذِي أُرْسِلْتُ بِهٖ؛ إِلَّا كَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ.

”اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اس امت کا جو بھی یہودی و نصرانی میرا پیغام سنے اور میری تعلیمات پر ایمان لائے بغیر مر جائے، وہ جہنمی ہے۔“ (صحيح مسلم : 153)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (676ھ) لکھتے ہیں:

قَوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَا يَسْمَعُ بِي أَحَدٌ مِّنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ، أَيْ مَنْ هُوَ مَوْجُودٌ فِي زَمَنِي وَبَعْدِي إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، فَكُلُّهُمْ يَجِبُ عَلَيْهِمُ الدُّخُولُ فِي طَاعَتِهٖ، وَإِنَّمَا ذَكَرَ الْيَهُودِيَّ وَالنَّصْرَانِيَّ تَنْبِيهًا عَلٰى مَنْ سِوَاهُمَا، وَذٰلِكَ لِأَنَّ الْيَهُودَ وَالنَّصَارٰى لَهُمْ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

كِتَابٌ، فَإِذَا كَانَ هٰذَا شَأْنُهُمْ مَّعَ أَنَّ لَهُمْ كِتَابًا؛ فَغَيْرُهُمْ مِّمَّنْ لَّا كِتَابَ لَهٗ أَوْلٰى .

”فرمان رسول ﷺ: ”اس امت کا جو بھی فرد میرا پیغام سنے گا۔“ سے مراد یہ ہے کہ میری اطاعت قیامت تک کے لئے سب پر واجب ہے، وہ میرے زمانے کے لوگ ہوں یا میرے بعد آئیں۔ پھر آپ ﷺ نے یہود ونصاری کا ذکر کیا، حالاں کہ یہود ونصاری کے پاس اپنی کتاب موجود ہے، دراصل آپ سمجھانا چاہتے تھے کہ اگر یہود ونصاری اہل کتاب ہونے کے باوجود رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے کے مکلّف ہیں تو وہ لوگ جن کے پاس کتابیں نہیں ہیں، بالاولی آپ ﷺ پر ایمان لانے کے مکلّف ہوں گے۔“

(شرح صحیح مسلم : 2/188۔189)

کفار کا جنت میں جانا محال ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَلَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِينَ﴾(الأعراف : ٤٠)

”جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور ان سے تکبر کیا، ان کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے، نہ وہ جنت میں داخل ہوسکیں گے، یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے نکے سے گزر جائے۔ ہم مجرموں کو اسی طرح بدلا دیتے ہیں۔“

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۶۸)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: عقیقہ کتنے دن بعد مسنون ہے؟

جواب: بچے یا بچی کی پیدائش کے ساتویں دن عقیقہ کرنا بالاتفاق مستحب عمل ہے۔ شریعتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام نے اسے ساتویں دن مشروع قرار دیا ہے۔

❀ سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كُلُّ غُلَامٍ مُّرْتَهَنٌ بِعَقِيقَتِهٖ، يُذْبَحُ عَنْهُ يَوْمَ السَّابِعِ، وَيُحْلَقُ رَأْسُهٗ وَيُسَمّٰى.

”ہر بچہ اپنے عقیقے کے عوض گروی ہوتا ہے، ساتویں روز اس کی طرف سے (جانور) ذبح کیا جائے، اس کا سر منڈوایا جائے اور اس کا نام رکھا جائے۔“

(مسند الإمام أحمد : ۵/۷، ۸، ۱۲، ۱۷، ۱۸، ۲۲، سنن أبي داوٗد : ۲۸۳۸، سنن التّرمذي : ۱۵۲۲، سنن النّسائي : ۴۲۲۵، سنن ابن ماجه : ۳۱۶۵، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ”حسن صحیح“ اور امام ابن جارود (۹۱۰) اور امام حاکم رحمہ اللہ (۴/۲۳۷) نے ”صحیح“ کہا ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا و پیروی میں عقیقہ صرف ساتویں دن کرنا چاہیے، مثلاً بچہ جمعہ کے دن پیدا ہو، تو اس کا عقیقہ جمعرات کے دن کرنا چاہیے۔ بعض اہل علم کی رائے یہ ہے کہ پیدائش کے دن کو شمار نہیں کیا جائے گا، لیکن یہ بات درست نہیں۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ساتویں دن سے پہلے عقیقہ کرنا درست نہیں۔بعض علمائے کرام ساتویں دن سے پہلے عقیقے کی اجازت دیتے ہیں۔

❁ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

اَلظَّاهِرُ أَنَّ التَّقْيِيدَ بِذٰلِكَ اسْتِحْبَابٌ، وَإِلَّا فَلَوْ ذَبَحَ عَنْهُ فِي الرَّابِعِ أَوِ الثَّامِنِ أَوِ الْعَاشِرِ أَوْ مَا بَعْدَهٗ أَجْزَأَتْ .

”معلوم یہ ہوتا ہے کہ ساتویں دن کی قید مستحب ہے، ورنہ اگر کوئی شخص بچے کی طرف سے چوتھے، آٹھویں، دسویں یا بعد والے کسی دن عقیقہ کر دے، تو وہ کفایت کر جائے گا۔“

(تحفة المَودود بأحكام المَولود، ص ٥٠)

یہ بات حدیث کے مطابق درست معلوم نہیں ہوتی، کیونکہ حدیث میں ساتویں دن عقیقے کا ذکر ہے اور شریعت نے اس کا ایک وقت معین کیا ہے، جس کی پابندی ضروری ہے۔

❁ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ (۴۵۶ھ) لکھتے ہیں:

لَا تُجْزِىءُ قَبْلَ يَوْمِ السَّابِعِ أَصْلًا .

”ساتویں دن سے پہلے عقیقہ قطعاً کفایت نہیں کرے گا۔“

(المُحلّٰى بالآثار : ٢٤٠/٦)

❁ علامہ امیر صنعانی رحمہ اللہ (۱۱۸۲ھ) بھی یہی فرماتے ہیں۔

(سُبُل السّلام : ١٨١/٤)

اسی طرح بعض اہل علم ساتویں دن عقیقہ نہ کر سکنے کی صورت میں چودھویں یا اکیسویں دن عقیقے کی مشروعیت کے قائل ہیں، لیکن صحیح بات یہ ہے کہ ساتویں دن کے بعد بھی عقیقہ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

کرنا درست نہیں، کیونکہ اس پر کوئی صحیح دلیل نہیں۔ جو روایات اس ضمن میں پیش کی جاتی ہیں، وہ اصولِ محدثین کے مطابق پایۂ صحت کو نہیں پہنچتیں۔ ملاحظہ ہو:

① سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْعَقِيقَةُ تُذْبَحُ لِسَبْعٍ، أَوْ أَرْبَعَ عَشَرَةَ، أَوْ إِحْدٰى وَعِشْرِينَ .

''عقیقے کا جانور ساتویں یا چودھویں یا اکیسویں دن ذبح کیا جائے۔''

(المُعجم الأوسط للطّبراني : ٤٩٧٩، المُعجم الكبير للطّبراني : ٧٢٣، السّنن الكبرىٰ للبيهقي : ٩/٣٠٣)

سند ''ضعیف'' ہے۔ اسماعیل بن مسلم مکی ''ضعیف الحدیث'' ہے۔

(تقريب التّهذيب لابن حَجَر : ٤٧٤)

② سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منسوب ہے:

لِيَكُنْ ذَاكَ يَوْمَ السَّابِعِ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فَفِي أَرْبَعَةَ عَشَرَ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فَفِي إِحْدٰى وَعِشْرِينَ .

''عقیقہ ساتویں دن ہونا چاہیے۔ اگر ایسا نہ ہو، تو چودھویں دن، اگر چودھویں دن بھی نہ ہو سکے، تو اکیسویں دن۔''

(المستدرك للحاكم : ٤/٢٣٨-٢٣٩، وقال : صحيح الإسناد، ووافقه الذّهبي)

سند انقطاع کی وجہ سے ''ضعیف'' ہے۔

❀ عطاء کے بارے میں امام علی بن مدینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ يَسْمَعْ مِنْ أُمِّ كُرْزٍ شَيْئًا .

''انہوں نے ام کرز سے کچھ نہیں سنا۔'' (العِلَل، ص ١٣٩)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

علامہ ابن حزم رحمہ اللہ (۴۵۶ھ) کا کہنا ہے :

إِنْ لَمْ يَذْبَحْ فِي الْيَوْمِ السَّابِعِ ذَبَحَ بَعْدَ ذٰلِكَ حَتّٰى أَمْكَنَ فَرْضًا .

''اگر ساتویں دن عقیقے کا جانور ذبح نہ کر سکے، تو اس کے بعد جب بھی اس فرض کی ادائیگی پر وہ استطاعت رکھے ایسا کر لے۔''

(المُحَلّٰى : ٦/٢٣٤)

اس قول پر کوئی دلیل نہیں اور وہ سب روایات جن میں ذکر ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے نبوت کے بعد اپنا عقیقہ کیا، ضعیف اور غیر ثابت شدہ ہیں۔ لہٰذا یہ قول نا قابل التفات اور نا قابل عمل ہے۔

اسی طرح اگر بچہ ساتویں دن سے پہلے فوت ہو جائے، تو اس کا عقیقہ نہیں ہوگا، جبکہ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ کہتے ہیں اس کا بھی عقیقہ واجب ہے۔(المُحَلّٰى : ٦/٢٣٤)

حافظ نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ ہمارے نزدیک مستحب ہے۔

(المَجموع : ٨/٤٤٨)

یہ دونوں قول مرجوح ہیں۔ عقیقہ کا تعلق زندگی سے ہے۔ دوسری طرف حدیث نے ساتویں دن کو بھی مقرر کر دیا ہے، لہٰذا اصل سنت حاصل نہیں ہوگی۔ اسی طرح ولادت سے پہلے بھی عقیقہ جائز اور درست نہیں، کیونکہ یہ عقیقہ کی سنت ایک سبب کے پیش نظر ادا کی جاتی ہے، وہ بچے کی پیدائش ہے۔ جب وہ سبب ہی نہ ہوگا، تو سنت کیسے ادا ہوگی؟ قربانی کی طرح عقیقہ رات کو بھی کیا جا سکتا ہے۔

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) ساتویں دن عقیقہ کی حکمت یوں بیان کرتے ہیں:

حِكْمَةُ هٰذَا ـ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ ـ أَنَّ الطِّفْلَ حِينَ يُوْلَدُ يَكُونُ أَمْرُهُ

www.KitaboSunnat.com

مُتَرَدِّدًا بَيْنَ السَّلَامَةِ وَالْعَطَبِ، وَلَا يُدْرٰى هَلْ هُوَ مِنْ أَهْلِ الْحَيَاةِ أَمْ لَا إِلٰى أَنْ تَأْتِيَ عَلَيْهِ مُدَّةٌ يَّسْتَدِلُّ بِمَا يُشَاهِدُ مِنْ أَحْوَالِهِ فِيهَا عَلٰى سَلَامَةٍ بِنْيَتِهِ وَصِحَّةِ خَلْقَتِهِ وَأَنَّهٗ قَابِلٌ لِلْحَيَاةِ، وَجُعِلَ مِقْدَارُ تِلْكَ الْمُدَّةِ أَيَّامَ الْأُسْبُوعِ فَإِنَّهٗ دَوْرٌ يَوْمِيٌّ كَمَا أَنَّ السَّنَةَ دَوْرٌ شَهْرِيٌّ ...... وَالْمَقْصُودُ أَنَّ هٰذِهِ الْأَيَّامَ أَوَّلُ مَرَاتِبِ الْعُمُرِ، فَإِذَا اسْتَكْمَلَهَا الْمَوْلُودُ انْتَقَلَ إِلَى الْمَرْتَبَةِ الثَّانِيَةِ وَهِيَ الشُّهُورُ، فَإِذَا اسْتَكْمَلَهَا انْتَقَلَ إِلَى الثَّالِثَةِ وَهِيَ السِّنِينَ، فَمَا نَقَصَ عَنْ هٰذِهِ الْأَيَّامِ فَغَيْرُ مُسْتَوْفٍ لِّلْخَلِيقَةِ ...... فَجُعِلَتْ تَسْمِيَةُ الْمَوْلُودِ وَإِمَاطَةُ الْأَذٰى عَنْهُ وَفِدْيَتُهٗ وَفَكُّ رِهَانِهٖ فِي الْيَوْمِ السَّابِعِ.

’’اس کی حکمت، واللہ اعلم یہ ہے کہ بچہ جب پیدا ہوتا ہے، تو اس کا معاملہ سلامتی اور ہلاکت کے درمیان متردد ہوتا ہے۔ یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ زندہ رہے گا یا نہیں۔ حتی کہ اس پر اتنی مدت گزر جائے کہ اسے دیکھنے والا اس کے حالات سے اس کی تخلیقی سلامتی، صحت اور اس کے زندگی کے قابل ہونے کا اندازہ کر سکے۔ اس مدت کی مقدار شریعت نے ایک ہفتہ مقرر کی، کیونکہ ہفتہ، دنوں کا ایک مکمل چکر ہے، جیسا کہ سال مہینوں کا ایک مکمل چکر ہوتا ہے۔...... مقصود یہ ہے کہ یہ سات دن مراتب عمر میں سے پہلا مرتبہ ہیں۔ جب بچہ ان دنوں کو پورا کر لیتا ہے، تو وہ دوسرے مرتبے میں داخل ہو جاتا ہے جو کہ مہینے کی صورت

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

میں ہوتا ہے اور جب وہ دوسرے مرتبے کی تکمیل کرتا ہے، تو تیسرے مرتبے، یعنی سال کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ جو بچہ ان مراتب میں سے کسی مرتبے کو پہنچ نہ پایا ہو، اس کی تخلیق مکمل نہیں ہوتی۔ ...... یہی وجہ ہے کہ بچے کے نام کا تعین، اس سے گندگی کو دور کرنے (ختنہ کرنے اور سر منڈوانے) اس کا فدیہ دینے اور اس کی گردن کو آزاد کرنے (یعنی عقیقہ کرنے) کے لیے ساتواں دن مقرر کیا گیا۔"(تحفة المودود ص ٧٥-٧٦)

سوال: سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جنازہ کس نے پڑھایا؟

جواب: سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جنازہ کس نے پڑھایا؟ اس بارے میں کچھ ثابت نہیں۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے یہ وصیت ثابت نہیں کہ انہیں رات کو دفن کیا جائے۔

مسلمانوں نے آپ رضی اللہ عنہا پر نماز جنازہ پڑھی۔ یہ کہنا کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سیدہ کے جنازہ میں شریک نہ ہوئے، ثابت نہیں۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

لَمَّا تُوُفِّيَتْ دَفَنَهَا زَوْجُهَا عَلِيٌّ لَيْلًا، وَلَمْ يُؤْذِنْ بِهَا أَبَا بَكْرٍ وَصَلَّى عَلَيْهَا.

"جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا فوت ہوئیں، تو انہیں ان کے خاوند سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے رات ہی دفن کر دیا اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو خبر نہ دی۔ نماز جنازہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے پڑھایا۔"(صحيح البخاري: 4240، صحيح مسلم: 1759)

یہ امام زہری رحمہ اللہ کا ادراج ہے۔ امام رحمہ اللہ کا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے سماع نہیں۔ لہٰذا روایت منقطع ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

❁ علامہ ابو العباس قرطبی رحمہ اللہ (٦٥٦ھ) فرماتے ہیں:

لَيْسَ فِي الْخَبَرِ مَا يَدُلُّ عَلٰى أَنَّ أَبَا بَكْرٍ لَمْ يَعْلَمْ بِمَوْتِهَا، وَلَا صَلَّى عَلَيْهَا، وَلَا شَاهَدَ جَنَازَتَهَا، بَلِ اللَّائِقُ بِهِمْ، الْمُنَاسِبُ لِأَحْوَالِهِمْ حُضُورُ جَنَازَتِهَا، وَاغْتِنَامُ بَرْكَتِهَا، وَلَا تَسْمَعُ أَكَاذِيبَ الرَّافِضَةِ الْمُبْطِلِينَ، الضَّالِّينَ، الْمُضِلِّينَ.

”اس روایت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات حسرت آیات کی خبر نہ ہوئی، آپ نے سیدہ کا نماز جنازہ نہیں پڑھا اور نہ جنازے میں حاضر ہوئے۔ بلکہ تمام صحابہ کرام کے لائق اور شایان شان یہی ہے کہ وہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے جنازہ میں شریک ہوئے تھے اور ان کی برکت سے مستفید ہوئے تھے۔ روافض کی بہتان بازیوں پر مت جائیے، کہ وہ تو باطل پرست، خود گمراہ اور دوسروں کو گمراہ کرنے والے ہیں۔“

(المُفهِم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم: 569/3)

سوال: کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں اللہ تعالیٰ کو دیکھا؟

جواب: اس بارے میں مروی روایت ثابت نہیں، ملاحظہ ہو:

❁ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا خواب سنایا:

”میں نے اپنے رب کو خوبصورت صورت میں دیکھا، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے محمد! آپ جانتے ہیں کہ مقرب فرشتے کس بارے میں بحث مباحثہ کر رہے ہیں؟ میں نے کہا: میرے رب! میں نہیں جانتا، اللہ تعالیٰ نے پوچھا: اے محمد! مقرب فرشتے کس بارے میں بحث ومباحثہ کر رہے ہیں؟ میں نے کہا: میرے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

رب! میں نہیں جانتا، پھر پوچھا: اے محمد! مقرب فرشتے کس بارے میں بحث ومباحثہ کر رہے ہیں؟ میں نے کہا: میرے رب! میں نہیں جانتا۔ تو میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ہتھیلی میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھی، یہاں تک کہ میں نے اللہ کے انگلیوں کے پوروں کی ٹھنڈک اپنے سینے میں محسوس کی، میرے لیے ہر چیز منکشف ہوگئی اور میں نے ہر چیز جان لی۔''

(مسند الإمام أحمد : 243/5)

سند ضعیف ہے۔

❀ اس حدیث کو امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے ''مضطرب'' قرار دیا ہے۔

(بیان تلبیس الجهميّة لابن تيميّة : 215/7، 217)

❀ امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ فِيهَا صَحِيحٌ، وَكُلُّهَا مُضْطَرِبَةٌ .

''اس بارے میں کوئی حدیث ثابت نہیں، ساری کی ساری مضطرب ہیں۔''

(العِلَل : 57/5)

❀ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (کتاب التوحید: ۱/۱۹۱) اور خطیب بغدادی رحمہ اللہ (تلخیص المتشابہ: ۱/۳۰۲) نے غیر ثابت قرار دیا ہے۔

❀ امام محمد بن نصر مروزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ يَثْبُتُ إِسْنَادُهُ عِنْدَ أَهْلِ الْمَعْرِفَةِ بِالْحَدِيثِ .

''محدثین کرام کے نزدیک اس کی سند ثابت نہیں۔''

(قيام اللّيل، ص 43)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

❁ حافظ بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِي ثُبُوتِ هٰذَا الْحَدِيثِ نَظَرٌ .

''اس حدیث کا ثابت ہونا محل نظر ہے۔''

(كتاب الأسماء والصّفات، ص 380)

کسی صحیح حدیث میں نبی کریم ﷺ کا خواب میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنا ثابت نہیں۔

سوال: وباء میں اذان کا کیا حکم ہے؟

جواب: وبا کی صورت میں انفرادی یا اجتماعی اذان کا کوئی ثبوت نہیں۔ صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ مسلمین کی زندگیوں میں اس کا ذکر نہیں، لہٰذا یہ بدعت ہے۔ فقہائے احناف بھی اس سے ناواقف ہیں۔

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِذَا أُذِّنَ فِي قَرْيَةٍ أَمَّنَهَا اللّٰهُ مِنْ عَذَابِهٖ ذٰلِكَ الْيَوْمَ .

''جب کسی بستی میں اذان کہی جاتی ہے، تو اللہ تعالیٰ اس روز اسے اپنے عذاب سے محفوظ رکھتا ہے۔'' (المُعجم الكبير للطّبراني : 257/1)

سند سخت ضعیف ہے۔

① عبد الرحمٰن بن سعد بن عمار ''ضعیف'' ہے۔

❁ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ يَصِحَّ حَدِيثُهٗ . ''اس کی حدیث ثابت نہیں۔''

(التّاريخ الكبير : 504/6)

❁ امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے ''ضعیف'' کہا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتِم : 238/5، وسندهٗ صحيحٌ)

✿ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (دیوان الضعفاء: ۲۴۴۷) نے ''منکر الحدیث'' اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (التقریب: ۳۸۷۳، التلخیص: ۱۷۶/۲) نے ''ضعیف'' کہا ہے۔

✿ علامہ ابن ترکمانی حنفی رحمہ اللہ نے اسے ''منکر الحدیث'' کہا ہے۔

(الجَوهر النّقي : 286/3)

② بکر بن محمد قرشی کے حالات زندگی نہیں ملے۔

حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَعْرِفْهُ . ''میں اسے پہچان نہیں سکا۔''

(مَجمع الزّوائد : 242/3)

تنبیہ:

بکر بن محمد بن عبد الوہاب ابو عمرو قرشی بصری ثقہ ہے۔ اسے امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ''العدل''، امام طبرانی رحمہ اللہ نے ''المعدل'' اور امام دارقطنی رحمہ اللہ نے ''ثقہ'' کہا ہے۔ یہ امام ابن حبان رحمہ اللہ اور امام طبرانی رحمہ اللہ کا استاذ ہے۔ جبکہ بکر بن محمد قرشی کوئی اور ہے۔ امام طبرانی رحمہ اللہ اس سے واسطہ کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔

③ صالح بن شعیب کی معتبر توثیق معلوم نہیں ہو سکی۔

اس سے مراد فرض نماز والی اذان ہے، نہ کہ آفت کی وجہ سے بے وقت دی گئی اذان۔

✿ سیدنا معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَيُّمَا قَوْمٍ نُودِيَ فِيهِمْ بِالْأَذَانِ صَبَاحًا إِلَّا كَانُوا فِي أَمَانِ اللّٰهِ حَتّٰى يُمْسُوا، وَأَيُّمَا قَوْمٍ نُودِيَ عَلَيْهِمْ بِالْأَذَانِ مَسَاءً إِلَّا كَانُوا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فِي أَمَانِ اللّٰهِ حَتّٰى يُصْبِحُوا .

''جس قوم میں صبح اذان دی جائے، وہ شام تک اللہ تعالیٰ کے حفظ وامان میں رہتی ہے اور جس قوم میں شام کواذان دی جائے، وہ صبح تک اللہ تعالیٰ کے حفظ وامان میں رہتی ہے۔''

(المعجم الكبير للطّبراني : 215/20)

سند سخت ضعیف ہے۔

① اغلب بن تمیم بصری ضعیف منکر الحدیث ہے۔

❀ اسے امام بخاری رحمہ اللہ (التاریخ الکبیر:۲/۷۰) نے منکر الحدیث کہا ہے۔

❀ امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ بِشَيْءٍ . ''یہ کچھ نہیں ہے۔''

(تاريخ ابن مَعين برواية الدّوري : 3513، 4571)

❀ امام ابن حبان رحمہ اللہ (کتاب المجروحین:۱۰۹) نے منکر الحدیث کہا ہے۔

② داود بن بکر تُستری کے حالات زندگی نہیں مل سکے۔

③ حبان بن اغلب کو امام ابو حاتم رحمہ اللہ نے ''ضعیف الحدیث'' کہا ہے۔

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم : 271/3)

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

نَزَلَ آدَمُ بِالْهِنْدِ فَاسْتَوْحَشَ، فَنَزَلَ جِبْرِيلُ فَنَادٰى بِالْأَذَانِ : اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ، فَقَالَ لَهٗ : وَمَنْ مُحَمَّدٌ هٰذَا؟ فَقَالَ : هٰذَا آخِرُ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَلَدِكَ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ .

”آدم علیہ السلام (جنت سے) ہندوستان میں اترے اور وحشت زدہ ہو گئے، پھر جبریل علیہ السلام اترے اور اذان کہی: اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا تو آدم علیہ السلام نے کہا، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں؟ جبریل نے کہا: آپ کی اولاد میں سے آخری نبی ہیں۔“

(حِلیة الأولیاء لأبي نُعَیم : 107/5، تاریخ دِمَشق لابن عساکر : 437/7)

① روایت ”ضعیف“ ہے۔

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِيهِ مَجَاهِيْلُ . ”اس میں کئی مجہول ہیں۔“

(فتح الباري : 79/2)

② علی بن بہرام بن یزید کوفی کی توثیق نہیں مل سکی۔

❀ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

لَمْ أَعْرِفْهُ . ”میں اسے نہیں پہچانتا۔“ (مَجمع الزّوائد : 87/8)

③ اس روایت میں وبا کے وقت اذان کا اشارہ تک نہیں۔

❀ سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رَآنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَزِيْنًا، فَقَالَ : يَا ابْنَ أَبِي طَالِبٍ! اِنِّي أَرَاكَ حَزِيْنًا، فَمُرْ بَعْضَ أَهْلِكَ يُؤَذِّنُ فِي أُذُنِكَ، فَإِنَّهٗ دَرْءُ الْهَمِّ .

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

”مجھے نبی کریم ﷺ نے غمگین دیکھا تو فرمایا: ابو طالب کے بیٹے! میں آپ کو غمگین دیکھتا ہوں، اپنے کسی گھر والے کو حکم دیں کہ وہ آپ کے کان میں اذان کہے، کیونکہ اذان غموں کا مداوا ہے۔“

(الغرائب المُلتقطة لابن حَجَر : 119/8، مناقب عليّ لابن الجزري، ص 36)

جھوٹی روایت ہے۔

① ابو عبدالرحمٰن محمد بن حسین سلمی متہم ہے۔

② عبداللہ بن موسیٰ بن حسن سلامی کے بارے میں خطیب بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِي رِوَايَاتِهٖ غَرَائِبُ وَّمَنَاكِيرُ وَّعَجَائِبُ.

”اس کی مرویات غریب، منکر اور تعجب خیز ہیں۔“

(تاريخ بغداد :383/11)

❀ نیز لکھتے ہیں:

كَانَ صَحِيْحَ السَّمَاعَاتِ، إِلَّا أَنَّهٗ كَتَبَ عَمَّنْ دَبَّ وَدَرَجَ مِنَ الْمَجْهُوْلِيْنَ وَأَصْحَابِ الزَّوَايَا، قَالَ : وَكَانَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَنْدَةَ الْأَصْبَهَانِيُّ الْحَافِظُ سَيِّءُ الرَّأْيِ فِيهِ، وَمَا أَرَاهُ كَانَ يَتَعَمَّدُ الْكَذِبَ فِي فَضْلِهٖ.

”اس کی سماعات صحیح ہیں، مگر مجہولین اور گوشہ نشینوں میں سے جو ہاتھ چڑھتا، اس سے بیان کر دیتا تھا، حافظ ابو عبداللہ بن مندہ اصبہانی رحمہ اللہ اسے برا سمجھتے تھے، کہتے کہ یہ فضیلت میں جان بوجھ کر جھوٹ بولتا تھا۔“

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

(تاریخ بغداد: 383/11)

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

رَوٰی حَدِيْثًا مَا لَهٗ أَصْلٌ .

”اس نے ایک بے سند روایت بیان کی ہے۔“

(میزان الاعتدال: 508/2)

③ فضل بن عباس یا ”عیاش“ کوئی کون ہے؟

④ حفص بن غیاث ”مدلس“ ہیں۔

اس میں وبا کے وقت اذان کا ذکر نہیں۔

❀ سیدنا ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا مِنْ قَوْمٍ يُؤَذِّنُونَ لِصَلَاةِ الْغَدَاةِ إِلَّا أَمِنُوا الْعَذَابَ إِلَى اللَّيْلِ، وَمَا مِنْ قَوْمٍ يُؤَذِّنُونَ لِصَلَاةِ الْمَغْرِبِ إِلَّا أَمِنُوا الْعَذَابَ إِلَى الصُّبْحِ .

”جس قوم میں فجر کی اذان کہی جائے، وہ رات تک عذاب سے محفوظ رہتی ہے اور جس قوم میں مغرب کی اذان کہی جائے، وہ صبح تک عذاب سے بچی رہتی ہے۔“

(أمالي ابن بشران: 408)

روایت باطل ہے۔

① سلیمان بن عمرو سے مراد اگر ابوداود نخعی ہے، تو بالا جماع کذاب ہے۔

② ابوسہل کا تعین وتوثیق معلوم نہیں ہوسکی۔

③ نصر بن حریش صامت ضعیف ہے۔

④ محمد بن حماد بن ماہان بھی قوی نہیں۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

⑤ عطاء بن یسار ہلالی کا سیدنا ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے سماع معلوم نہیں ہوسکا۔
اس روایت میں بے وقت اذان دینے کا کوئی ذکر نہیں۔

❁ سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے:

مَا أُذِّنَ فِي قَوْمٍ بِلَيْلٍ إِلَّا أُمِنُوا الْعَذَابَ حَتّٰى يُصْبِحُوا، وَلَا نَهَارًا إِلَّا أُمِنُوا الْعَذَابَ حَتّٰى يُمْسُوا .

”جس قوم میں رات کو اذان کہی جائے، تو وہ صبح تک عذاب سے محفوظ رہتی ہے اور دن کو کہی جائے، تو شام تک عذاب سے محفوظ رہتی ہے۔“

(مصنّف عبد الرّزّاق : 1873)

اس قول کی سند سخت ضعیف ہے۔

① محمد بن یوسف بن عبداللہ بن سلام مجہول الحال ہے۔

② محمد بن یوسف کا اپنے دادا سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں۔

③ امام عبدالرزاق بن ہمام رحمہ اللہ مدلس ہیں اور عن سے روایت کر رہے ہیں۔

④ عبدالرزاق کی صفوان بن سلیم سے روایت واسطہ کے ساتھ ہوتی ہے، لیکن یہاں واسطہ کے بغیر بیان کر رہے ہیں۔ عبدالرزاق نے یہاں تدلیس کی ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے منسوب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا رَأَيْتُمُ الْحَرِيقَ فَكَبِّرُوا؛ فَإِنَّ التَّكْبِيرَ يُطْفِئُهُ .

”آگ دیکھیں، تو تکبیر کہیں، کیونکہ اللہ اکبر اسے بجھا دیتا ہے۔“

(عمل اليوم واللّيلة لابن السُّنّي : 295-298، الدّعاء للطّبراني : 1266)

① من گھڑت ہے، قاسم بن عبداللہ بن عمر ”متروک“ ہے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

✿ امام احمد رحمہ اللہ نے اسے جھوٹا کہا ہے۔

(تقریب التّهذیب لابن حجر : 5468)

الدعا للطبرانی رحمہ اللہ (1266-1267) میں اس کی متابعت عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عمر نے کی ہے، وہ بھی ''کذاب'' ہے، حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ نے ''متروک'' کہا ہے۔

(تقریب التّهذیب : 3922)

الکامل لابن عدی (1469/4، وفی نسخۃ: 151/4) اور الدعوات الکبیر للبیہقی (238) میں متابعتاً ابن لہیعہ کی روایت آئی ہے، اس میں ابن لہیعہ (ضعیف عند الجمہور) کی تدلیس ہے، ابن ابی مریم کہتے ہیں:

''اس حدیث کو ابن لہیعہ نے ہمارے ایک ساتھی زیاد بن یونس حضرمی سے سنا، وہ قاسم بن عبداللہ بن عمر سے بیان کرتے ہیں، ابن لہیعہ اسے مستحسن عمل خیال کرتا تھا، پھر اس نے کہا: اسے وہ عمرو بن شعیب سے بیان کرتا ہے۔''

(الضّعفاء الكبير للعُقَيلي : 296/2)

ثابت ہوا کہ یہ متابعت اُس سند کی ہے، جس میں قاسم بن عبداللہ ''کذاب'' ہے۔

سوال: رافضیت اور ناصبیت کیا ہے؟

جواب: رافضیت اور ناصبیت دو انتہائیں ہیں، دونوں صحابہ کرام کے دشمن ہیں۔ اہل سنت والجماعت کا اتفاق واجماع ہے کہ ابو بکر و عمر اور دیگر صحابہ پر تبرا کرنے والا رافضی ہے اور اہل بیت سے بغض وعناد رکھنے والا ناصبی ہے۔

✿ سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لَيُحِبُّنِي قَوْمٌ حَتّٰى يَدْخُلُوا النَّارَ فِيَّ، وَلَيُبْغِضُنِي قَوْمٌ حَتّٰى

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

يَدْخُلُوا النَّارَ فِي بُغْضِي .

”ایک قوم میری محبت میں غلو کے سبب اور دوسری میرے ساتھ بغض کے سبب جہنم میں جائے گی۔“

(السّنّة لابن أبي عاصم : 1017، وسندہٗ صحيحٌ)

اس سے مراد روافض اور نواصب ہیں۔ ہر ناصبی رافضی ہوتا ہے۔ روافض صحابہ کرام سے بغض وعناد رکھتے ہیں، اسی طرح ناصبی اہل بیت سے بغض رکھتے ہیں۔

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

أَمَّا الرَّافِضِيُّ فَإِذَا قَدَحَ فِي مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِأَنَّهُ كَانَ بَاغِيًا ظَالِمًا، قَالَ لَهُ النَّاصِبِيُّ وَعَلِيٌّ أَيْضًا كَانَ بَاغِيًا ظَالِمًا لَمَّا قَاتَلَ الْمُسْلِمِينَ عَلٰى إِمَارَتِهٖ، وَبَدَأَهُمْ بِالْقِتَالِ، وَصَالَ عَلَيْهِمْ، وَسَفَكَ دِمَاءَ الْأُمَّةِ بِغَيْرِ فَائِدَةٍ لَهُمْ، لَا فِي دِينِهِمْ وَلَا فِي دُنْيَاهُمْ، وَكَانَ السَّيْفُ فِي خِلَافَتِهٖ مَسْلُولًا عَلٰى أَهْلِ الْمِلَّةِ، مَكْفُوفًا عَنِ الْكُفَّارِ .

”جب رافضی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں قدح وتنقیص کرتا ہے کہ وہ باغی اور ظالم تھے، تو اسے ناصبی کہتا ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ بھی باغی اور ظالم تھے، کیونکہ انہوں نے مسلمانوں سے اپنی خلافت کے لیے قتال کیا، جنگ میں ابتدا کی، ان پر حملہ کیا اور بلا وجہ امت کا خون بہایا، جس میں ان کا نہ کوئی دینی فائدہ تھا اور نہ دنیاوی۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مسلمانوں پر تلوار لٹکی رہی اور

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

کفار سے رُکی رہی۔“

(منہاج السنة : 389/4)

یاد رہے کہ روافض کے نزدیک ہر سنی ناصبی ہے، جو بھی ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے محبت کرے، وہ ان کے نزدیک ناصبی ہے، کیونکہ شیعہ کے نزدیک سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما سے برائت واجب ہے۔ان کا عقیدہ ہے:

لَا وَلَاءَ إِلَّا بِبَرَاءَةٍ .

”ابوبکر و عمر سے برائت کے بغیر ولایت علی کا کوئی تصور نہیں۔“

روافض اس لیے صحابہ اور امت مسلمہ کو کافر اور جہنمی کہتے ہیں۔تقیہ کرتے ہوئے صحابہ اور امت مسلمہ کو دنیاوی اعتبار سے مسلمان اور اُخروی اعتبار سے کافر سمجھتے ہیں۔جبکہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک ابوبکر و عمر، عثمان و علی رضی اللہ عنہم سے محبت عین ایمان ہے۔اہل سنت صحابہ کرام میں سے کسی سے بھی بغض کو ضلالت اور نفاق سمجھتے ہیں۔ اہل بیت کے تینوں حقوق (حق ایمان، حق صحابیت، حق قرابتِ رسول) کا لحاظ رکھتے ہیں۔جبکہ نواصب اہل بیت کے حقوق کے غاصب ہیں، جس طرح روافض صحابہ کے حقوق کے غاصب ہیں۔ دونوں اپنے قول و فعل سے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت دیتے ہیں۔ ہر دور کے علما نے ان کا رد کیا ہے۔

❀ علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

كَرَمْيِ الرَّافِضَةِ لَهُمْ بِأَنَّهُمْ نَوَاصِبُ، وَالنَّوَاصِبِ بِأَنَّهُمْ رَوَافِضُ .

”رافضی، اہل سنت کو ناصبی کہتے ہیں اور ناصبی، اہل سنت کو رافضی کہتے ہیں۔“

(مرقاة المفاتيح : 2778/7)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

اہل سنت میں توسط ہے، وہ ان دونوں انتہاؤں سے بری ہیں۔

سوال: کیا نبی کریم ﷺ کے علاوہ بھی کسی کو معراج ہوئی؟

جواب: نبی کریم ﷺ کے علاوہ کسی کو معراج نہیں ہوئی۔ یہ کہنا درست نہیں کہ یوسف علیہ السلام کو کنواں میں، اسماعیل علیہ السلام کو چھری کے نیچے، ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں اور یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ میں معراج ہوئی۔

❀ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”بھلا اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھنے والا یہ کہہ سکتا ہے کہ وہ ہستی، جسے رب تعالیٰ کی طرف معراج کروائی گئی اور وہ مقرب، معظم اور مکرم ٹھہرے، کا مقام اس نبی کی طرح ہے، جسے ملامت کرتے ہوئے مچھلی کے پیٹ میں ڈال دیا گیا۔ اِدھر تعظیم وتقریب کی جاری ہے اور اُدھر آزمائش وتادیب۔ انہیں کمال تقرب حاصل ہے اور اُنہیں سخت تادیب کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے؟“

(شرح العقيدة الطّحاوية، ص 164)

سوال: کیا تہجد سے پہلے سونا ضروری ہے؟

جواب: تہجد سے پہلے سونا ضروری نہیں۔ تہجد کا وقت عشا کے بعد سے طلوعِ فجر تک ہے، اس دوران کسی بھی وقت ادا کی جا سکتی ہے۔ البتہ رات کے آخری پہر بیدار ہو کر ادا کرنا افضل ہے۔ سونے سے پہلے اگر کوئی تہجد پڑھ لیتا ہے، تو بھی کوئی حرج نہیں، کیونکہ تہجد سے پہلے سونا شرط نہیں ہے۔

سوال: ﴿وَمَا أُبَرِّئُ نَفْسِي﴾ (یوسف:۵۳) کس کا قول ہے؟

جواب: جمہور مفسرین کے ہاں یہ عزیز مصر کی بیوی کا قول ہے، نہ کہ یوسف علیہ السلام کا۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) لکھتے ہیں:

هٰذَا الْقَوْلُ هُوَ الْأَشْهَرُ وَالْأَلْيَقُ وَالْأَنْسَبُ بِسِيَاقِ الْقِصَّةِ وَمَعَانِي الْكَلَامِ، وَقَدْ حَكَاهُ الْمَاوَرْدِيُّ فِي تَفْسِيرِهِ، وَانْتَدَبَ لِنَصْرِهِ الْإِمَامُ الْعَلَّامَةُ أَبُو الْعَبَّاسِ ابْنُ تَيْمِيَّةَ، رَحِمَهُ اللّٰهُ، فَأَفْرَدَهُ بِتَصْنِيفٍ عَلٰى حِدَةٍ.

''یہی قول زیادہ مشہور ہے، قصے کا سیاق اور بلاغت بھی اسی کے موافق ہے۔ علامہ ماوردی رحمہ اللہ نے اسے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے۔امام، علامہ، ابوالعباس، ابن تیمیہ رحمہ اللہ (مجموع الفتاویٰ: ۱۰/ ۲۹۸) نے اس قول کی خوب حمایت کی ہے اور اس بارے میں مستقل کتاب تصنیف کی ہے۔''

(تفسیر ابن کثیر : 395/4)

الغرائب الملتقطة لابن حجر (۱۶۴۵) میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے منسوب مرفوع حدیث میں ہے کہ یہ قول سیدنا یوسف علیہ السلام کا ہے، لیکن یہ روایت ضعیف ومنکر ہے۔اس میں مؤمل بن اسماعیل ''کثیر الخطا'' ہے۔ یہ بھی اس کی خطا ہے۔حماد بن سلمہ کے شاگردوں میں سے صرف مؤمل نے یہ روایت مرفوعاً ذکر کی ہے۔ باقی سب نے موقوف یا مقطوع بیان کی ہے۔ اسی طرح عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منسوب قول بھی ثابت نہیں ہے اور حسن بصری رحمہ اللہ کا قول بھی ضعیف ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۶۹)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: رسول اللہ ﷺ کے نسب نامہ کے متعلق کیا کہتے ہیں؟

جواب: رسول اللہ ﷺ کا معتبر اور متفق نسب نامہ وہ ہے، جو امام بخاری رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے:

”محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قُصی بن کلاب بن مُرہ بن کعب بن لؤی بن غالب بن فِہر بن مالک بن نضر بن کِنانہ بن خزیمہ بن مُدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معدّ بن عدنان۔“

(صحيح البخاري، قبل الحديث: 3851)

امام ابن حبان رحمہ اللہ (۳۵۴ھ) اور امام حاکم رحمہ اللہ (۴۰۵ھ) فرماتے ہیں:

نِسْبَةُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَحِيحَةٌ إِلٰى عَدْنَانَ، وَمَا وَرَاءَ عَدْنَانَ فَلَيْسَ فِيهِ شَيْءٌ يُّعْتَمَدُ عَلَيْهِ .

”رسول اللہ ﷺ کا نسب عدنان تک صحیح ثابت ہے، اس سے آگے کوئی قابل اعتماد ثبوت نہیں۔“ (السّيرة النُّبوِيّة، ص 39، دلائل النُّبوّة للبيهقي: 179/1)

حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

”ماہرین انساب، مؤرخین اور دیگر علما کو اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ نبی کریم ﷺ کا نسب نامہ محمد بن عبد اللہ۔۔۔ ہے۔ عدنان تک کسی نے بھی

www.KitaboSunnat.com

اختلاف نہیں کیا۔'' (الاستیعاب في مَعرِفة الأصحاب :133/1)

حافظ نووی رحمہ اللہ (۶۷۶ھ) فرماتے ہیں:

إِلٰى هُنَا إِجْمَاعُ الْأُمَّةِ، وَأَمَّا مَا بَعْدَهٗ إِلٰى آدَمَ فَيَخْتَلِفُ فِيهِ أَشَدَّ اخْتِلَافٍ، قَالَ الْعُلَمَاءُ : وَلَا يَصِحُّ فِيهِ شَيْءٌ يُعْتَمَدُ .

''عدنان تک امت کا اجماع ہے۔لیکن جو اس سے آگے آدم علیہ السلام تک نسب نامہ بیان کیا جاتا ہے، اس میں شدید اختلاف ہے۔علما کہتے ہیں: اس میں کوئی قابل اعتماد چیز ثابت نہیں۔'' (تهذيب الأسماء واللّغات :21/1)

حافظ مزی رحمہ اللہ (۷۴۲ھ) فرماتے ہیں:

إِلٰى هُنَا أَجْمَعَ أَهْلُ النَّسَبِ، وَمَا وَرَاءَ ذٰلِكَ، فَفِيهِ اخْتِلَافٌ كَبِيرٌ جِدًّا .

''عدنان تک اہل نسب کا اجماع ہے، اس سے آگے شدید اختلاف ہے۔''

(تهذيب الكمال :174/1)

شیخ الاسلام ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

إِلٰى هَاهُنَا مَعْلُومُ الصِّحَّةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ بَيْنَ النَّسَّابِينَ، وَلَا خِلَافَ فِيهِ الْبَتَّةَ، وَمَا فَوْقَ عَدْنَانَ مُخْتَلَفٌ فِيهِ .

''عدنان تک نسب نامہ صحیح ثابت ہے، اس پر ماہرین انساب کا اتفاق ہے، قطعاً کوئی اختلاف نہیں۔البتہ عدنان سے اوپر نسب میں اختلاف ہے۔''

(زاد المَعاد في هَدي خير العِباد :70/1)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

لَا مِرِيَّةَ فِيهِ وَلَا نِزَاعَ، وَهُوَ ثَابِتٌ بِالتَّوَاتُرِ وَالْإِجْمَاعِ .

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

”عدنان تک کوئی شک اور اختلاف نہیں، یہ تواتر اور اجماع سے ثابت ہے۔“

(الفُصول في السِّيرة، ص 21)

رسول اللہ ﷺ کا نسب نامہ عدنان تک متفقہ اور مسلمہ ہے۔اس سے اوپر کے بارے میں کوئی قابل اعتماد ثبوت نہیں۔

سوال: کیا لمبی داڑھی کم عقلی کی علامت ہے؟

جواب: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

يَقُولُونَ مَنْ كَانَ طَوِيلَ اللِّحْيَةِ لَمْ يَكُنْ لَهُ عَقْلٌ وَلَقَدْ رَأَيْتُ عَلْقَمَةَ بْنَ مَرْثَدٍ طَوِيلَ اللِّحْيَةِ وَافِرَ الْعَقْلِ .

”(بعض ناہنجار) لوگ (بطور محاورہ) کہتے ہیں کہ جس کی ڈاڑھی لمبی ہو، اس میں عقل کی کمی ہوتی ہے، جبکہ میں نے علقمہ بن مرثد رحمہ اللہ کو دیکھا، آپ کی ڈاڑھی لمبی تھی اور انتہائی عقل مند تھے۔“

(الثّقات لابن حبان: 162/9، وسندهٗ حسنٌ)

ڈاڑھی کے حوالے سے یہ باتیں بطور محاورہ کہی جاتی تھیں۔جبکہ شرع میں اس محاورہ کی تائید نہیں، محاورے لوگوں کے منہ کی باتیں ہیں، ان کا قرآن وحدیث اور عقل وفطرت کے موافق ہونا ضروری نہیں۔اس لیے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اس محاورہ کو دلیل کے ساتھ غلط ثابت کررہے ہیں۔لہٰذا یہ کہنا کہ لمبی ڈاڑھی عقل کی کمی کی دلیل ہے، بے دلیل ہے۔

سوال: مُقَدِّمَةٌ فِي أُصُولِ التَّفْسِيرِ لِشَيْخِ الْإِسْلَامِ ابْنِ تَيْمِيَّةَ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: اُصول تفسیر کے بارے میں شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) کا

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

یہ مختصر رسالہ انتہائی مفید اور بنیادی ہے۔

❁ مفتی محمد تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں:

''اُصول تفسیر کے موضوع پر علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا شہرہ آفاق رسالہ ہے، جو اپنے اختصار کے باوجود نہایت جامع اور مباحث کے لحاظ سے بے حد مفید ہے، علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ''الاتقان'' میں جا بجا اس کے حوالے دیے ہیں اور سچی بات یہ ہے کہ ''تفسیر کے اُصول'' اپنے لفظی معنی میں اسی رسالے کے اندر بیان ہوئے ہیں، جو اُصول علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس میں بیان فرما دیے ہیں، اگر ان کی رعایت کر لی جائے، تو تفسیر قرآن کے معاملے میں گمراہی سے بالکل امن ہو جاتا ہے۔''

(تبصرے، ص470)

سوال: مسند ابی حنیفہ کے بارے میں محدثین کی کیا رائے ہے؟

جواب: مسند ابی حنیفہ نامی کتاب کو محدثین اور اہل فن نے قبول نہیں کیا۔

❁ علامہ فخر رازی رحمہ اللہ (۶۰۶ ھ) لکھتے ہیں:

أَمَّا مُسْنَدُ أَبِي حَنِيفَةَ، فَظَاهِرٌ أَنَّ عُلَمَاءَ الْحَدِيثِ، وَأَكَابِرَ هٰذِهِ الصَّنْعَةِ، لَا يَقْبَلُونَهُ أَلْبَتَّةَ، وَأَيْضًا، فَأَبُو حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ لَمْ يَسْتَقِلْ بِجَمْعِهِ، وَإِنَّمَا أَصْحَابُهُ لَمَّا شَاهَدُوا كِتَابَ الْمُوَطَّإِ لِمَالِكٍ، وَكِتَابَ الْمُسْنَدِ لِلشَّافِعِي، تَكَلَّفُوا جَمْعَ ذٰلِكَ الْمُسْنَدِ لَهُ.

''''مسند ابی حنیفہ'' کے متعلق صحیح بات یہ ہے کہ محدثین اور فن حدیث کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ماہرین نے اسے بالکل بھی قبول نہیں کیا، نیز یہ بات بھی ظاہر ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے خود اس کتاب کو جمع نہیں کیا، بلکہ جب حنفی اصحاب نے دیکھا کہ امام مالک رحمہ اللہ کی ''موطا'' ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کی ''مسند'' ہے، تو انہوں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے منسوب کرکے مسند جمع کردی۔''

(مَناقب الإمام الشّافعي، ص 226)

سوال: مندرجہ ذیل روایت کی استنادی حیثیت بیان کریں؛

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شیطان، (ظالم) بادشاہ اور درندوں کے شر سے بچنے کے لیے یہ دعا سکھائی:

اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰى نَفْسِي وَدِينِي، بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ أَعْطَانِي رَبِّي، بِسْمِ اللّٰهِ خَيْرِ الْأَسْمَاءِ، بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِي لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ دَاءٌ، بِسْمِ اللّٰهِ افْتَتَحْتُ، وَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ، اَللّٰهُ اَللّٰهُ رَبِّي، لَا أُشْرِكُ بِهٖ أَحَدًا، أَسْأَلُكَ اللّٰهُمَّ بِخَيْرِكَ مِنْ خَيْرِكَ، الَّذِي لَا يُعْطِيهُ أَحَدٌ غَيْرُكَ، عَزَّ جَارُكَ، وَجَلَّ ثَنَاؤُكَ، وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ، اجْعَلْنِي فِي عِيَاذِكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ سُلْطَانٍ، وَمِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ، اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَحْتَرِسُ بِكَ مِنْ شَرِّ جَمِيعِ كُلِّ ذِي شَرٍّ خَلَقْتَهُ، وَأَحْتَرِزُ بِكَ مِنْهُمْ، وَأُقَدِّمُ بَيْنَ يَدَيَّ: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ، اللّٰهُ الصَّمَدُ، لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ، وَلَمْ يَكُنْ لَهٗ كُفُوًا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

أَحَدٌ﴾(الإخلاص)، وَمِنْ خَلْفِي مِثْلَ ذٰلِكَ، وَعَنْ يَمِينِي مِثْلَ ذٰلِكَ، وَعَنْ يَّسَارِي مِثْلَ ذٰلِكَ، وَمِنْ فَوْقِي مِثْلَ ذٰلِكَ.

(عمل اليوم والليلة لابن السني : 346)

جواب: اس کی سند سخت ضعیف ہے:

① ابان بن ابی عیاش ''متروک وکذاب'' ہے۔ یہ باتفاق محدثین ضعیف ومتروک ہے۔اس کی روایت کا کوئی اعتبار نہیں۔

② بشر بن سلم کوفی کو امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ نے ''منکر الحدیث'' کہا ہے۔

(الجرح والتعديل لابن أبي حاتم : 356/2)

اس حدیث کی دوسری سند (الدعا للطبرانی:۱۰۵۹) مجہول راویوں کی بیان کردہ ہے۔

تنبیہ:

حجاج بن یوسف اور سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مابین مکالمہ اور حجاج کا سیدنا انس کے کندھوں پر دو شیر دیکھنا وغیرہ بے سند اور جھوٹا واقعہ ہے۔

سوال: میت کے لیے دعا کرنا کیسا ہے؟

جواب: تمام علما کا اجماع واتفاق ہے کہ میت کے لیے دعا کرنا مفید ونافع ہے، اس کا ثواب اسے پہنچتا ہے۔ دعا تدفین سے پہلے ہو، یا بعد، جنازہ سے پہلے ہو یا جنازہ کے بعد، انفرادی ہو یا اجتماعی، ہاتھ اٹھا کر ہو، یا ہاتھ اٹھائے بغیر، ہر صورت جائز ہے۔اسی طرح تعزیت کرتے وقت دعا کی جاسکتی ہے، البتہ مروجہ دعا کا کوئی ثبوت نہیں۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِّلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَؤُوفٌ رَّحِيمٌ﴾(الحشر : ١٠)

’’مہاجرین وانصار کے بعد ایمان لانے والے عرض کرتے ہیں: یارب! ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کی بھی بخشش فرما، جو ایمان لانے میں ہم سے سبقت لے گئے، ہمارے دلوں میں اہل ایمان کے لئے کینہ وبغض نہ رکھنا۔ ہمارے رب! تو بہت شفیق اور بے انتہا رحیم ہے۔‘‘

بہت سی احادیث اس مفہوم پر دلالت کناں ہیں؛

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاَھْلِ بَقِیعِ الْغَرْقَدِ .

’’اللہ! بقیع غرقد والوں کی بخشش فرما۔‘‘(صحیح مسلم : 947)

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک جنازے پر جب لوگ تعریف کر رہے تھے، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’واجب ہوگئی، واجب ہوگئی، واجب ہوگئی، پھر ایک اور جنازہ گزرا، اس کی مذمت کی گئی، تو فرمایا: واجب ہوگئی، واجب ہوگئی، واجب ہوگئی، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان، پہلے ایک جنازہ گزرا، اس کی تعریف کی گئی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: واجب ہوگئی، واجب ہوگئی، واجب ہوگئی، پھر ایک جنازہ گزرا، اس کی مذمت کی گئی، تو آپ نے فرمایا: واجب ہوگئی، واجب ہوگئی، واجب ہوگئی، فرمایا: آپ لوگوں نے جس کی تعریف کی تھی، اس کے لیے جنت واجب ہوگئی اور جس کی مذمت کی تھی، اس

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

کے لیے جہنم واجب ہوگئی، آپ زمین میں اللہ تعالیٰ کے گواہ ہیں، آپ زمین میں اللہ تعالیٰ کے گواہ ہیں۔‘‘

(صحيح البخاري : 1367؛ صحيح مسلم : 949؛ واللّفظ لهٗ)

❀ ابواسود رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

’’میں مدینہ منورہ آیا، ان دنوں وہاں ایک بیماری پھیل چکی تھی، میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں تھا کہ ایک جنازہ سامنے سے گزرا، لوگ اس کی تعریف کرنے لگے، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: واجب ہوگئی، پھر ایک اور جنازہ گزرا، لوگوں نے اس کی بھی تعریف کی، اس مرتبہ بھی آپ نے ایسا ہی فرمایا کہ واجب ہوگئی، پھر تیسرا جنازہ نکلا، لوگ اس کی برائی کرنے لگے، آپ نے فرمایا: واجب ہوگئی۔ ابواسود دؤلی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے پوچھا: امیر المومنین! کیا چیز واجب ہوگئی، فرمایا: میں نے وہی کہا ہے، جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جس شخص کی اچھائی پر چار آدمی گواہی دیں، اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائے گا، ہم نے کہا: اگر تین گواہی دیں؟ فرمایا: تین پر بھی، پوچھا: دو؟ فرمایا: دو پر بھی، ہم نے یہ البتہ نہیں پوچھا کہ اگر ایک مسلمان گواہی دے تو؟‘‘

(صحيح البخاري : 1368)

❀ سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابو عامر رضی اللہ عنہ زخمی ہوئے، زخموں کی تاب نہ لا سکے اور شہید ہو گئے، تو شہید ہوتے وقت اپنے ساتھی سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے میرے لیے دعا کی درخواست کرنا، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگوایا، وضو کیا اور ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی:

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِعُبَيْدٍ أَبِي عَامِرٍ ...... اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَوْقَ كَثِيرٍ مِنْ خَلْقِكَ مِنَ النَّاسِ .

''اللہ! اپنے پیارے بندے ابو عامر کی بخشش فرما، ......اللہ! ان کو روز قیامت بہتوں پر فوقیت و برتری عطا فرمانا۔''(صحيح البخاري : 4323)

تعزیت کے لیے مجلس:

تعزیت کے لیے مجلس بنا کر بیٹھنا مکروہ ہے، کسی کے گھر اس غرض سے بیٹھ جانا کہ لوگ آئیں اور تعزیت کریں، مناسب فعل نہیں۔ بیٹھنے کا عمل بہر صورت مکروہ ہے، خواہ مردوں کی طرف سے ہو، یا عورتوں کی طرف سے۔

یاد رہے کہ سوگ صرف قریبی عورتوں کے لیے ہے، مردوں کے لیے اسلام میں سوگ نہیں۔

سوال: امام ابوالشیخ ابن حیان رحمہ اللہ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: امام ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن جعفر بن حیان اصبہانی، ابوالشیخ رحمہ اللہ (۳۶۹ھ) اہل سنت کے زبردست ثقہ امام ہیں۔

علامہ محمد زاہد کوثری جرکسی (۱۳۷۱ھ) نے آپ رحمہ اللہ کے بارے میں لکھا ہے:

ضَعَّفَهُ بَلَدِيُّهُ الْحَافِظُ أَبُو أَحْمَدَ الْعَسَّالُ، وَلَهُ مَيْلٌ إِلَى التَّجْسِيمِ .

''آپ رحمہ اللہ کو آپ کے ہم وطن حافظ ابو احمد عسال رحمہ اللہ نے ضعیف کہا ہے، ابوالشیخ رحمہ اللہ عقیدہ تجسیم کی طرف مائل تھے۔''(التانیب، ص 69)

علامہ کوثری نے دو باتیں کی ہیں۔

① امام ابوالشیخ مجسمہ فرقہ سے تعلق رکھتے تھے۔

② آپ کو حافظ ابو احمد محمد بن احمد بن ابراہیم عسال رحمہ اللہ نے ضعیف کہا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دونوں باتوں میں کوئی سچائی نہیں۔ امام ابوالشیخ رحمہ اللہ کو کسی نے فرقہ مجسمہ میں شمار نہیں کیا۔ بلکہ آپ رحمہ اللہ اہل سنت کے بڑے امام ہیں۔ آپ کی کتب اس پر شاہد ہیں، خصوصاً آپ رحمہ اللہ کی تصنیف لطیف ''العظمۃ'' جو اہل سنت کے عقائد پر مبنی کتاب ہے۔

رہا حافظ ابواحمد عسال رحمہ اللہ کا ضعیف کہنا، تو یہ بے حقیقت بات ہے۔

① حافظ ابواحمد عسال رحمہ اللہ (۳۴۹ھ) امام ابوالشیخ رحمہ اللہ کے استاذ ہیں، استاذ اپنے شاگرد پر جرح کیسے کرسکتا ہے؟

② امام ابوالشیخ رحمہ اللہ اپنی کتاب طبقات المحدثین باصبھان والواردین علیہا میں اپنے استاذ ابواحمد عسال کی توصیف وتوثیق کرتے ہیں۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ شاگرد تو استاذ کی توثیق کرے اور استاذ شاگرد کی تضعیف کرے؟

③ جرح وتعدیل کی کتابوں میں حافظ ابواحمد عسال رحمہ اللہ کا قول نہیں ملتا۔

④ کسی بھی ثقہ عالم نے اس جرح کو اپنی کتاب میں ذکر نہیں کیا۔

تنبیہ:

ابواحمد عسال رحمہ اللہ کا یہ قول کتاب الرد علی ابی بکر الخطیب میں موجود ہے۔

① یہ کتاب بے سند ہے۔

② حافظ ابن نجار رحمہ اللہ (۶۴۳ھ) کی طرف منسوب ہے۔ یہ آپ رحمہ اللہ کی تالیف نہیں، کسی جھوٹے نے حافظ خطیب کے رد میں کتاب لکھی ہے، جو حافظ ابن نجار رحمہ اللہ کے نام لگا دی گئی۔

③ آج تک کسی نے اسے ابن نجار رحمہ اللہ کی تصنیف میں شمار نہیں کیا۔

④ دراصل یہ کتاب ابوالفتح عیسیٰ بن ابی بکر بن ایوب حنفی (۶۲۴ھ) کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طرف منسوب ہے۔

⑤ ابو الفتح حنفی اور امام ابو احمد عسال رحمہ اللہ کے مابین دو سو پچھتر (۲۷۵) سال کا فاصلہ ہے، امام ابو احمد عسال رحمہ اللہ تک سند موجود نہیں۔

الحاصل:

امام ابو الشیخ ابن حیان رحمہ اللہ پر امام ابو احمد عسال رحمہ اللہ کی جرح قطعاً ثابت نہیں۔

سوال: کیا جنت میں حوروں کا وجود ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو جنت میں بے شمار نعمتوں سے نوازے گا۔ ان میں سے ایک نعمت عظمیٰ ''حورعین'' بھی ہوگی۔ جب سے اللہ تعالیٰ نے جنت کو پیدا کیا، تب سے حوروں کو بھی پیدا کیا۔ جس طرح جنت کو فنا نہیں، اسی طرح جنت کی نعمتوں کو بھی فنا نہیں۔

✿ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) نقل کرتے ہیں:

اَلْحُورُ الْعِينُ لَا يَمُتْنَ عِنْدَ قِيَامِ السَّاعَةِ وَلَا عِنْدَ النَّفْخَةِ وَلَا أَبَدًا لِأَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ خَلَقَهُنَّ لِلْبَقَاءِ لَا لِلْفَنَاءِ وَلَمْ يَكْتُبْ عَلَيْهِنَّ الْمَوْتَ، فَمَنْ قَالَ خِلَافَ هٰذَا فَهُوَ مُبْتَدِعٌ وَقَدْ ضَلَّ عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ.

''حورعین کو کبھی بھی موت نہیں آئے گی، نہ قیامت برپا ہونے پر اور نہ صور پھونکے جانے پر، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بقا کے لیے پیدا کیا ہے، نہ کہ فنا کے لیے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر موت مقرر نہیں کی۔ جو اس کے خلاف کہتا ہے، وہ بدعتی ہے اور جادۂ مستقیم سے منحرف ہے۔''

(حادي الأرواح إلى بلاد الأفراح، ص 98)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

قرآن کریم:

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿كَذٰلِكَ وَزَوَّجْنَاهُمْ بِحُورٍ عِينٍ﴾(الدّخان : ٥٤)

”ہم ان کا نکاح موٹی خوبصورت آنکھوں والی حوروں سے کر دیں گے۔“

❁ نیز فرمایا:

﴿مُتَّكِئِينَ عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوفَةٍ وَّزَوَّجْنَاهُمْ بِحُورٍ عِينٍ﴾

(الطّور : ٢٠)

”جنتی برابر بچھے ہوئے تختوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے اور ہم ان کا نکاح موٹی اور سرمائی آنکھوں والی حوروں سے کر دیں گے۔“

❁ اس آیت کی تفسیر میں مجاہد بن جبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَنْكَحْنَاهُمْ حُورًا .

”ہم ان کا نکاح حوروں سے کر دیں گے۔“

(تفسير الطّبري :65/21، وسندهٗ حسنٌ)

امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی یہی تفسیر کی ہے۔احادیث اسی تفسیر کی تائید کرتی ہیں۔ مفسرین نے اس کا معنی یہ بھی کیا ہے کہ ہم انہیں ایک دوسرے سے ملا دیں گے۔

❁ علامہ ابن فارس رحمہ اللہ (٣٩٥ھ) فرماتے ہیں:

الزَّاءُ وَالْوَاوُ وَالْجِيمُ أَصْلٌ يَدُلُّ عَلٰى مُقَارَنَةِ شَيْءٍ لِشَيْءٍ .

”ز،و،ج حروف اصلی ہیں،جن کا معنی ہے:ایک شے کو دوسری کے ساتھ ملانا۔“

(مَقاييس اللُّغة : 35/3)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

یہ تفسیر پہلی کے خلاف نہیں ہے۔ جنتی مردوں کا حوروں سے نکاح بھی ہوگا اور انہیں ایک دوسرے کا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ساتھ بھی نصیب ہوگا۔

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) نے دونوں تفاسیر کو جمع کر دیا ہے:

جَعلْنَاهُمْ قَرِينَاتٍ صَالِحَاتٍ، وَزَوْجَاتٍ حِسَانًا مِّنَ الْحُورِ الْعِينِ .

''ہم نیک سیرت اور خوبصورت حوروں کو ان کا ساتھی اور بیویاں بنادیں گے۔''

(تفسير ابن كثير : 432/7)

❁ نیز ارشاد ربانی ہے:

﴿وَعِنْدَهُمْ قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ عِينٌ، كَأَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَكْنُونٌ﴾

(الصّافّات : ٤٨-٤٩)

''اہل جنت کے پاس شرمیلی اور موٹی آنکھوں والی حوریں ہوں گی، گویا کہ چھپائے ہوئے انڈے ہوں (جنہیں کسی نے چھوا نہ ہو)۔''

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فِيهِنَّ قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ إِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌّ، فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ، كَأَنَّهُنَّ الْيَاقُوتُ وَالْمَرْجَانُ﴾

(الرّحمٰن : ٥٦-٥٨)

''ان میں شرمیلی آنکھوں والی کنواری حوریں ہوں گی، جن سے پہلے کسی انسان یا جن نے ہم بستری نہیں کی ہوگی، تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے، وہ حوریں گویا یاقوت و مرجان ہیں۔''

❁ نیز فرمایا:

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

﴿فِيهِنَّ خَيْرَاتٌ حِسَانٌ، فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ، حُورٌ مَقْصُورَاتٌ فِي الْخِيَامِ﴾(الرّحمٰن : ۷۰۔۷۲)

''ان میں نیک سیرت اور خوب صورت حوریں ہوں گی۔تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔وہ حوریں خیمہ نشیں ہوں گی۔''

❁ مزید فرمایا:

﴿وَحُورٌ عِينٌ، كَأَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُونِ﴾(الواقعة : ۲۲۔۲۳)

''موٹی سرمائی آنکھوں والی حوریں، گویا وہ پوشیدہ سفید موتی ہیں۔''

احادیث:

❁ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ زَوْجَتَانِ، يُرٰى مُخُّ سُوقِهِمَا مِنْ وَرَاءِ اللَّحْمِ مِنَ الْحُسْنِ .

''ہر جنتی کی دو دو بیویاں ہوں گی، اتنی خوبصورت ہوں گی کہ ان پنڈلی کا گودا گوشت سے نظر آ رہا ہوگا۔''

(صحيح البخاري : 3245، صحيح مسلم : 2834)

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَوْ أَنَّ امْرَأَةً مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ اطَّلَعَتْ إِلٰى أَهْلِ الْأَرْضِ لَأَضَائَتْ مَا بَيْنَهُمَا، وَلَمَلَأَتْهُ رِيحًا، وَلَنَصِيفُهَا عَلٰى رَأْسِهَا خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا .

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

”اگر جنت کی ایک عورت زمین کی طرف جھانک دے، تو زمین و آسمان کے مابین سب کچھ روشن ہو جائے اور سب کچھ معطر ہو جائے۔ اس کا دوپٹا دنیا وما فیہا سے بہتر ہے۔“

(صحيح البخاري: 2796، صحيح مسلم: 1881)

❁ معجم اوسط طبرانی (۳۱۴۸، وسندہ جید) میں یہ الفاظ بھی ہیں:

لَتَاجُهَا عَلٰى رَأْسِهَا خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا .

”اس حور کے سر کا تاج دنیا وما فیہا سے بہتر ہے۔“

❁ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت میں داخل ہونے والی آخری شخص کے بارے میں فرمایا:

ثُمَّ يَدْخُلُ بَيْتَهُ، فَتَدْخُلُ عَلَيْهِ زَوْجَتَاهُ مِنَ الْحُورِ الْعِينِ، فَتَقُولَانِ : الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَحْيَاكَ لَنَا، وَأَحْيَانَا لَكَ .

”وہ (جنت میں) اپنے گھر میں داخل ہوگا، تو اس کی دو حور بیویاں اس کے پاس آئیں گی اور کہیں گی: اللہ کا شکر کہ جس نے آپ کو ہمارے لیے اور ہمیں آپ کے لیے پیدا کیا۔“

(صحيح مسلم: 188)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَزْوَاجُهُمُ الْحُورُ الْعِينُ .

”اہل جنت کی بیویاں موٹی آنکھوں والی حوریں ہوں گی۔“

(صحيح البخاري: 3327، صحيح مسلم: 2834)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

❁ مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لِلشَّهِيدِ عِنْدَ اللّٰهِ سِتُّ خِصَالٍ: يُغْفَرُ لَهٗ فِي أَوَّلِ دَفْعَةٍ، وَيَرٰى مَقْعَدَهٗ مِنَ الجَنَّةِ، وَيُجَارُ مِنْ عَذَابِ القَبْرِ، وَيَأْمَنُ مِنَ الفَزَعِ الْأَكْبَرِ، وَيُوضَعُ عَلٰى رَأْسِهٖ تَاجُ الوَقَارِ، اليَاقُوتَةُ مِنْهَا خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا، وَيُزَوَّجُ اثْنَتَيْنِ وَسَبْعِينَ زَوْجَةً مِنَ الحُورِ العِينِ، وَيُشَفَّعُ فِي سَبْعِينَ مِنْ أَقَارِبِهٖ.

''اللہ تعالیٰ کے ہاں شہید کو چھ انعامات سے نوازا جاتا ہے؛ ① جان نکلتے ہی تمام گناہ مٹا دیے جاتے ہیں۔ ② اس کا جنتی مسکن دکھا دیا جاتا ہے اور عذاب قبر سے محفوظ و مامون رہتا ہے۔ ③ حشر کی ہولناکیوں سے بے خوف وخطر ہو گا۔ ④ عزت ووقار کی تاج پوشی ہوگی، جس کا ایک ایک موتی دنیا و مافیھا سے بہتر ہے۔ ⑤ موٹی موٹی خوبصورت آنکھوں والی بہتر (۷۲) حوروں سے بیاہ دیا جائے گا۔ ⑥ ستر (۷۰) رشتہ داروں کے حق میں اس کی سفارش قبول کی جائے گی۔''

(مسند أحمد: 131/4، سنن الترمذي: 1663، سنن ابن ماجه: 2299، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح'' کہا ہے۔

❁ ایک صحابی بیان کرتے ہیں:

يُعْطَى الشَّهِيدُ سِتَّ خِصَالٍ عِنْدَ أَوَّلِ قَطْرَةٍ مِنْ دَمِهٖ، يُكَفَّرُ عَنْهُ كُلُّ خَطِيئَةٍ، وَيُرٰى مَقْعَدَهٗ مِنَ الْجَنَّةِ، وَيُزَوَّجُ مِنَ الْحُورِ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الْعِينِ، وَيُؤَمَّنُ مِنَ الْفَزَعِ الْأَكْبَرِ، وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَيُحَلّٰى حُلَّةَ الْإِيمَانِ.

''خون کا پہلا قطرہ گرتے ہی شہید کو چھ اعزاز دیے جاتے ہیں: ① تمام گناہ مٹا دیے جاتے، ② جنت کا ٹھکانہ دکھایا جاتا ہے، ③ حور عین کے ساتھ شادی کر دی جاتی ہے، ④ فزع اکبر (حشر کی ہولناکیوں) سے محفوظ و مامون رہے گا، ⑤ عذاب قبر سے محفوظ رہے گا، ⑥ ایمان کی پوشاک پہنائی جائے گی۔''

(مسند الإمام أحمد: 200/3، التاريخ الكبير للبخاري: 134/7، حسنٌ)

❁ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تُؤْذِي امْرَأَةٌ زَوْجَهَا فِي الدُّنْيَا، إِلَّا قَالَتْ زَوْجَتُهُ مِنَ الْحُورِ الْعِينِ: لَا تُؤْذِيهِ، قَاتَلَكِ اللّٰهُ، فَإِنَّمَا هُوَ عِنْدَكِ دَخِيلٌ يُوشِكُ أَنْ يُفَارِقَكِ إِلَيْنَا.

''جب بھی دنیاوی بیوی اپنے شوہر کو تکلیف پہنچاتی ہے، تو اس کی حور بیوی کہتی ہے: اللہ تجھے ہلاک کرے، تو اسے تکلیف مت دے، یہ تیرے پاس مہمان ہے، بہت جلد تجھے چھوڑ کر ہمارے پاس آنے والا ہے۔''

(مسند أحمد: 242/5، سنن التّرمذي: 1174، سنن ابن ماجه: 2014، وسندهٗ حسنٌ)

❁ اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن غریب'' کہا ہے۔

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح متصل'' کہا ہے۔

(سِيَر أعلام النّبلاء: 47/4)

❁ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

إِنَّ أَزْوَاجَ أَهْلِ الْجَنَّةِ لَيُغَنِّينَ أَزْوَاجَهُنَّ بِأَحْسَنِ أَصْوَاتٍ سَمِعَهَا أَحَدٌ قَطُّ إِنَّ مِمَّا يُغَنِّينَ : نَحْنُ الْخَيِّرَاتُ الْحِسَانُ أَزْوَاجُ قَوْمٍ كِرَامٍ يَنْظُرْنَ بِقُرَّةِ أَعْيَانٍ وَإِنَّ مِمَّا يُغَنِّينَ بِهِ : نَحْنُ الْخَالِدَاتُ فَلَا يُمِتْنَهْ نَحْنُ الْآمِنَاتُ فَلَا يَخَفْنَهْ نَحْنُ الْمُقِيمَاتُ فَلَا يَظْعَنَّ .

”جنتی بیویاں اتنی خوبصورت آواز میں گیت گائیں گی کہ کسی نے اتنی سریلی آواز نہ سنی ہوگی۔ ان کا نغمہ ہوگا: ”ہم نیک سیرت اور خوبصورت عورتیں ہیں، معزز و مکرم لوگوں کی بیویاں ہیں، جنہیں وہ دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی کر لیتی ہیں۔“ وہ یہ بھی گنگنائیں گی: ”ہم ہمیشہ ہمیشہ رہنے والی ہیں، کبھی موت نہیں آئے گی، ہم پرامن ہیں، ہم سے کوئی خوف نہیں، ہم یہیں رہیں گی، کوچ نہیں کریں گی۔“

(المُعجم الصّغير للطّبراني : 734، المُعجم الأوسط لهٗ : 4917، وسندهٗ حسنٌ)

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إِنَّ فِي الْجَنَّةِ نَهْرًا طُولَ الْجَنَّةِ، حَافَّتَاهُ الْعَذَارٰى قِيَامٌ مُتَقَابِلَاتٌ، وَيُغَنِّينَ بِأَحْسَنِ أَصْوَاتٍ يَسْمَعُهَا الْخَلَائِقُ، حَتّٰى مَا يَرَوْنَ أَنَّ فِي الْجَنَّةِ لَذَّةً مِثْلَهَا، قُلْنَا : يَا أَبَا هُرَيْرَةَ وَمَا ذٰلِكَ الْغِنَاءُ؟ قَالَ : إِنْ شَاءَ اللّٰهُ التَّسْبِيحُ، وَالتَّحْمِيدُ، وَالتَّقْدِيسُ وَثَنَاءٌ عَلَى الرَّبِّ عَزَّ وَجَلَّ .

”جنت کی لمبائی میں ایک دریا بہہ رہا ہوگا، جس کے دونوں کناروں کو دوشیزاؤں نے ڈھانپ رکھا ہوگا، وہ آمنے سامنے کھڑی ہوں گی اور انتہائی

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

خوبصورت آواز میں گا رہی ہوگی، جسے سب لوگ سن رہے ہوں گے، اس جیسی کوئی اور لذت جنتی جنت میں نہیں پائیں گے۔ (راوی کہتے ہیں:) ہم نے عرض کیا: اے ابو ہریرہ! وہ گیت کیا ہوگا؟ فرمایا: ان شاء اللہ وہ گیت اللہ تعالیٰ کی تسبیح، تحمید، تقدیس اور تعریف وثنا پر مشتمل ہوگا۔"

(البعث والنُّشور للبيهقي : 383، وسندهٗ حسنٌ)

❁ مکحول شامی رحمہ اللہ (۱۰۰ھ) فرماتے ہیں:

لِلشَّهِيدِ عِنْدَ اللّٰهِ سِتُّ خِصَالٍ؛ يَغْفِرُ اللّٰهُ ذَنْبَهٗ عِنْدَ أَوَّلِ قَطْرَةٍ تُصِيبُ الْأَرْضَ مِنْ دَمِهٖ وَيُحَلّٰى حُلَّةَ الْإِيمَانِ وَيُزَوَّجُ الْحُورَ الْعِينِ وَيُفْتَحُ لَهٗ بَابٌ مِّنَ الْجَنَّةِ وَيُجَارُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَيُؤَمَّنُ مِنَ الْفَزَعِ الْأَكْبَرِ وَفَزِعِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ .

"اللہ کے ہاں شہید کے لیے چھ انعام ہیں: خون کے پہلے قطرے کے ساتھ اللہ اس کے تمام گناہ معاف کر دیتا ہے اور اس کو ایمان کا ایک حلہ پہنایا جاتا ہے، حور عین سے اس کی شادی کر دی جاتی ہے، جنت کا دروازہ اس کے لئے کھول دیا جاتا اور اس کو عذاب قبر سے بچا لیا جاتا ہے اور قیامت کے بڑے خوف سے اس کو امان دے دیا جاتا ہے۔"

(مصنف ابن أبي شيبة : 19467، وسندهٗ حسنٌ)

تنبیہ:

❁ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے فرمایا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

إِنَّ أَكْثَرَكُنَّ حَطَبُ جَهَنَّمَ .

”آپ میں سے اکثر عورتیں جہنم کا ایندھن ہیں۔“

(صحيح البخاري : 978، صحيح مسلم : 885، واللّفظ لهٗ)

❀ سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ أَقَلَّ سَاكِنِي الْجَنَّةِ النِّسَاءُ . ”جنت میں سب سے کم عورتیں ہیں۔“

(صحيح مسلم : 2738)

ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ عورتوں کی جہنم میں کثرت ہوگی اور جنت میں قلت ہوگی۔ جبکہ دوسری احادیث میں ہے کہ ہر جنتی مرد کو دو دو بیویاں ملیں گی، اسی طرح شہید کو بہتر عورتیں ملیں گی۔ اس لحاظ سے تو جنت میں عورتوں کی تعداد زیادہ ہوگی، جبکہ دوسری احادیث میں ہے کہ جنت میں عورتیں کم ہوں گی اور جہنم میں زیادہ؟

اس کا جواب یہ ہے کہ دنیا کی عورتوں میں سے اکثر جہنم میں جائیں گی اور جنت میں کم جائیں گی، لیکن جنت میں حوروں کی تعداد بہت زیادہ ہوگی، لہٰذا مجموعی طور پر جنت میں عورتوں کی تعداد زیادہ ہوگی، بہ نسبت مردوں کے۔ جبکہ دنیا والی عورتیں مردوں کی بہ نسبت جنت میں کم ہوں گی، بلکہ اکثریت جہنم میں ہوں گی۔

یوں جنت میں عورتوں کی اکثریت حوروں کی وجہ سے ہوگی اور جہنم میں عورتوں کی اکثریت دنیا والی عورتوں کی وجہ سے ہوگی۔

❀❀❀❀❀❀❀

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۷۰)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کا جنازہ پڑھا تھا؟

جواب: یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کا جنازہ پڑھا تھا مبنی بر جہالت ہے۔

بعض لوگ بطور دلیل ایک جھوٹی روایت پیش کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ أَوَّلَ مَنْ يُصَلِّي عَلَيَّ الرَّبُّ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ فَوْقِ عَرْشِهِ، ثُمَّ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، ثُمَّ مِيكَائِيلُ، ثُمَّ إِسْرَافِيلُ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ، ثُمَّ الْمَلَائِكَةُ زُمَرًا زُمَرًا، ثُمَّ ادْخُلُوا، فَقُومُوا صُفُوفًا لَا يَتَقَدَّمُ عَلَيَّ أَحَدٌ.

”سب سے پہلے میرا جنازہ عرش پر میرا رب پڑھے گا، پھر جبرائیل، پھر میکائیل، پھر اسرافیل علیہم السلام اور بعد میں دیگر فرشتے گروہ در گروہ پڑھیں گے۔ پھر آپ داخل ہو جانا اور صفیں باندھ کر کھڑے ہو جانا، کوئی امام نہ بنے۔“

(المُعجم الكبير للطّبراني : ۳/۵۸، ح : ۲۵۷٦)

روایت موضوع ہے۔

① عبدالمنعم بن ادریس ”کذاب“ ہے۔

❀ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

يَضَعُ الْحَدِيثَ عَلٰى أَبِيهِ وَعَلٰى غَيْرِهٖ مِنَ الثِّقَاتِ لَا يَحِلُّ الْاَحْتِجَاجُ بِهٖ .

”اپنے باپ اور دوسرے ثقہ راویوں پر حدیثیں گھڑتا تھا، اس کی روایت سے حجت پکڑنا جائز نہیں۔“

(کتاب المجروحین : ۲/۱۵۷)

❁ امام بخاری رحمہ اللہ نے ”ذاہب الحدیث“ کہا ہے۔

(التاریخ الکبیر : ۱۹۵۱)

اس کے متعلق ادنی کلمہ توثیق بھی ثابت نہیں!

② ادریس بن سنان ضعیف ومتروک ہے۔

❁ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے ”متروک“ کہا ہے۔

(الضّعفاء والمتروکون : ۳۵٦)

③ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يُتَّقٰى حَدِيثُهٗ مِنْ رِوَايَةِ ابْنِهٖ عَبْدِ الْمُنْعِمِ عَنْهُ .

”اس کے بیٹے عبدالمنعم کی اس سے بیان کردہ روایات سے بچیں۔“

(الثّقات : ٦٨٠٢)

یہ روایت بھی عبدالمنعم سے ہے، لہٰذا جرح مفسر ہے۔

سوال: دراج ابوالسمح کیا راوی ہے؟

جواب: دراج بن سمعان ابوالسمح جمہور ائمہ حدیث کے نزدیک ضعیف ہے۔ اسی طرح دراج عن ابی الہیثم عن ابی سعید والی سند بھی ضعیف ہے۔ امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

جب دراج کی توثیق کی (تاريخ الدّوري : 5039) تو محدث فضلک رازی رحمہ اللہ نے اس قول پر نقد کیا۔ امام ابن حبان، امام دارمی اور امام ابن شاہین رحمہم اللہ کا امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ کی پیروی میں دراج کی توثیق کرنا جمہور کی جرح کے مقابلہ میں مرجوح ہے۔

❀ امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

دَرَّاجٌ فِي حَدِيثِهِ صَنْعَةٌ .

''دراج کی حدیث میں ہیر پھیر ہے۔''

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتِم : 442/3، علل ابن أبي حاتِم : 674/3)

❀ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

دَرَّاجٌ حَدِيثُهُ مُنْكَرٌ .

''دراج کی احادیث منکر ہیں۔''

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتِم : 442/3، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ امام فضلک رازی رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

ذُكِرَ لَهٗ قَوْلُ يَحْيَى بْنِ مَعِينٍ فِي دَرَّاجٍ أَنَّهٗ ثِقَةٌ فَقَالَ فَضْلَكُ : مَا هُوَ بِثِقَةٍ، وَلَا كَرَامَةَ لَهٗ .

''آپ رحمہ اللہ کے سامنے امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ کا قول کہ دراج ثقہ ہے، پیش کیا گیا، تو فرمایا: یہ بالکل ثقہ نہیں ہے، اس کا کوئی احترام نہیں۔''

(الكامِل لابن عدي : 11/4، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ امام نسائی رحمہ اللہ نے ''لیس بالقوی'' کہا ہے۔

(الضّعفاء والمتروكون : 187)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

❁ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عَامَّةُ هٰذِهِ الْأَحَادِيثِ الَّتِي أَمْلَيْتُهَا مِمَّا لَا يُتَابَعُ دَرَّاجُ عَلَيْهِ ...... وَمِمَّا يُنْكَرُ مِنْ أَحَادِيثِهٖ بَعْضُ مَا ذَكَرْتُ ...... وَسَائِرُ أَخْبَارِ دَرَّاجٍ غَيْرَ مَا ذَكَرْتُ مِنْ هٰذِهِ الْأَحَادِيثِ يُتَابِعُهُ النَّاسُ عَلَيْهَا وَأَرْجُو إِذَا أَخْرَجْتُ دَرَّاجًا وَّبَرَّأْتُهٗ مِنْ هٰذِهِ الْأَحَادِيثِ الَّتِي أُنْكِرَتْ عَلَيْهِ أَنَّ سَائِرَ أَحَادِيثِهٖ لَا بَأْسَ بِهَا وَيَقْرُبُ صُوْرَتُهٗ مَا قَالَ فِيهِ يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ .

”(دراج کی) جو احادیث میں نے لکھی ہیں، ان میں اکثر پر دراج کی متابعت نہیں کی گئی۔......اس کی جن روایات کو منکر کہا گیا ہے، ان میں سے بعض میں نے ذکر کر دی ہیں۔......اس کی دیگر احادیث، جنہیں میں نے ذکر نہیں کیا، ان پر رواۃ نے اس کی متابعت کی ہے۔ جب میں نے دراج کو ان احادیث سے بری کر دیا، جن کا اس پر انکار کیا گیا ہے، تو میرا خیال ہے کہ اس کی دیگر روایات (جن کو منکر بھی نہیں کہا گیا اور ان کی متابعت بھی کی گئی ہے، ان) میں کوئی حرج نہیں، اس کی حالت قریب وہی ہے، جو امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے بیان کی ہے (یعنی یہ راوی توثیق کے قریب قریب ہے)۔“

(الكامِل في ضُعفاء الرجال : 4/15)

امام ابن عدی رحمہ اللہ کی عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ دراج فی نفسہ ضعیف ہے، اس کی منکر روایات ہیں۔ جن روایات پر اس کی متابعت ہوئی، ان میں کوئی حرج نہیں۔ بالفاظ دیگر یہ راوی منفرد ہو، تو حجت نہیں۔ اس کی جس روایت کو منکر نہ کہا گیا ہو اور متابعت بھی ہو،

www.KitaboSunnat.com

تو اس کی روایت سے حجت لی جا سکتی ہے، اس صورت میں یہ راوی یحییٰ بن معین رحمہ اللہ کے قول کے قریب پہنچ جاتا ہے۔

❁ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے ''متروک'' کہا ہے۔

(سؤالات البرقاني : 142)

❁ نیز ''ضعیف'' بھی کہا ہے۔

(سؤالات الحاکم للدارقطني :261)

تنبیہ:

دراج عن ابی الہیثم عن ابی سعید کا سلسلہ بھی ضعیف ہے۔

❁ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَحَادِيثُ دَرَّاجٍ، عَنْ أَبِي الْهَيْثَمِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ فِيهَا ضَعْفٌ.

''دراج عن ابی الہیثم عن ابی سعید کی سند سے مروی احادیث میں ضعف ہے۔''

(الکامِل لابن عدي : 10/4، وسندهٗ صحیحٌ)

❁ حافظ خلیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حَدِيثُ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ إِذَا كَانَ عَنْ دَرَّاجٍ عَنْ أَبِي الْهَيْثَمِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ يُكْتَبُ وَلَا يُحْتَجُّ بِهٖ.

''عمرو بن حارث کی حدیث جب دراج عن ابی الہیثم عن ابی سعید کی سند سے ہو، تو اسے (متابعات وشواہد میں) لکھا جائے گا، مگر حجت نہیں پکڑی جائے گی۔''

(الإرشاد :405/1)

سوال: مندرجہ ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلنَّظْرُ إِلَى الْكَعْبَةِ عِبادَةٌ .

”کعبہ کو دیکھنا عبادت ہے۔“

(الغرائب الملتقطة لابن حجر : 2573)

(جواب): اس کی سند ضعیف ہے۔

① زافر بن سلیمان جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔

② ابوعثمان کا تعین نہیں ہوسکا۔

(سوال): مندرجہ ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ضَافَ ضَيْفٌ رَجُلًا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ، وَفِي دَارِهٖ كَلْبَةٌ مُجِحٌّ، فَقَالَتِ الْكَلْبَةُ : وَاللّٰهِ لَا أَنْبَحُ ضَيْفَ أَهْلِي، قَالَ : فَعَوٰى جِرَاؤُهَا فِي بَطْنِهَا، قَالَ : قِيلَ مَا هٰذَا؟ قَالَ : فَأَوْحَى اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ إِلٰى رَجُلٍ مِنْهُمْ : هٰذَا مَثَلُ أُمَّةٍ تَكُونُ مِنْ بَعْدِكُمْ، يَقْهَرُ سُفَهَاؤُهَا حُلَمَاءَ هَا .

”بنی اسرائیل کے ایک شخص کے ہاں مہمان آیا، گھر میں حاملہ کتیا تھی، اس نے کہا کہ اللہ کی قسم! میں اپنے گھر کے مہمانوں پر نہیں بھونکتی، لیکن اس کے پیٹ میں پلنے والا پلا بھونکنے لگا۔ پوچھا گیا یہ کیا ماجرہ ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے ایک نبی کی طرف وحی کی کہ اس کتیا کی مثال آپ کے بعد والی امت کی طرح ہے، جب جاہل لوگ علما کی توہین کریں گے۔“

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

(مسند الإمام أحمد: 6588)

جواب: سند ضعیف ہے۔

عطاء بن سائب صدوق مختلط راوی ہے۔ ابوعوانہ نے ان سے اختلاط سے پہلے اور بعد دونوں حالتوں میں سنا ہے، روایات کی تمیز نہیں ہوسکی۔

❁ امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَدْ سَمِعَ أَبُو عَوَانَةَ مِنْ عَطَاءٍ فِي الصِّحَّةِ وَفِي الْاِخْتِلَاطِ جَمِيعًا وَلَا يُحْتَجُّ بِحَدِيثِهِ.

''ابوعوانہ نے عطا سے اختلاط سے پہلے اور بعد دونوں حالتوں میں سنا ہے۔ اس کی حدیث سے حجت نہیں پکڑی جائے گی۔''

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم: 334/6، وسندهٗ صحيحٌ)

مسند بزار میں ابوعوانہ کی متابعت ابوحمزہ عسکری نے کی ہے۔ اس کے بارے میں معلوم نہیں کہ اس نے عطاء بن سائب سے قبل از اختلاط روایت لی ہے، یا بعد از اختلاط؟

اسی طرح جریر بن عبدالحمید اور خالد بن عبداللہ واسطی نے متابعت کی ہے۔ یہ بھی مفید نہیں، کیونکہ یہ دونوں عطاء سے بعد از اختلاط بیان کرتے ہیں۔

الادب المفرد للبخاری میں شعیب بن صفوان نے متابعت کی ہے، شعیب ان لوگوں میں سے نہیں، جنہوں نے عطاء بن سائب سے اختلاط سے پہلے روایت کی ہے۔ نیز یہ روایت موقوف بھی ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ یہ روایت مرفوعا وموقوفا عطاء بن سائب کے اختلاط کی وجہ سے ضعیف ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

سوال: کیا آزر سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام تھا؟

جواب: سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام آزر تھا۔آزر کافر تھا۔یہ اہل السنہ والجماعۃ کا نظریہ ہے۔شیعہ اوران کے ہم خیال لوگوں کے نزدیک آزر ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا۔ان کا یہ موقف بے دلیل ہے۔

قرآن وسنت کے وہی مفاہیم ومطالب برحق ہیں، جو ائمہ اہل سنت نے بیان کر دیئے ہیں۔ہر وہ دلیل جو سلف امت کے متفقہ فیصلوں کے خلاف جارہی ہو، بھلے لوگ باور کروائیں کہ فلاں دلیل قرآن و حدیث میں موجود ہے، پھر بھی وہ دلیل قبول نہیں کی جاسکتی، کہ قرآن وسنت کا معنی ومفہوم سلف کے یہاں سمجھا جاچکا ہے۔اب جو کوئی نئی دلیل و نظریہ لائے گا،سلف کی مخالفت کرے گا اورسلف کی مخالفت میں کسی طرح حق نہیں ہوسکتا۔ کیوں کہ اگر اس دلیل سے وہ مسئلہ ثابت ہورہا ہوتا تو سلف وہ مسئلہ اخذ کر چکے ہوتے۔

یاد رہے کہ کسی مسلمان کو کافر اور کسی کافر کو مسلمان قرار دینا انتہا پسندی کی قبیل سے ہے اوراہل سنت ان انتہائی رویوں سے بیزاری کا اعلان کرتے ہیں۔

اللہ کے پیغمبر جناب ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام قرآن مجید نے آزر بتایا ہے۔اسی طرح آقائے کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کا نام آزر بیان کیا ہے۔اس کے دلائل ملاحظہ ہوں:

① اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ آزَرَ﴾(الانعام : 74)

”جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آزر سے کہا۔“

”اب“ کا حقیقی معنی باپ ہے۔گو یہ لفظ مجازا چچا پر بھی بولا جاتا ہے۔لیکن حقیقی معنی کو چھوڑ کر مجازی معنی کی طرف جانا درست نہیں۔خصوصا اس وقت جب کوئی قرینہ اس پر

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

دلالت نہ کرے۔

مجازی معنی صرف اس وقت لیا جاتا ہے جب حقیقی معنی مراد لینا ممکن نہ ہو، یا کوئی قرینہ مل جائے۔ یہاں ایسا کوئی قرینہ نہیں مل سکا جس سے آزر کو ان کے باپ کی بجائے چچا قرار دیا جا سکے۔ قرآن کریم میں جتنی بھی دفعہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ ہوا ہے، جہاں جہاں ان کا مکالمہ مذکور ہوا ہے، وہاں وہاں ابیہ کا لفظ آتا ہے۔ وہ اپنے باپ اور قوم سے مخاطب ہوتے ہیں، کہیں بھی ایسا نہیں آیا کہ وہ کسی وقت اپنے چچا سے مخاطب ہوئے ہوں۔

شیعہ کے نظریے کے پیچھے ان کا وضع کردہ ایک قاعدہ کھڑا ہے، وہ قاعدہ یہ ہے کہ انبیاء کے باپ کافر نہیں ہوتے، اب ان کے پاس اس قاعدے کی کوئی دلیل تو ہے نہیں، لیکن اس قاعدے کو لے کر وہ لوگ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے والد کو ان کا چچا ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

مفسر ابوحیان اندلسی (745ھ) لکھتے ہیں:

قِيلَ : إِنَّ آزَرَ عَمُّ إِبْرَاهِيمَ وَلَيْسَ اسْمَ أَبِيهِ وَهُوَ قَوْلُ الشِّيعَةِ يَزْعُمُونَ أَنَّ آبَاءَ الْأَنْبِيَاءِ لَا يَكُونُونَ كُفَّارًا وَّظَوَاهِرُ الْقُرْآنِ تَرُدُّ عَلَيْهِمْ.

”کہا جاتا ہے کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا، ان کے باپ کا نام آزر نہیں تھا، یہ شیعہ کا قول ہے، جو سمجھتے ہیں کہ انبیا کے آباء کفار نہیں ہوتے، جب کہ ظاہر قرآن ان کا رد کرتا ہے۔“

(البحر المحيط : 561/4)

قرآن کے سیاق اور احادیث رسول کو دیکھا کیجیے، تو واضح ثبوت اس چیز کے ملتے ہیں

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

کہ آزران کے باپ ہی کا نام تھا۔سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کے حق میں دعا مانگی:

﴿وَاغْفِرْ لِأَبِي إِنَّهُ كَانَ مِنَ الضَّالِّينَ﴾ (الشعراء : 86)

''اللہ میرے باپ کو بخش دینا، یقیناً وہ گمراہ تھا۔''

سوال پیدا ہوسکتا تھا کہ مشرک کے لئے دعا مانگنا تو جائز ہی نہیں، قرآن کریم میں ہے:

﴿وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ إِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَا إِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَدُوٌّ لِّلَّهِ تَبَرَّأَ مِنْهُ﴾(التوبة : 114)

''ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کے حق میں استغفار صرف اس وعدے کی وجہ سے کیا تھا جو وعدہ انہوں نے اپنے باپ سے کیا تھا، جب ان پر واضح ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو اس سے براءت کر لی۔''

اس کی مکمل تفصیل حدیث میں موجود ہے، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَلْقٰى إِبْرَاهِيمُ أَبَاهُ آزَرَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَعَلٰى وَجْهِ آزَرَ قَتَرَةٌ وَغَبَرَةٌ، فَيَقُولُ لَهُ إِبْرَاهِيمُ : أَلَمْ أَقُلْ لَكَ لَا تَعْصِنِي، فَيَقُولُ أَبُوهُ : فَالْيَوْمَ لَا أَعْصِيكَ، فَيَقُولُ إِبْرَاهِيمُ : يَا رَبِّ إِنَّكَ وَعَدْتَنِي أَنْ لَّا تُخْزِيَنِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ، فَأَيُّ خِزْيٍ أَخْزٰى مِنْ أَبِي الْأَبْعَدِ؟ فَيَقُولُ اللّٰهُ تَعَالٰى : إِنِّي حَرَّمْتُ الْجَنَّةَ عَلَى الْكَافِرِينَ، ثُمَّ يُقَالُ : يَا إِبْرَاهِيمُ، مَا تَحْتَ رِجْلَيْكَ؟ فَيَنْظُرُ، فَإِذَا هُوَ بِذِيخٍ مُّلْتَطِخٍ، فَيُؤْخَذُ بِقَوَائِمِهٖ فَيُلْقٰى فِي النَّارِ .

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

”قیامت میں ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ آزر سے ملیں گے، ان کے باپ کے چہرے پر پشیمانی اور غبار ہوگا۔ ابراہیم اپنے باپ سے کہیں گے، کیا میں نے آپ سے کہا نہیں تھا کہ میری نافرمانی نہ کیجئے۔ ان کا باپ کہے گا: آج میں آپ کی نافرمانی نہیں کرتا۔ ابراہیم علیہ السلام اللہ سے عرض کریں گے کہ اللہ تو نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ مجھے رسوا نہیں کرے گا، تو اس سے بڑی رسوائی بھلا کیا ہو سکتی ہے کہ میرا باپ جہنم میں جا رہا ہے۔ تو اللہ فرمائیں گے، میں نے جنت کو کافروں کے لئے حرام قرار دے دیا ہے۔ پھر کہا جائے گا کہ ابراہیم! اپنے پاوں کے نیچے دیکھئے۔ وہ دیکھیں گے، ان کے باپ کو گندہ بجو بنا کر کاندھوں سے پکڑ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔“

(صحيح البخاري: 3350)

ذرا غور کیجئے، اس کے لئے دعا مانگ رہے، لیکن دعا قبول نہیں ہو رہی، قرآن کہتا ہے وہ دعا اپنے والد کے لئے مانگ رہے تھے۔ تو یہ حدیث نص ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام آزر ہے۔ وہ کافر تھا، جہنم میں جائے گا۔ روز قیامت ابراہیم علیہ السلام اس سے براءت کا اعلان کریں گے۔

امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ (310ھ) فرماتے ہیں:

هُوَ اسْمُ أَبِيهِ، لِأَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى أَخْبَرَ أَنَّهٗ أَبُوهُ، وَهُوَ الْقَوْلُ الْمَحْفُوظُ مِنْ قَوْلِ أَهْلِ الْعِلْمِ دُونَ الْقَوْلِ الْآخَرِ الَّذِي زَعَمَ قَائِلُهٗ أَنَّهٗ نَعْتٌ، فَإِنْ قَالَ قَائِلٌ: فَإِنَّ أَهْلَ الْأَنْسَابِ إِنَّمَا يَنْسِبُونَ إِبْرَاهِيمَ إِلٰى تَارِحٍ، فَكَيْفَ يَكُونُ آزَرُ اسْمًا لَهٗ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

وَالْمَعْرُوفُ بِهِ مِنَ الِاسْمِ تَارِحُ؟ قِيلَ لَهٗ: غَيْرُ مُحَالٍ أَنْ يَكُونَ لَهُ اسْمَانِ، كَمَا لِكَثِيرٍ مِّنَ النَّاسِ فِي دَهْرِنَا هٰذَا، وَكَانَ ذٰلِكَ فِيمَا مَضٰى لَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ، وَجَائِزٌ أَنْ يَكُونَ لَقَبًا، وَاللّٰهُ تَعَالٰى أَعْلَمُ.

”آزران کے والد کا نام تھا، کیوں کہ اللہ نے خبر دی ہے کہ وہ ان کے والد تھے۔ اہل علم کا یہی قول محفوظ ہے۔ جب کہ دوسرا گروہ یہ سمجھتا ہے کہ آزران کے باپ کا نام نہیں تھا، بلکہ اس کا لقب تھا۔ یہ بات غیر محفوظ ہے۔ اگر کوئی کہے کہ اہل انساب ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام تارح بتاتے ہیں۔ تو آزران کے باپ کا نام کس طرح ہوسکتا ہے، جب کہ معروف نام تارح ہے۔ جواب یہ ہوگا کہ ممکن ہے ان کے دو نام ہوں، جیسا کہ آج بھی ہمارے زمانے میں لوگوں کے دو نام ہوتے ہیں، گزرے لوگوں میں بھی بہت سے لوگوں کے دو نام ہوتے تھے، یہ بھی ہوسکتا کہ آزران کا لقب ہو۔ واللہ اعلم!

(تفسير الطّبري: 344/9)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (774ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا الَّذِي قَالَهٗ جَيِّدٌ قَوِيٌّ.

”امام طبری رحمہ اللہ کی یہ بات جید اور قوی ہے۔“

(تفسير ابن كثير: 289/3)

روافض کے دلائل:

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

روافض کہتے ہیں کہ انبیاء کے آباواجداد مومن مسلمان ہوتے ہیں، یہ نظریہ قطعی طور پر قرآن وحدیث اور اجماع امت کے خلاف ہے۔ وہ اپنے اس عقیدے پر یہ آیت پیش کرتے ہیں۔

پہلی دلیل:

﴿وَتَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِينَ﴾(الشّعراء : 219)

”جب تو سجدہ کرنے والوں میں پھرتا ہے، وہ تجھے دیکھتا ہے۔“

اس آیت کی تفسیر میں ائمہ تفسیر کی مختلف آراء ہیں:

① مفسر اہل بیت، سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

مِنْ صُلْبِ نَبِيٍّ إِلٰى صُلْبِ نَبِيٍّ حَتّٰى صِرْتَ نَبِيًّا .

”ایک نبی کی صلب سے دوسرے نبی کی صلب میں منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ تو نبی بن گیا۔“

(مسند البزّار (کشف الاستار) : 2242، طَبَقات ابن سعد : 24/1، تفسیر ابن ابي حاتم : 2828/9، المُعجم الکبیر للطّبراني : 363/11،وسندہٗ حسنٌ)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ”حسن“ کہا ہے۔

(مختصر زوائد مسند البزّار : 98/2)

ایک روایت کے الفاظ ہیں:

مَا زَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَقَلَّبُ فِي أَصْلَابِ الْأَنْبِيَاءِ، حَتّٰى وَلَدَتْهُ أُمُّهٗ .

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ انبیاء کی صلب میں رہے، یہاں تک کہ ان کی والدہ نے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

انہیں جنم دیا۔“

(دلائل النُّبُوة لابي نُعَيم : 17، المُعجم لابن الاعرابي : 1750، الشّريعة للآجري : 959، وسندهٗ صحيحٌ)

حافظ سیوطی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ”صحیح“ کہا ہے۔

(مَناهِل الصّفا في تخريج احاديث الشِّفا : 7)

اس سے مراد ہے کہ آپ انبیاء کی اولاد سے ہیں۔

② نبی کریم ﷺ حالت نماز میں اپنی پیٹھ کے پیچھے سے بھی دیکھتے تھے۔

③ نبی کریم ﷺ کبھی منفرد کبھی جماعت کے ساتھ نماز پڑھتے نظر آتے ہیں، کبھی رکوع میں کبھی سجدہ میں اور کبھی قیام میں۔

④ اس آیت کریمہ سے نبی کریم ﷺ کا مومنین کے پاس آنا جانا مراد ہے، یہ حسن بصری رحمہ اللہ کا قول ہے۔

(تفسير الطّبري : 660/17، وسندهٗ حسنٌ)

تو یہ اقوال اس کی تفسیر میں وارد ہوئے ہیں، اس آیت کے سیاق و سباق میں یا روایات وغیرہ میں کہیں بھی وارد نہیں ہوا کہ انبیاء کے آباء مسلمان ہوتے ہیں۔ اس آیت کی تفسیر میں کہیں سے بھی یہ معلوم نہیں ہوتا، جو لوگ اس آیت کی یہ تفسیر کرتے ہیں ان کے پاس کچھ دلیل نہیں ہے۔

دوسری دلیل:

نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب ہے:

لَمْ أَزَلْ أُنْقَلُ مِنْ أَصْلَابِ الطَّاهِرِينَ إِلٰى أَرْحَامِ الطَّاهِرَاتِ .

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

”میں ہمیشہ سے پاکیزہ لوگوں کی صلبوں سے پاکیزہ خواتین کے ارحام میں منتقل ہوتا آیا ہوں۔“

(تفسير الرّازي : 33/13)

یہ شیعہ کی گھڑنت ہے۔ جس کی کوئی سند موجود نہیں، اسلام میں ایسی روایات کی کوئی احتیاج نہیں ہے۔

الحاصل:

① بعض انبیاء کے ماں باپ کے مسلمان ہونے پر کوئی دلیل موجود نہیں ہے، کسی نبی کے ماں یا باپ کے مشرک یا کافر ہونے سے اس نبی کے شان ومرتبہ میں فرق نہیں آتا۔

② ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام آزر تھا، نہ کہ چچا کا نام اور آزر کافر تھا۔ جیسا کہ دلائل سے واضح ہوا۔ وللہ الحمد!

سوال: کیا جَزَى اللّٰهُ مُحَمَّدًا عَنَّا مَا هُوَ أَهْلُهٗ کہنا حدیث سے ثابت ہے؟

جواب: اس بارے میں حدیث ثابت نہیں۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منسوب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”جس نے ایک مرتبہ جَزَى اللّٰهُ مُحَمَّدًا عَنَّا مَا هُوَ أَهْلُهٗ کہا، تو ستر فرشتے ایک ہزار دنوں میں بھی اس کا اجر وثواب لکھنے سے قاصر ہیں۔“

(المُعجم الكبير للطّبراني : 11509)

روایت ضعیف ومنکر ہے۔ ہانی بن متوکل اسکندرانی ضعیف ہے۔

(مَجمع الزّوائد للهيثمي : 163/10)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

سوال: ''یا محمد'' کی پکار کرنا کیسا ہے؟

جواب: ''یا محمد'' یا اس سے ملتا جلتا نعرہ لگانا یا پکار کرنا اہل سنت کا شعار نہیں۔ بعض لوگوں نے اس نعرے کو اپنا شعار بنا رکھا ہے، وہ اس پر چند روایات سے حجت پکڑتے ہیں، ہم آپ کے سامنے ان روایات کی استنادی حیثیت واضح کرتے ہیں؛

❀ جنگ یمامہ میں مسیلمہ کذاب کے ساتھ فوج کی تعداد ساٹھ ہزار تھی، جبکہ مسلمانوں کی تعداد کم تھی۔ مقابلہ بہت شدید تھا۔ ایک وقت نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ مسلمان مجاہدین کے پاؤں اُکھڑنے لگے، سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سپہ سالار تھے۔ انہوں نے یہ حالت دیکھی تو:

نَادٰی بِشِعَارِ هِمْ يَوْمَئِذٍ، وَكَانَ شِعَارُهُمْ يَوْمَئِذٍ :يَا مُحَمَّدَاهْ

''انہوں نے مسلمانوں کا نعرہ بلند کیا، اس دن مسلمانوں کا نعرہ 'یا مُحَمَّدَاہ' تھا۔''

(تاریخ الطبری : 181/2، البداية والنهاية لابن كثير : 324/6)

روایت موضوع (من گھڑت) ہے۔

① اس میں سیف بن عمر کوفی راوی بالاتفاق ''ضعیف و متروک'' موجود ہے۔

② شعیب بن ابراہیم کوفی ''مجہول'' ہے۔

امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَهٗ أَحَادِيثُ وَأَخْبَارٌ، وَهُوَ لَيْسَ بِذٰلِكَ الْمَعْرُوفِ وَمِقْدَارُ مَا يَرْوِي مِنَ الْحَدِيثِ وَالْأَخْبَارِ لَيْسَتْ بِالْكَثِيرَةِ وَفِيهِ بَعْضُ النَّكِرَةِ لِأَنَّ فِي أَخْبَارِهٖ وَأَحَادِيثِهٖ مَا فِيهِ تَحَامُلٌ عَلَى السَّلَفِ .

''اس نے کچھ احادیث اور اخبار بیان کی ہیں، یہ کوئی معروف راوی نہیں ہے۔

اس کی احادیث اور خبروں کی تعداد کچھ زیادہ نہیں ہے، ان میں بھی کچھ نکارت پائی جاتی ہے، کیونکہ اس کی اخبار اور احادیث میں سلف پر طعن موجود ہے۔“

(الكامل في الضعفاء : 7/5)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

فِيهِ جِهَالَةٌ . ”یہ مجہول ہے۔“

(المغني في الضعفاء :1/298)

③ ضحاک بن یربوع کی توثیق نہیں ملی۔

④ اس کا باپ یربوع کیسا ہے؟ معلوم نہیں ہوسکا۔

⑤ رجل من سحیم کا کوئی اتہ پتہ نہیں۔

❁ سیدنا ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے سیدنا کعب بن ضمرہ رضی اللہ عنہ کو ایک ہزار افراد کے ہمراہ حلب کا جائزہ لینے کے لیے روانہ کیا۔ جب وہ حلب کے قریب پہنچے تو یوقنا پانچ ہزار افراد کے ساتھ حملہ آور ہوا۔ مسلمان جم کر لڑنے لگے۔ اتنے میں پیچھے چھپے ہوئے پانچ ہزار افراد کے لشکر نے حملہ کر دیا۔ اس خطرناک صورتِ حال نے مسلمانوں کو بے حد پریشان کر دیا۔ سیدنا کعب بن ضمرہ رضی اللہ عنہ نے جھنڈا اٹھاتے ہوئے بلند آواز سے پکارا:

يَامُحَمَّدُ، يَا مُحَمَّدُ، يَا نَصْرَ اللّٰهِ، اِنْزِلْ!

”اے محمد! اے محمد! اے اللہ کی مدد، اتر آ۔“

(فتوح الشام لمحمد بن عمر الواقدي :1/196، طبع مصر : 1394)

روایت سخت ”ضعیف“ ہے، محمد بن عمر الواقدی جمہور کے نزدیک ضعیف، متروک اور کذاب ہے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ .

''جمہور نے ضعیف کہا ہے۔''

(مَجمع الزّوائد : 255/3)

حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قَدْ ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ .

''جمہور نے ضعیف کہا ہے۔''

(البدر المنير : 324/5)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ''متروک'' کہا ہے۔

(تقريب التهذيب : 6175)

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كُتُبُ الْوَاقِدِيِّ كِذْبٌ .

''واقدی کی کتابیں جھوٹ کا پلندا ہیں۔''

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم : 21/8، وسندهٗ صحيحٌ)

امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّهُ عِنْدِي مِمَّنْ يَّضَعُ الْحَدِيثَ .

''میرے نزدیک یہ جھوٹی احادیث گھڑنے والا ہے۔''

(الجرح والتعديل لابن أبي حاتم : 21/8، وسندهٗ صحيحٌ)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اسے ''کذاب'' قرار دیا ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(الضعفاء الكبير للعقيلي : 108/4، وسندهٗ صحيحٌ)

اسے امام بخاری، امام ابو زرعہ رازی ، امام نسائی اور امام عقیلی ﷭ نے ''متروک الحدیث'' کہا ہے، امام یحییٰ بن معین اور جمہور نے ''ضعیف'' کہا ہے۔

امام ابن عدی ﷫ فرماتے ہیں:

يَرْوِي أَحَادِيثَ غَيْرَ مَحْفُوظَةٍ وَّالْبَلَاءُ مِنْهُ، وَمُتُونُ اَخْبَارِ الْوَاقِدِيِّ غَيْرُ مَحْفُوظَةٍ، وَهُوَ بَيِّنُ الضَّعْفِ .

''یہ غیر محفوظ احادیث بیان کرتا ہے اور یہ مصیبت اسی کی طرف سے ہے۔ واقدی کی احادیث کے متون غیر محفوظ ہیں۔اس کے ضعیف ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔''

(الكامل في ضعفاء الرجال : 243/6)

امام خطیب بغدادی ﷫ فرماتے ہیں:

اَلْوَاقِدِيُّ عِنْدَ أَئِمَّةِ أَهْلِ النَّقْلِ ذَاهِبُ الْحَدِيثِ .

''واقدی ائمہ محدثین کے ہاں ضعیف ہے۔''

(تاريخ بغداد : 37/1)

❁ سیدنا حسین ﷛ کی بہن نے کہا: اے بہت ہی تعریف کیے ہوئے! امداد، امداد۔ اللہ تعالیٰ آپ پر رحمتیں نازل فرمائے اور آسمانی فرشتے درود بھیجیں۔ حسین میدان میں ہیں، خون میں نہائے ہوئے، اعضاء کٹے ہوئے۔ یا محمد! امداد۔ آپ کی بیٹیاں حراست میں ہیں، آپ کی اولاد شہید کردی گئی ہے، بادِ صبا ان پر مٹی اڑا رہی ہے۔

(البداية والنّهاية لابن كثير : 193/8)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سند باطل اور جھوٹی ہے۔

① سفیان بن عیینہ کی تدلیس ہے، سماع کی تصریح نہیں ملی۔

② مخبر (سند میں خبر دینے والا) نامعلوم ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ کسی "مجہول" اور "کذاب" رافضی کی کارستانی ہے۔

سوال: کیا نبی کریم ﷺ کی ولایت آپ ﷺ کی نبوت سے افضل ہے؟

جواب: یہ ملحد اور بے دین صوفیا کی اصطلاح ہے، دراصل یہ لوگ مرتبہ ولایت کو مرتبہ نبوت سے افضل ثابت کرنا چاہتے ہیں، اس لئے مذکورہ ضلالت کا ارتکاب کیا ہے، ان کا اصل نعرہ یہ تھا کہ ولایت نبوت سے افضل ہے، لیکن جب دیکھا کہ امت اس طرح کی ضلالت ماننے کو تیار نہیں ہے، تو ایک نئ چال کے طور پر یوں کہنے لگے کہ نبی کریم ﷺ کی ولایت آپ ﷺ کی نبوت سے افضل ہے، اس عبارت کا ماحاصل بھی یہی ہے کہ ولایت نبوت سے افضل ہے۔ یہ بے دینی وکفر کی انتہائی قبیح صورت ہے جسے دین کے نام پر عام کیا جا رہا ہے، اجماع امت، احادیث صریحہ اور قرآن مجید کا عموم اس گم راہ کن نظریہ کا انکار کرتے ہیں، سلف صالحین اور ائمہ دین میں کوئی بھی اس کا قائل نہیں۔

سوال: امام کو قرأت میں غلطی لگی، مقتدی لقمہ دیتا ہے، لیکن امام بار بار پیچھے سے قرأت شروع کرتا ہے، آگے نہیں پڑھ پاتا، تو کیا اس سے نماز فاسد ہوگی؟

جواب: امام کو چاہیے کہ جہاں سے آگے پڑھنا مشکل ہو، وہاں پر قرأت ختم کر دے اور رکوع کرلے، البتہ نماز فاسد نہیں ہوتی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "